بیت

پرتھوی کی جگہ لا کہہ اگر میرے دہان ہو — تو بھی نہ گورو مہاراج کی بخشش کا بیان ہو

جنہوں سے میرے جنم جنمانتر کے دکھ روپ۔ اگیان کے اندھکار کو ناش کرکے ہمیشہ کے آواگون سے نجات دلائی۔

بیت

مرشد سے [illegible] ہوں مجھے کیمیا بنا دیا — ذرہ سے مہر و قطرہ سے دریا بنا دیا

غزل

مرے مرشد نے وہ ایسی مجھے صورت دکھائی ہے — کہ جسکی شان سے ساری نمایاں یہ خدائی ہے

کسی کو آنکھ سے اب بھلا کیا دیکھ سکتا ہوں — سراپا میری نظروں میں وہی صورت سمائی ہے

یکتائی دوئی کا نشاں اب مٹ گیا مجھ سے — خرد کو ہوش گو اب تو نہیں اپنی رسائی ہے

انا الحق۔ انا اللہ کر کہوں تو کہہ نہیں سکتا — نہیں کہتا ہوں تو ہوتی بہت مجھ سے برائی ہے

ارے مکتی تیری اس بات کو مانے گا کب کوئی — وہی مانے سخن حق کو جنھیں غیرت کی نہیں مائی ہے

دیگر

ست گورو پورن برہم کو بارم بار پرنام — جاکے سنگ پرتاپ سے پایا آتم رام

ست گورو پورن برہم ہے ست گورو دین دیال — جنکے چرن کمل سے کاٹا موہ جنجال

گورو کرشنا چاریہ مہاراج کے چرن کو بار بار پرنام — گورو گوبند جیون سدا مو پر رہو دیال

رباعی

جس آتما کو ہے سچدانند کہا — جو ذات سبلے دوئی ہے ذاتِ یکتا

میں پہنچا مہاواکیہ گورو سے سنکر — اب آپ ہوں آنند اہا ہاہا آہو ہو ہو

میں ذات بے دوئی تو پہلے بھی تھا — لیکن دل میں وہوکڑ پکڑ رہتی بھلا

پاکر اب آنند روپ آتما کو — اب آپ ہوں آنند اہا ہاہا آہو ہو ہو

ملنے کا پتہ

(۱) پھلاہاری سری سوامی مکت آنند سرسوتی۔ مکت آشرم۔ رکھی کیش ضلع ڈیرہ دون۔ یوپی

(۲) چوہدری سکھ چین خلف چودہری جیالال صاحب جوتش رتن۔ مقام قصبہ فرخ نگر ضلع گوڑگانوہ

تعریف اور اوصاف مرشد

گورو برہما گورو وشنو گورو دیو مہیشرم	گورو ساکسات پرم برہم دیاسے شونمہ
گورو گوبند دونوں سے کسکے لاگوں پانوں	گورو چرنن سر نوائے جو... گوبند دے ملائے

ناظرین کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہ گیان اور یہ برہم ودیا یہ شیر کی گرج اور بجلی کی سی کڑک کس سے پیدا ہوئی۔ اور کس طرح اور کیونکر حاصل ہوئی لو سنو! میں نے تعلیم معاش جناب پنڈت گوبند جیون جی صاحب قدس سرہ متھنہ نواسی سے پائی ہے مگر ایام تعلیم مجکو کچھ اوصاف پنڈت جی صاحب موصوف کے معلوم نہ تھے کہ یہ برہم ودیا میں کامل و یکتائے زمانہ ہیں۔ بعد تعلیم ملازمت اختیار کی۔ اور ایام رخصت میں جبکہ میں گھر پر آیا کرتا تھا تو پنڈت جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب دست بستہ بجا لایا کرتا تھا کیونکہ پنڈت جی صاحب اسی قصبہ میں معلم تھے جہاں پر کہ میرا مسکن ہے۔ سنہ ۱۸۹۲ء کا ذکر ہے کہ بہنگام تذکرہ پنڈت جی صاحب نے ذکر اذکار دربارۂ ایشور و جیو برہم بات چیت ہوئی تو میں کچھ بھی عرض نہیں کرسکا۔ کیونکہ اس راز مخفی سے بالکل ہی بے بہرہ اور ناواقف تھا۔

پھر پنڈت جی صاحب نے اپنے فیض و کرم سے میری طبیعت کا امتحان کرنیکے واسطے چند رسالہ بنابر مطالعہ دیئے جن کو میں نے بخوشی بغور اور چار مطالعہ کیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہردے میں چمتکار سا ہونے لگا۔ جبکو پنڈت جی صاحب نے انہوں شکتی سے میرے دلکی روشنی و خواہش کو معلوم کرلیا۔

دوہا

موکش کام گورو شش لکھے تاکو سادہن گیان	ویداوکت بھاگن لگے جیو برہم بھید بہان

مجھے تعلیم برہم ودیا کا مستحق سمجھ کر اوپدیش دیکر اچھی طرح سے گیان مارگ کا راستہ تیلا دیا۔

	دوہا	
پرمانند ملاپ تو جو شش چاہے سو جان		جنم آدک دکھ ناس پن بہرانتی جن سے نہی مان
پرمانند سروپ تو نہیں تو میں دکھ لیس		رچ انباشی برہم چیت جن آسے نہیہ کلیش

غرضیکہ وہ دن ہے کہ میں اپدیش کو پا کر ہمیشہ اسکے ابھیاس میں ساعی رہا۔ اور ملازمت بھی کرتا رہا۔ بعد خاتمۂ ملازمت سنیاس آشرم میں پرویش کی اسی وقت سے ٹھان لی تھی۔

سنہ ۱۹۱۳ء میں بوجہ پچپن سالہ ملازمت سے ریٹائر ہوا۔ تو اول کارخانگی جو درپیش آرہے تھے انکو سرانجام کیا تاکہ کوئی خرابی میری عدم موجودگی میں واقع نہ ہوئے۔ پھر رکھی کیش پہنچکر شری ۱۰۸ برہم نیشٹھ پرم ہنس برہم شروتری علم سنسکرت میں عالم و فاضل اور یوگ سادھن میں بے نظیر کامل و لاثانی شری سوامی کرشنا چاریہ سرسوتی جی مہاراج سے بہ منت و سماجت سنیاس آشرم بامع طریقہ یہ مقدس دھارن (حاصل) کیا۔ مرشد برحق گورو و مرشد یہ برہم ودیا کے وآتما کا شکریہ میری زبان نہیں کہا جا سکے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۳	۳	رجاؤں	سجاؤں
//	۸	دیستی	ریاستی
//	۲۳	شہ	یہ
۱۴۴	۲	کانسنس	کانسنس نس
۱۴۵	۱۵	پرن منی	پران منی
//	۱۶	استان	استھان
۱۴۶	۶	بھو	سو
//	۹	دیکھا	دانندہ
۱۴۷	۷	انسان حرارت	انسان کی حرارت
//	۱۴	تبہ	نبھہ
//	۱۶	بیج	سبیج
//	۲۱	پانی	بانی
۱۵۲	۱۰	پرہم	برہم
۱۵۳	۱۲	پانی	بانی
۱۵۶	۱۱	برہم لین کو	برہم کو
۱۵۸	۲۲	سب ہے	سب میں ہے
۱۶۰	۱۱	سوتہس	سوئمین
//	۱۴	پوسن	پوشن
۱۶۱	۳	مار	نا
//	۹	جیسوں	جنھوں
//	۲۳	ای	اتی
۱۶۴	۳	از بوجود	اندر موجود
۱۶۶	۶	قلزم	قطرہ
//	۱۹	لوہر	گوہر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۶	۱۳	بیستہ	بستہ
۱۶۸	۷	سے کچھ	سے
//	۱۹	مجکو	مجھکو
//	۲۱	ہے	ہے ڈھونڈھو ڈھونڈھ
//	۲۲	جب	جسے
//	//	نہیں	میں
۱۷۰	۴	یاد	باد
۱۷۷	۱۲	تہارا	نہارا
//	۱۵	توہی	توہی ہے
//	۱۶	امرت	مرت
//	۱۸	توہی بہری	توہی پھر
۱۷۸	۶	کاٹر	کائر
//	۱۴	کنار	کنارہ
۱۸۰	۱۱	نہیں	ہیں
۱۸۳	۶	مانی	پانی
//	۲۱	دار	ہ
۱۸۵	۱۸	کوڈ	کونو
۱۸۷	۱۵	پرہم	برہم
۱۹۰	۱۹	نہیں	ہیں
۱۹۱	۱۸	جہی	جبھی
۱۹۲	۱۹	واقع میں	واقع
۱۹۵	۱۰	سہاؤ	ہٹاتا
۱۹۶	۵	یہی	ہی
//	۲۲	رہا بند	دیا بند

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۷	۵	نرد	نرود
//	//	پوستے	برستے
۱۹۸	۱۰	سر	سد
//	۱۵	لت	مت
//	۲۲	نہیں	ہیں
۲۰۱	۵	اس کا	اس کا قدر
۲۰۲	۹	لفظ قوم	دوسرے لفظ قوم
//	۱۰	جاتی	فاق
۲۰۸	۲۲	چبنا	پچھنا
۲۰۹	۱۸	کچھ	پچھ
۲۱۱	۲	محدود	محو
//	۳	پرہیے	پڑہیے
//	۵	پنتیجہ	نتیجہ
۲۱۲	۲۱	غنی	گنی
۲۱۴	۱۰	مقامات	مقامات کو
۲۱۵	۱۰	نہیں	ہیں
//	۲۲	نشکام	سکام
۲۱۶	۲	واپاس	ویاس
//	۵	نشکام	سکام کروں
//	۱۵	بیان	خیال
//	۱۹	کسطرح ہو سکتا ہے	کسطرح برخصو سکتا ہے
۲۱۷	۱۱	چپلتی	چھپتی
۲۲۱	۹	تروسے ریائی	تردوسے ریائی
۲۲۶	۴	ابہاؤں	ابہائی
//	۹	(،	(۴)
۲۲۹	۹	بات	بابت

فہرست اغلاط وصحیح

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	پرہم	برہم	۱۷	۲	مراد	رو	۵۶	۶	بیچے	بیچھے
″	۱۹	ویدوں سے	یوزا ہے	۲۰	۴	سے	سنے	۵۹	۸	بعینہ ہوئی	بعینہ ہوتی ہوئی
۲	۳	تالابو	تالاب	″	۶	مین	رین	۶۰	۱	ہے	سے
″	۶	انیت	اتیت	″	۲۱	بہجن	سیبہجین	″	۱۱	پاپ	آپ
۳	۱۰	سےپر	سبےپر	″	۱۵	پہولیو	بھولیہ	″	۱۵	پن	سپہن
″	۱۴	روہر	رودر	۲۱	۱۹	سنت	ست	۶۱	۹	سجن	شخص
″	۲۰	ویینے	بینے	۲۲	۱۰	تیل	نیل	″	۱۷	تین	میں*
۴	۱	واسے	واسے	″	۱۵	سے	ہے	″	۲۲	عقلاً	تحقیقاً
۵	۱۱	پرتو	پرتو	″	۱۹	اونچت	اوچت	۶۳	۸	جانا	چاہنا
″	۱۶	آنا	آتما	۲۷	۱۰	بیوہا ر	بیوہار	″	۱۸	وفوز	وفور
″	۲۰	ہفن	ہنس	۲۹	۶	میں	ہی	۶۵	۵		پاتنجل شاستر مہاسنی پاتنجلی کی تصنیف ہے اس میں اشٹانگ یوگ کونات میں عمل کا طریقہ بتلایا گیا ہے
″	۲۱	ہبنس	اسکا	۳۲	۹	سلرگنیش	مصرگنیش				
۶	۲	صاحب	صاف	″	″	بہلاد	لیلادہر				
۷	۳	کریموں	کرموں	۴۴	۱۸	محبت	صحبت				
″	۹	پرہم	پرم	۴۵	۱۳	گلپتا	کلپتا	۶۵	۵	(۳) پاتنجل شاستر	(۴) سانکھ شاستر
۸	۳	سے	کے	۴۶	۱۹	پالی	پانی	″	۷	(۴)	(۵)
″	۱۲	یاں	یہاں	۴۸	۲	آشار	آدہار	۶۶	۸	گیان	بہان
۱۲	۷	آئید	امید	۴۹	۳	عام کوگوں	عام لوگوں	۶۸	۱۰	اس	رس
″	۱۸	موجوات	موجودات	۵۰	۱	سلوہان	سلودہان	″	۱۸	ہوئے	سوئی
۱۴	۱	براہانڈ	برہمانڈ	۵۱	۴	افرلیست	دفتریست	″	۲۱	کینا	کیتا
۱۶	۲	یہ	جہہ	۵۲	۱۸	ور	اور	۶۹	۱۷	جھوکے	چھوٹے
″	۴	پائیں	بائیں	۵۵	۱۱	درسیئے	ورسپے	۷۰	۱۶	جوجو	جوجو میں

نقصان ہوجاتا ہے اور محویت کا عالم باقی رہتا ہے جہاں نہ خاموشی ہو نہ گفتار نہ حرف ہو نہ صورت نہ نشان ہے نہ بے نشان

نہ مکان ہو نہ لامکان نہ اسم ہو نہ صفت نہ نام ہے نہ روپ صرف ایک عالم محویت کا ہے جو نا قابل بیان کا سرور ہے۔

بھگتی کسے کہتے ہیں؟

بھگتی کے تین درجے ہیں (۱) سنگ دگلی یعنی کسی دیوتا کی مورتی کی پرستش۔ اس کا مدعا یہ ہے کہ کوئی مرکز خیال قرار دیکر اسپر نظر اور توجہ قائم کیجائے جس سے قلب ساکن ہوجائے اور خیالات پریشان دل سے دور ہوجائیں یہ بھگتی قسم ادنیٰ شمار کی جاتی ہے۔

(۲) اوسط درجہ کی بھگتی۔ خالق اور معبود کی پرستش ہو یعنی اپنے کو معبود سے جدا اور علٰحدہ۔ اس بھگتی میں انسان اپنی ہستی ہستی مطلق سے جدا جانتا ہے۔ اور اسکی پرستش کے ذریعہ اس میں وصل کا طالب ہوتا ہے۔ خواہش اور طلب قائم رہتی ہے اس وجہ سے یہ اوسط درجہ کی بھگتی قرار دی گئی ہے۔

(۳) اصل بھگتی وہ ہے کہ انسان تمام خواہشات سے جو خواہش ہو اُس ذات مطلق کی یاد اپنی پندار ہستی کو ترک کرکے کرتا ہے اس صورت میں وہ ہر وقت ذات میں اصل اور مسرور رہتا ہے اور خوف مرگ سے آزاد ہوکر زندگی (جیسا کہ قسمت اسکی رکھے) بسر کرتا ہے۔ ہر حال میں مطمئن اور مسرور رہتا ہے۔ اس بھگتی کا نام ابید بھگتی ہے۔

عارف کون ہے؟

وہ شخص جو حق کو تسلیم کرکے آزاد ہے نہ کہ وہ جو باطل میں گرفتار ہے اور ساتھ ہی کہتا ہو کہ میں عارف ہوں۔ اعتقاد راسخ سے غور کرنے پر سمجھے تصدیق ہوجائیگا کہ یہ عالم وابستگی کے قابل نہیں ہے۔ ایسا ثابت ہوگا کہ کوئی خواب میں خواب دیکھ رہا ہے یا کہ سراب میں آب کی جھلک نظر آتی ہے۔ جبکہ صورت حال یہ ہے تو پھر انسان کیوں عقل و دانش سے اسکو سچا جانتا ہے۔ تمام بزرگ علماء کا اتفاق رائے ہے کہ دنیا میں دل لگانا اور عالم سے بے رنج اور بے خبر ہونا واجب ہے۔

نظم

آنکھ ہو تو دیکھ بدن کے ہر شے میں اللہ
جب تپ دان کیجیو تیرے سے یہی کام بھلا
بہو ساگر سے پار لگانے کو ست گرو ملا
تو تیرا ہیں میرا سپنے کا سا سب میلا
آج انباشی آتم جانے ہوئے خیر صلا

ہر شے میں احد قلب کو صاف کرو اللہ
انت سمے پریت ساتھ نہیں جائے ایک چھلا
جھوٹا ہے وار است مترما پی کار لالا
آپا جان سکبی ہو جا آپ یہی نیک صلا
مکت آنند جو ہے سب تج جانا ہو ایک پلا

ل ـــــ ماس ـــــ ش ـــــ ل

اوّل ــ دوم ــ ثانی ــ ثالث

اب جیسا کہ خواب میں خواب بین کے علاوہ دوسری چیز نہیں ہوتی۔ مگر روز مرہ۔ گندہ۔ ذائقہ۔ دیکھنا لمس سُننا معلوم ہوتا ہے۔ گویا اندریاں الگ الگ کام کرتی معلوم ہوتی ہیں مگر ایک من کے سوائے اور کچھ چیز نہیں ہے۔ گویا من کی اندریاں روپ ہو رہا ہے اسی طرح جاگرت کو سمجھو کہ اندریاں کوئی چیز نہیں ہیں صرف من ہی مختلف روپوں میں خواب کی طرح تماشے دکھا رہا ہے اسواسطے دانا آدمی باقی کو من میں اور من کو بدھی میں روکے یعنی جس خزانے میں سے من نکلا ہے بدھی کا ایک سروپ ہے اور نشچے آتمک غیر متحرک لبیط و محیط برتی گیان ہے جس کا انوبھو سمادھی میں ہوا کرتا ہے اور بدھی ہرنیہ گربھ سے جدا نہیں ہے اس واسطے بدھی کو سمیت ہرنیہ گربھ میں لے کرے اور مت کو شانت آتما۔ شدھ بدھ گیان سروپ سچدانند میں۔

ترک کے کیا معنے ہیں؟

ترک کی چار قسمیں ہیں

سر برہنہ نیستم دارم کلاہ چار ترک	ترکِ دنیا۔ ترک عقبیٰ۔ ترک مولا۔ ترک ترک

(۱) استھول تیاگ مراد ہے۔ گھربار۔ مال و دولت۔ زن و فرزند۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ جاہ و حشمت کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلا جانا اس صورت میں اپنا بار دوسروں پر پڑتا ہے۔ اگر فکر و تعلقات دامنگیر رہے تو کوئی نتیجہ اس ترک کا نہ نکلا۔ بلکہ فکر نان وافزایش پندار ہوئی کہ ترک دنیا کی صرف اہل عالم کی نظر میں عظمت و فضیلت ثابت ہونے کے واسطے ہے۔

اگر تعلقات کو دل سے رفتہ رفتہ ہٹایا جائے تو ترک دنیا اسی دنیا میں رہکر حاصل ہو سکتی ہے۔ دنیا قائم رہتی ہے مگر دلبستگی اس میں نہیں ہوتی یہ مراد ترک دنیا اور استھول تیاگ ہے۔

(۲) ترکِ عقبیٰ سوکشم تیاگ ہے یعنی جو افعالِ نیک اس طمع سے کئے جاتے ہیں کہ عقبیٰ میں انکا اجر نیک ہمکو ملیگا اور شرات بہشتی سے ہم کامیاب ہونگے۔ یہ فعل بالمعاوضہ ہے۔ اور پندار۔ وجود سے سرزد ہوتا ہے۔ خواہش اور پندار سے خالی نہیں ہے فعل کو محض فرض جانکر انجام دینا اور نتیجہ فعل سے نظر اٹھا لینا ترک عقبیٰ ہے۔ اور یہ بھی اس دنیا میں حاصل ہو سکتا ہے۔ جب نتیجہ فعل سے نظر اٹھ جاتی ہے تو فعل قدرت کا ہو جاتا ہے۔ اور انسان عذاب و ثواب جزا و سزا سے بری ہو جاتا ہے۔ اس صورت کو ترک عقبیٰ کہتے ہیں (۳) ترک مولیٰ کا مفہوم یہ ہے کہ جب نفس خواہشات سے پاک ہو جاتا ہے اور بے پندار افعال سرزد ہوئے اور سوکشم تیاگ ہو چکا تو آئینۂ دل میں نورِ وحدت کا جمال جلوہ آرا ہوا۔ اور تمام عالم کون و مکان اس جلوہ سے منور نظر آگیا۔ اور ذرہ ذرہ میں آفتاب ذات درخشاں نظر آیا۔ اسوقت وہ کیفیتِ قلبی جو عبد اور معبود او بندہ اور مولیٰ کو دوگانگی ظاہر کر رہی ہے معدوم ہو جاتی ہے اور سوکشم اہنکار کا تیاگ ہو جاتا ہے اور جلوۂ توحید میں بندہ اور مولیٰ کا تفاوت محو ہو جاتا ہے۔ اور اسی کو ترک مولیٰ کہتے ہیں۔

(۴) ترکِ ترک جزویت کلیت میں مبدل ہو کر جزو کل واحد نظر آتے ہیں۔ یہ ترکِ ترک تیاگ کی سب سے اعلیٰ منزلت ہے جس میں ہر عالم کا

گیان برہم کا سروپ ہے۔ پس جس جس شے کا ہمیں گیان ہوتا ہو اُس ایک ایک گیان کے پس پشت حقیقی یعنی شدھ ساکشی کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ گیان کا امکان ہی نہیں۔ اِس واسطے برہم گیانی ایک ایک گیان کے ساتھ برہم ساکشی جانتا ہے۔ یعنی یہ انوبھو کرتا ہے کہ میرا شدھ گیان سروپ آتما گیان کے ایک ایک عمل میں ہے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس میں نہ ہو۔ لہٰذا آمد دنیوی اور جاہ و ہوس سے منہ موڑ دو اور ہر چیز کو اس نظر سے دیکھو کہ آتما یعنی میرا اصلی سروپ ہے کہ جس طرح خواب کی ہر ایک صورت خواب بیں کی ذات محض ہے جب سب میں آپکو اپنے آپ میں سب چیز نظر آنے لگیں گی اُس وقت اپنے آپکو لا فانی انوبھو کرو گے۔ یہ حالت جیتے جی ہم پہنچانی چاہیئے۔ مر گئے تو پھر کیا ہوتا ہے۔

سوامی رام تیرتھ کا بھجن

میں ہوں خود ہم یہ کر ابھیاس
میں ہوں خورشید تیرا نور آپ
چھڑ ہیئے اُوپر کو اصل آپ کو
دان ہوتا ہے تین قسموں کا
علم کا دان عمر بھر کے لئے
سب سے بڑھکر تو ہے تیسرا دان

میں نہیں جسم و ہم دور کر دو اس
میں ہوں شمس و بزم جاہ و جلال
زندگی تم میں بھی رشی کی ہو
آن کا علم کا اور عرفاں کا
جسم سوکشم کو کر غنی دیوے
دان عرفاں کا گیان ہی کا دان
ترک دنیا کی ترک آخرت کی ترک

میں ہوں بے لوث پاک اعلیٰ ذات
دیہہ سوکشم اور کارن کو
مہر روشن ہوا تماشے ترا
آن کا دان ایک دن کیلئے
دان عرفاں کا تا ابد قائم
ایک ہی دم کا یہ پسارا ہے
ترک مولیٰ کی ترک۔ ترک کی بھی ترک

جہل کی ہو کبھی نہ جیسں رات
چیر کر جسے مہر روشن کو
یہی سنسکرتی رسم کا تھا
جسم ستھول کی تقویت کیلئے
کہ سرو بازل میں رہے قائم
سب میں اہل ہو سب نیا ملے

آتم پد کو آدمی کس طرح پہنچ سکتا ہے

دانا آدمی سے حقیقت کا ابھیاس کیا کرے۔ اِس طرح کہ تمام دنیا کی چیزیں مہابھوتوں یعنے خاک۔ آب۔ آتش۔ باد۔ آکاس سے ملکر بنے ہیں پس یہ خاک۔ باد۔ آب۔ آتش۔ آکاس ہی ہیں انکے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں۔

خاک کا علم گندھ سے ہوتا ہے۔

آب کا علم رس یعنی زبان سے ہوتا ہے۔

آتش کا روپ آنکھ سے۔

وایو کا لمس سے یا سپرس سے۔

آکاس کا شبد کے طور پر کان سے۔

جیون مکت اور بدیہہ مکت کیا چیز ہے ؟

جب آدمی کو یہ سمجھ پیدا ہوجاتی ہے کہ میں شدھ گیان سروپ آتما ہوں اور دنیا اور شریر دنیا خواب کے نقشے ہیں جن سے ہمکو ذرا بھی تعلق نہیں ہے تو وہ جیتے جی مکت ہے۔ اور ایسا شخص جس وقت اس دنیا سے رخصت ہوگا بدیہہ مکت ہے۔

دنیا کو کس نظر سے دیکھنا چاہیئے

دنیا کو اس نظر سے دیکھنا چاہیئے کہ سب میں ایشور ویاپک ہے۔

ویاپک کی تشریح کیا ہے

ویاپک یا غیر محدود وہ کہلاتا ہے جس میں تین قسم کی محدودیت نہ ہو یعنی تینوں زمانہ میں ماضی مستقبل۔ حال میں ہو۔ ہر جگہ اور ہر چیز میں ہو۔ جیسے خواب دیکھنے والا اپنی خواب کی صورتوں میں ساری ہوتا ہے۔

سوال۔ آکاس۔ کال۔ ایشور۔ ویاپک ہیں ؟

جواب۔ نہیں۔ کیونکہ یہ ہر ایک دوسری چیز کو محدود کر رہا ہے۔ مثلاً آکاس کے ساتھ کال نہیں ہے۔ اسواسطے محدود ہوگیا۔ ایشور کو لوگ اپنے سے جدا مانتے ہیں۔ اسواسطے انکا ایشور سرو ویاپی نہیں ہوا۔

آتما کو کس نے جانا ؟

جس شخص نے یہ انوبھو کیا کہ آتما سچدانند برہم بیرونی چیزوں کی طرح میرے گیان کا بشے نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس طرح تو ہمیشہ غیر معلوم ہی رہتا ہے۔ اسکے برعکس جو یہ مان رہا ہے کہ میں نے برہم کو جان لیا۔ اسنے ہرگز نہیں جانا۔ بلکہ مایا کی کسی وہمی صورت یا حالت کو جانا ہے۔ اور فہم ناقص میں اس کلپنا کو برہم جان بیٹھا ہے۔ کیونکہ عالم۔ علم۔ معلوم۔ تینوں چیزیں موجود ہیں۔ یعنے میں نے اپنے علم سے برہم کو جان لیا۔ وہ اگیان ہی میں پھنسا ہوا ہے۔

برہم کا انوبھو آتما یعنے جاننے والے کی آتما۔ یا ذات خاص ہو کر ہوا کرتا ہے۔

اس حالت میں تثلیث اور دوئی کچھ نہیں رہتی ہے۔ ایک یکتائی ہی یکتائی رہتی ہے۔

برہم کے انوبھو کرنے کا طریق کیا ہے اور اس سے کیا فائدہ ہے

جواب۔ برہم اچھی طرح اسی وقت جانا جاتا ہے جب آدمی اُسے علم کے ہر عمل کا ساکشی جانے اور ایسا جاننے والا۔ لافانیت کو پہنچتا ہے۔ آتما سے طاقت پاتا ہے اور لازوال ہے اور گیان سے لافانیت۔

تمام چیزیں نام و صورت کے مجموعہ کے خواب کے نقشوں کی طرح جھوٹی ہیں۔ اُنکا انوبھو جب ہوگا گیان میں ہوگا۔

صبح ہوگئی اور کبیر صاحب نے نہیں کہا کہ کچھ تو بھی سو رہ جب صبح درویش صاحب اُٹھے تو کبیر صاحب کو بدستور پیر دباتے ہوئے پایا درویش صاحب کبیر صاحب سے بہت خوش ہوئے اور گویا ہوئے کہ کچھ مانگ کیا مانگتا ہے ہم تجھ سے بہت خوش ہیں۔ کبیر صاحب نے جواب دیا کہ مہاراج آپکا دیا ہوا سب کچھ ہے۔ درویش صاحب نے بہت اصرار سے کہا اور بار بار کہا کہ کچھ مانگ لے جو مانگتا ہے۔ ہم تم سے بہت پرسن ہیں۔ اِس اصرار پر کبیر صاحب نے کہا کہ مہاراج آپ مجھے دے سکتے ہیں تو غریبی دیدیجے۔ درویش صاحب کبیر صاحب کا یہ کلمہ سُنکر چکر میں آگئے اور سوچنے لگے کہ میں سب کچھ دیکھتا ہوں اور سب کچھ ہے۔ اگر میرے پاس گنجایش نہیں ہے تو اِس غریبی کی نہیں ہے۔ اے پیارے متر! اس غریبی کی قدر کرنی چاہیئے۔ جو خزانہ دو جہان میں ڈھونڈے نہیں ملتی ہے۔ ؎ اے بلا آ کہ تو بہبود کی صورت ہوگی | تجھ میں مخفی میرے معبود کی صورت ہوگی

دُکھ ہے پیارا مجھے یہ سُن کے نہ ہونا ناشاد | دُکھ سے ہے خانۂ دل جلوۂ حق سے آباد
دُکھ جو آتا ہے تو اِس دُکھ کے بہانہ سے وہیں | مجھے اے دوست خدا آتا ہے رہ رہ کر یاد
عیش و عشرت میں بھلا دیتا ہوں دل سے حق کو | دُکھ میں یاد آتا ہے حق تا کہ ہوں دُکھ سے آزاد
دکھ نہوتا جو زمانے میں فقط سکھ ہوتا | ہوگیا ہوتا زمانہ ہی کبھی کا برباد
دُکھ کے پردے میں نہاں یار کا جلوہ دیکھا | دُکھ سے کرتا ہوں میں دلدار سے داد و فریاد
میرے حق میں ترا آنا ہے مبارک اے دکھ | چاہ سے دیکھتا رہتا ہوں میں تیری اُفتاد
دُکھ ہے وہ چیز کہ نظروں میں مری راحت ہے | دُکھ کو ہرگز نہ کہو رنج ہے اور کلفت ہے

دیگر

برگ عیش بے خزاں از بے نوائی یافتم | آنچہ مے جستم و شاہی از گدائی یافتم

دیگر

اگرچہ ہست بظاہر خراب درویشی | ز وصلِ گنج بود کامیاب درویشی
آشنائے حق شد آنکس کز جہاں بیگانہ شد | ہر کہ زیں دریا برآمد۔ گوہر یک دانہ شد

دعا خدا سے

چاہئے اللہ کی درگاہ میں دُنیا مانگے | آج دنیا میں نہیں اُس سا کوئی بد افعال
مانگ یہ حق سے تعلق نہ ہے دنیا سے | مانگ یہ حق سے نہ دل میں ہے دنیا کا خیال
قربِ حق۔ حق سے طلب کرتے ہیں مردانِ خدا | دکھ دنیائے دنی جان کا ہی جنجال

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ سب تکالیف دنیا ایشور ہی سے ظہور میں آ رہی ہیں۔ تو بھی انسان کو اس میں خوش ہی ہونا چاہیئے کیونکہ اپنے پیارے سے پیارے کی بھیجی ہوئی ہیں۔ ؎

پاس تھیں وہ اُسنے خود ہی ہر ایک بشر کو دے رکھی ہیں۔ مانگنے کی ضرورت ہی کیوں محسوس ہوتی۔ اگر حاکمِ دو جہاں ہے تو ہماری بلا سے۔ ہمیں تو وہ اسقدر بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ہماری مانگی غریبی بھی وہ ہمیں دے سکے۔ یہ سوال بھی ہمنے تو فضول سا ہی کیا ہے اُسکے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے وہ دے ہی کیا سکتا ہے۔ پس جو اُسکے پاس نہو وہی مانگنا چاہیئے۔

معترض۔ غریبی اُسکے پاس کیوں نہیں ہے۔ دنیا میں سینکڑوں آدمی غریب اور محتاج ہیں جنکے پاس نہ کھانیکو دانہ نہ پہننے کو کپڑا ہے

جواب۔ تمہارے بیان سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا منصف نہیں ہے کہ سینکڑوں کو غریب بنایا اور کسی کسیکو مالا مال کیا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے

معترض۔ اُسنے کیا بنایا۔ اُسکو نا منصف کہنا روا نہیں ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے کرموں کا پھل پا رہا ہے۔

جواب۔ جب اپنے اپنے کرموں کا پھل پا رہے ہیں تو وہ ضرور پاوینگے۔ مانگنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

معترض۔ چونکہ وہ ذات فرش سے عرش تک احکم الحاکمین ہے اُس سے مانگنا ہی چاہیئے۔ کیا عجب کہ اُسکو رحم آجائے اور اپنی استدعا مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہوجائے۔

جواب۔ تو ہمکو غریبی ہی ایسی نعمت معلوم ہوتی ہے کہ ہمیشہ اُسکی یاد سے سرشار رکھتی ہے اور جسقدر امیر و کبیر ہیں نشۂ دولت میں مست و فراموش ہیں بقولیکہ ؎

ز بیکسی چہ شکایت کنم بہر ناکس   کہ بیکسی بکس بیکساں رساند مرا
تہی دستی رست ساز و نفس کجرفتار   پیچ و تاب از وسعتِ رہ میفزاید یار را

معترض۔ البتہ یہ تو ٹھیک ہے مگر مجھے اسکی نسبت بہت شک ہے کہ ایسا کیوں ہے کہ کوئی امیر ہے اور کوئی غریب۔

جواب۔ جسقدر سنت۔ مہاتما۔ فقیر۔ درویش کامل ہوئے ہیں وہ سب غریب و بھکشو تو ہیں ہی کہ بہت سے دولتمند و ساہوکار ریاست دار و حاکم و راجہ و مہاراجہ انکے آستانہ پر سجدہ کرتے ہیں اور انکی نظرِ عنایت کے منتظر حاضر و کمربستہ رہتے ہیں تبلاؤ کیا فخر ہے بقول ؎ گرچہ دست اہلِ دولت ہست در ظاہر بلند   دست اربابِ دعا بالاترین دست ہاست

ایک قصہ ہے کہ سری بھگوان کبیر صاحب کی آزمایش کو نکلے۔ کبیر صاحب ایک روز کپڑا بیچ کر گھر آئے تو دروازہ پر ایک درویش کو دیکھا۔ درویش صاحب نے کبیر صاحب سے سوال کیا کہ ہم بھوکے ہیں کھانا کھلواؤ۔ کبیر صاحب کے پاس جو دام کپڑا بیچنے سے وصول ہوئے تھے اُنکا وہ سامان خورد و نوش لائے اور کھانا تیار کرایا۔ جب کھانا تیار ہوگیا درویش صاحب کو بلایا گیا اور اُنکے سامنے رکھا۔ درویش صاحب نے کل سامان نوش جان فرمایا۔ اور پھر کہا کہ ہم بھوکے ہیں۔ پھر اور کھانا لایا گیا۔ غرضکہ جسقدر سامان تیار ہوا تمام درویش صاحب نے تناول کرلیا۔ گھر والوں کیواسطے ایک ٹکڑا نہ بچا۔ حالانکہ کئی روز سے گھر کے سب لڑکے بچے فاقہ سے تھے اور کسی کی پیشانی پر شکن نہ آئی۔ فاقہ مستی میں خوش و مست تھے۔ اب درویش صاحب سو گئے اور کبیر صاحب پہرہ دے رہے ہیں۔ مگر وہ اے درویش

جو پریم پجاری ہے اسکو مندر مسجد یکساں دونوں — اللہ کا گھر ہو کوئی ہو کعبہ نہ سہی بت خانہ سہی
ایک پریم کا ساغر پیتا ہوں۔ پینے سے مطلب ہے مجکو — گر ساغر زریں پاس نہیں۔ ٹوٹا ہوا اک پیمانہ سہی
یہ کر وہ کپٹ کی ہے دنیا بچکر چلتا ہوں دنیا سے — کہتے ہیں سب دیوانہ تو۔ اچھا میں دیوانہ سہی
میں ہر کی مالا جپتا ہوں دنیا سے نفرت کرتا ہوں — اِک شانتی من میں ہے میرے سنسار سے بیگانہ سہی

آجکل اشانتی کا مول کارن یہ ہے کہ دن بدن روحانیت سے پریم گھٹ رہا ہے۔ مادہ پرستی کا زور بڑھ رہا ہے۔ جبتک سنسار کے اگ ایشوری گیان وید کے شانتی دائک اُپدیش کو نہیں سنتے۔ تب تک سچائی۔ پریم محبت اور شانتی کا راج محال و ناممکن ہے جبتک انسان سچ و جھوٹ۔ اصل و نقل۔ جسم و جیو۔ جگت اور جگدیش میں تمیز کرنا۔ اور سچ سے پریم کرنا نہیں سیکھتا تب تک سنسار میں شانتی نہیں ہو سکتی ۔ شانتی کے مفصلہ ذیل چھ سادھن ہیں۔

(۱) پران سروپ آتما ستیہ سار اور امرت ہے۔ آتما کا گیان ہو جبر۔ وہیر۔ گمبھیر بنا کر موت کے خوف سے بچاتا ہے۔

(۲) آتما کے بغیر جسم استیہ اور اسار وستو ہے۔ اور یہ بھسم ہونے کے قابل ہے جسم نقل ہے۔ آتما اصل ہے۔ اصل کی تشٹی اور پشٹی سے انسان کو پورن شانتی ملتی ہے۔

(۳) جیو آتما کرم یوگی ہے۔ اسکو چاہیئے کہ کرم کرتے ہوئے مکتی دھام کو پراپت ہو۔

(۴) انسان کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ مالک کل "اوم" کا سمرن کیا کرے۔ اور رب العالمین کے بندوں کی بہتری سوچا کرے۔

(۵) بھگوان کی بھگتی اور پریتی سے آتما کا بل بڑھ جاتا ہے اور من کی تمام منو کامنائیں پوری ہو جاتی ہیں۔

(۶) انسان کو چاہیئے کہ وہ ہر روز کچھ نہ کچھ وقت من اور اندریوں کی نگرانی کرکے اصلاح کیا کرے تاکہ استیہ وار پریہ شبد نہ نکلے ۔

دیا اپنی خودی کو جو ہم نے مٹا — وہ جو پردہ سا بیچ میں تھا نہ رہا — رہے پردہ میں اب نہ وہ پردہ نشیں — کوئی دوسرا اسکے سوا نہ رہا
نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر — رہے دیکھتے اوروں کا عیب و ہنر — پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر — تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا
ظفر آدمی اسکو نہ جانئے گا — گو ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا — جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی — اور طیش میں خوف خدا نہ رہا

خدا سے کیا مانگنا چاہیئے؟

جواب۔ غریبی۔ ناداری۔ مفلسی۔ بیکسی۔ کم بختی۔ دکھ۔ درد۔ مصیبت۔

معترض۔ واہ پیر صاحب خوب سبق دیا۔ مالک دو جہاں سے مانگنے۔ اور پھر غریبی و بیکسی یہ مسخر کا کلمہ آپ بجائے نصیحت اب مخول کرتے ہیں

جواب۔ پیارے جگیاسو! مجھے تو اسکے سوائے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ کہ اُس پاک پروردگار سے مانگوں۔ کیونکہ جو جو چیزیں وہ شیا اُسکے

خواہش کبھی پوری نہیں ہوتی - بقول کبیر صاحب -

کبیر دھیرج کے دھرے ہاتھی من بھر کھائے
اِک ٹکڑے کے کارنے کتا گھر گھر جائے

خواہش کا بجھاؤ آگ میں روغن ڈالنا ہے جیسے کہ کہا ہے - اول روپیہ کی خواہش ہوئی اور جب روپیہ مل گیا تو مکان و جائداد کی خواہش عود کرتی ہے اور جائداد حاصل ہونے پر اسباب فراہمی کی رغبت ہوتی ہے - یہ بھی بہم پہنچے تو عزت و شان سے زندگی بسر کرنے کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے اور پھر شادی کرنے کو اور اسکے بعد اولاد پیدا کرنے اور لڑکا ہونے اور بعد مرگ نام چلنے کی خواہش ہوتی ہے - غرضکہ یہ سب پدارتھ و سامان بہم پہنچ جائے - تب بھی شانتی نصیب نہیں ہوتی - اور یہ آرزو ہوتی ہے کہ کسی طرح سورگ کے بھوگوں کو حاصل کروں - بقولیکہ "چشم حریص پُر نشد"

اس لئے تو خواہشوں سے اپنا ناطہ توڑ دے
موہ اور مایا سے تو ہمبندھ رکھنا چھوڑ دے
زندگی کا لطف گر چاہتے تو آزادی میں ہے
بے تعلق جان شیریں کا پھنسانا چھوڑ دے

رباعی

جسنے سب خواہشوں کو جی سے چھوڑا
بے خواہش ہو کے جو زمانے میں رہا
وق جسکو نہ ہے خاموشی کا سے خیال
دنیا میں ہے شانتی اُسی کا حصہ
دل لگانا کفر ہے عارف کے مذہب میں یہاں
یادوش آزاد رہنا معرفت ہے لا بیاں
موت کے آنے سوا چکر سے آزادی نہیں
قطع اُلفت کے سوا اور ان سے شادی نہیں

سعدی کا قول ہے

لت خوردن از تمنائے دولت برائے چہ
خواہی کشیدن از پئے عزت برائے چہ
گرچہ بدست بخل زمرداں وسے بخیل
گر مال خود نداد عداوت برائے چہ
نالی زبے مروتی اہل روزگار
اما بگو ز بے مروت برائے چہ
مطلب اگر گذشتن عمر است در خوشی
بگذر ز مطلب این ہمہ زحمت برائے چہ
بگذر از آں دکاں کہ خریدار نیستی
بیہودہ جنگ بر سر قیمت برائے چہ

وویک چوڑامنی

بے ورتنا خاموشی سے بڑھکر اور کوئی آنند ایک نہیں ہے - ورتنا کے ترک سے ہی شانتی پراپت ہوتی ہے -

دھن پاس نہیں ہیں فقیر ہی ایوان نہیں خمخانہ ہی
اُس پریم کی بھکشا مانگتا ہوں - اچھا نہیں گر اچھا نہی

مکت آنند کی خواہش ہے یونہی زندگی کے دن کٹیں	لے کوئی دیکھے نہ جانے اور نے سمجھے مجھے
اور جب وہ آئے لینے کو جسے کہتے ہیں موت	رونے والا ہو نہ کوئی بر سر بالیں ترے

گیتا ادہیائے ۱۸ منتر ۵۵

سروذات - وصلِ ذات کا طریقہ سری کرشن بھگوان نے بتلایا ہے؟

جذب کامل سے ہو جب پیشِ نظر میرا جمال	عشق کر دیتا ہے مجھ میں میرے طالب کا وصال

در وادیٔ عشق صرفِ جاں	زیبا بود و بہ پیشِ جاناں	دیگر	آنکو کہ فدائے عشق یار است	و را بہ تن و بجان چہ کار است
بیجان و تن ست در تن و جان	آرام گہش کنارِ جاناں		در بحرِ فنا قدم گذارد	پروائے وجود و جان ندارد
در راہ یگانہ خاک گشتہ	از موت و حیات پاک گشتہ		باید کہ دولت صفا پذیرد	جز رنگ یگانگی نہ گیرد
	این است دلی رہ خدائے		جز ایں ہمہ باطل و ہوائے	

شانتی کِسکو نصیب ہوتی ہے؟

جواب - جو شخص خواہش ہین رکھتا ہے۔ کیونکہ سب درد و دکھ کی جڑ خواہش یعنی ورِستا ہی ہے۔

چاہ گئی۔ چنتا گئی - منوا بے پرواہ	جن کے کچھ نہیں چاہیے سو ہی شہنشاہ
گئو دھن گنج باجے دھن اور رتن دھن کھاں	جب آئے سنتوش من سب دھن دھور سمان
چاہ چماری چوہڑی ات نیچن کی۔ نیچ	یہ تو پورن برہم تھا جو چاہ نہ ہوتی بیچ

اور سنو! - جو شخص اس طلسم آباد دنیا کے کثرت میں وحدت دیکھتا ہے جسکو اس موت بھری دنیا میں زندگی نظر آتی ہے۔ جو اگیان بھری دنیا میں گیان کی روشنی پر نظر ڈالتا ہے اُسی کو دوامی شانتی نصیب ہوتی ہے۔

ایسا واسیہ انپشد میں آیا ہے کہ کسی کے مال کا لالچ نکرو۔ مال سے مراد صرف روپیہ اور زیور ہی نہیں ہے۔ بلکہ دولت عزت۔ حشمت۔ ثروت۔ کھانا۔ پینا۔ سواری۔ شکاری۔ لباس وزن و فرزند۔ مکان و جائداد و املاک۔ غرض جن چیزوں میں دنیا کی وابستگی ہوا کرتی ہے وہ سب ہی مال میں شامل ہیں۔ شرتی اس سے بیراگ کی ہدایت کرتی ہے کیونکہ یہ کسی کی بھی نہیں ہیں محض خواب کی سی صورتیں ہیں کہ ابھی ہیں ابھی نہیں ہیں۔ دم کے دم میں امیر مفلس بن جاتے ہیں۔ بااختیار آدمی بیکس و بے بس ہو جاتے ہیں۔ بیمار و صحت مند بیمار ہو کر مر جاتے ہیں۔ ایسی ناپائدار چیزوں میں کیا دل لگانا جس کا نتیجہ دکھ ہی دکھ ہو۔ بس اشیار دنیا کی طرف سے بذریعہ دوویک طبیعت میں بیراگ پیدا کرنا چاہیئے کیونکہ مرو زیرک کو بیراگ ہی شانتی کا زینہ خاص ہے۔ کیونکہ

ادہیائے ۸ منتر ۶۵

رباعی

میری خاطر کر ریاضت مجھ میں اپنا دل لگا
بجھے میں کرتا ہوں وعدہ اُس کو سچا جان لے

میرے پیارے مجھکو دے تعظیم مجھ پر ہو فدا
بہرہ ور ہوگا تو آخر کار میرے وصل سے

سر رشتۂ دولت اے برادر بکف آر
سرکو جو حرص و ہوس سے ترا
جو خودی کے مرض سے ہے تو جدا
تجھے آبرو کا ہے خیال اگر
جسے ڈھونڈ رہا تھا عدم میں کبھی
جو ہے قطرۂ بحرِ عمیق لقا

این عمر گرامی بخسارت گذرد
سوئے راہِ نجات گذر ہی نہیں
تو ہو سامنے جلوۂ نورِ خدا
تو بیشک نہ تو بجز جہاں میں بشر
کبھی دہر میں جسکی تلاش رہی
تو شکلِ حباب نہ سر کو اُٹھا

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال
اسے جانے تو کیا اے اسیرِ بلا
ابھی پردۂ رخ وہ اُٹھا دے مگر
کہ جو قطرہ صدف میں بنائے نہ گہر
رگِ جان سے وہ تیری قریب تھا
کہ جو سیل طریقتِ حق سے ملا

میدار نہفتہ چشم دل جانب یار
تجھے آپ جب اپنی خبر ہی نہیں
ترے جذبۂ دل میں اثر ہی نہیں
وہ گہر ہی نہیں وہ گہر ہی نہیں
تری آنکھیں تو ہیں پہ نظر ہی نہیں
وہ اُٹھا سکے سر یہ جگہ ہی نہیں

نظم

جل میں تو ہی تھل میں تو ہی پھول میں پھل میں تو پربھو
اندر تو ہی باہر تو ہی۔ روم روم میں تو پربھو
یہ ندیاں جو جل بھر بہیاں بلبلا بیچ میں تو پربھو
باغ میں جلوہ دیکھا تیرا۔ پھول میں ہے خوشبو پربھو

ہم دکھیا ہیں در پہ تیرے نیا پار لگائے گا تو پربھو
یہ جگ آپ رچایا ایشور سب وشوں میں تو پربھو
یہ ندیاں جو سوکھ گئیں ریت میں چمکا تو پربھو
میں دکھتی ہوں در پہ آیا شرن رکھے گا تو پربھو

گوشۂ تنہائی

خوش ہے وہ انسان جسکی خواہشیں محدود ہیں
مطمئن مسرور آزادی کی کھاتا ہے ہوا
جسکی بھیڑیں دودھ سے اور کھیت غلہ سے مدام
سائے میں جسکو درختوں کے ہے گرمی میں بہشت
جسکے گھنٹے یوم۔ ماہ اور سال اُڑتے جاتے ہیں
تندرستی اور سکون قلب حاصل ہیں جسے
جسکی راتیں چین سے ہوتی ہیں بے کھٹکے بسر
جھولنا جس کا جھلاتے ہیں فرشتے رات کو
زندگی اِس شخص کی ہے درحقیقت زندگی

کر رہا ہے کنج تنہائی میں تنہا وہ بسر
دُور جھگڑوں سے بکھیڑوں سے جہاں کے بیٹھکر
کرتے ہیں خدمت گذاری اور فکر زندگی
اور سردی میں جسے ہے آگ سے نعمت ملی
لے کے خوش حالی و آزادی کو اپنے ہمرکاب
اور معصومی کتاب زندگی کا جسکی باب
کیونکہ خدشہ چور کا اسکو نہ ہے دشمن کا ڈر
اور بیکری کی دیوی خواب میں پیش نظر
دنیوی جھگڑوں سے اُسکو جیتے جی فرصت ملی

ہر کہ ترکِ تن نکرد از زندگانی بر نہ خورد	راحتے گر ہست کفش تنگ را در کندن است
زہر دنیا گرچہ کم میگردد از تریاق عقل	بہترین افسون مار از دست خود افگندن است

ہاں جب تک جسم موجود ہے آب و نان سے پرورش کرنی ہوتی ہے۔

تا رسد وقتیکہ بادیہ بر زمیں انداختن	جامۂ تن را بہ آب و ناں رفوے مے کنم

لیکن عارف وجاہل میں اتنا فرق ہے کہ عارف کو بجز حق درپیش رہ کے اپنے وجود تک بھی یقین نہیں ہوتا اسکی نظر اور اُس کا یقین اور اس کا قول وفعل حق ہی حق ہے۔ اور جاہل کو یقین ہے کہ میں صرف تن ہوں سوائے فانی اسباب جہان کے اسکی نظر و یقین و قول وفعل میں اور کچھ ہے نہیں۔

پس الفت جسم چھوڑ کر عاشق جان (ذاتِ حق) ہوئے۔ جب جان کا طالب ہوا تو جسم کی قید سے رہائی پاکر خود جان ہوگا تعجب تو یہی ہے کہ ذات بصورتِ جان حجب دل میں مقیم ہے۔ اُسکی جستجو میں بیرونی حالت کی تبدیل یا ایک مکان سے دوسرے مکان کے انتقال سے اپنی طلب ظاہر کرتی ہیں۔ سوائے دریافت حقیقت جاناں مشاہدہ جاناں نہیں ہو سکتا۔

گہہ درونِ خرقہ گاہے در کفن میجوئمش	او درونِ جان و من در پیرہن میجوئمش
او درونِ خلوت و اندیشہ گرم صحبت است	من چراغ دل بکف در انجمن میجوئمش

مثال۔ ذرہ جبتک اپنے اصل چشمۂ آفتاب میں محو نہ ہو۔ تب تک ذرگی سے عروج نہیں پاسکتا قطرہ جبتک اپنی اصل کو نہ سمجھے اور اپنی ہستی حقیقی یقین نہ کرے تب تک یقین قطرگی سے نجات نہیں حاصل کر سکتا۔

پس جزویت کی یقین گرفتاری و مہجوری ہے۔ اور کلیت میں محو ہونا۔ اور عین کل آپ کو دیکھنا رستگاری اور وصال ہے

ذرہ چوں محو آفتاب شود	ہیچو قطرہ کہ محو آب شود

یہ عشق ہے کہ قطرہ کو دریا اور ذرہ کو آفتاب۔ دانہ کو خرمن اور عاشق کو معشوق کر دیتا ہے۔ دو کا ایک ہونا بجز عشق کے ناممکن ہے

رتبہ شمشیر را از یک دو کردن بیش نیست	عشق را نازم کہ تیغ او دو را یک می کند

پس عشق کو اپنے دل میں مقیم کر کے راہِ حق میں قدم اٹھاوے تاکہ ایک لحظہ میں فرش ناسوت سے عرش لاہوت پر پرواز کرکے منزل گزیں ہوے۔ سوائے ذاتِ احد کے نہ کچھ ہوا ہے۔ اور نہ ہوگا

نگر و معنے وحدت مبدل از کثرتِ صورت	ہماں یک نہ بود چنداں کہ شد یرنہ بیفزائی

گیتا ادھیائے ۲ اشلوک ۱۲

شغل خزاں سے ہے ستاں تر و سیلہ عشق کا	عشق کا مقصد فنا ہے اور فنا میں ہے بقا

تلسی داس ہو رام رام میں کہتا پھرتا تھا سیتا
شنکر سوامی ہو کر کے پھر مجکو پد تربان ہوا
جوتش - ویدک - نیائے - پتنجل دہرم شاستر ویاکرن ہوا
جنتر - تنتر - منتروں کا منتر ہوں جب تب کا ابرن ہوا
ہر ورے میرا ویدانت شاستر ہیں ہی وید پران ہوا
بے چون وچرا قادر مطلق - حاضر ناظر پاک ہوا
بندہ بندہ کہنے کو جاہل پن میرا خاک ہوا
کرتو کرتب لبنتو کا - ذرا نہیں ایمان ہوا
دوشاسن کی سبھا بیچ میں ہو دروپدی کا چیر ہوا
لاج راکھہ برج راج یہ شبد میرا گمبھیر ہوا
دوشاسن میں ہی تھا سب کی درشٹ بیچ نادان ہوا
بدمزاج - خوش خلق ہوا ہوں مالک ملکوں شاہ ہوا
ہر حرکت کی برکت حرمت ذلت سے آگاہ ہوا
بھوک پیاس میں مبتلا ہوا میں ہی آب نان ہوا
دل چاہے جو کہو مجھے میرے اندر جھکاٹا ہے
رہو پھر چلت ہر دم شنشے فک فک پھکاٹا ہے
میری بک بک سے بچ بابا بر ابکٹ پورن ہوا
چھئوں راگ چھتیس راگنی - میں ہی پھر سُر تال ہوا
ہوا میں ہی گندہرپ گان ودیا میں مجھے کمال ہوا
مکت آنند ہو ہوا پھر تالی تان سین اوران ہوا

ہوا پھیپت بھاگوت شکے غم میں نے جیتا
مٹی کلپنا - میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
النکار ہوں نیتی اورکا یہ کوشش کا کرن ہوا
اشٹ سیدھ ہوں میں ہی نوندہ آدکا سرن ہوا
مٹی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
انا الحق کو جان - میرا حساب بیباق ہوا
سائل ہائل ہو رہے ذائل پر وہ چاک ہوا
مٹی کلپنا - میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
خوب بڑا پایا کھینچے ہارا نہیں آخیر ہوا
کرنا کرکے چت میرے میں یہ اکسیر ہوا
مٹی کلپنا - میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
خالق خلقت - مالک سب کا میں ہی پناہ ہوا
رمز ہماری نہ جانی - جگ میں وہ گمراہ ہوا
مٹی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
دہوانت دہومت ہوا رب تھا عجب ہوا بہکاتا ہے
بہت دنوں سے پڑے مجھے بیچ تپنگ وہ کاٹا ہے
مٹی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
ڈھب ڈھولک ہوں بنسری - الغوزہ کرتال ہوا
راگ الاپوں گانے کر جن ہی میں ہی لال ہوا
مٹی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا

سرورِ یزدانی کس طرح حاصل ہو

جسم کی محبت ترک کرنے سے۔

کنس ہوا تھا جب میں یادو کل کا سکھ سب بند ہوا
میں ہی ہوا دہرت راشٹر کوروں میں رتی بے ایمان ہوا
دریودھن میں ہوا پانڈوؤں سے جب لڑنے کو چلتا تھا
ارجن بھیم یدھشٹر سہدیو نکل سے جلتا تھا
یُدھ کئے بل کر میں نے ہی ترکش تیر کمان ہوا
میں ہی ہوا اوتار دہرم کا۔ دشٹ ملیچھ اور پاپی ہوں
شیش مہیش جہین سگج میں ہی اکھنڈ پرتاپی ہوں
ہوا سرستی میں ہی۔ مجکو کتھا کا بڑا دان ہوا
گوری شنکر بنکر۔ میں نے بکھن راج کو جایا ہے
اُسی میں سے سونڈ تا سکا کرکے یوں فرمایا ہے
پران پرتشٹھا کرے اُسی دم گنپتی میں ہی آن ہوا
استر ششتر کی برشا کرتے لڑتے بھڑتے بہور ہوا
لگی ترشول کی ہوک۔ وہاں میرے سر کا نقصان ہوا
مارنا یک جب میں ہی رودراتی جی کے پاس گیا
گر جابن کر کہا سمبہو سے بھلا تمہارا ناس گیا
اُدما بچن سنکر کے میں ہی دل میں حیران ہوا
کردی درہنڈی ٹنڈی پے چڑھ کون کو دہایا تھا
بجا گجپت کا بن کر میں نے ہی سیس کٹایا تھا
دہرا رنڈ پے منڈ یہی اور دل سے مہربان ہوا
امرت چھڑک دیا میں نے پھر پران ہمارے آگئی
نام میرا شنکر آکر آپ وہاں بتلائے گئے
ماستک جو من میں میرے گنپت کا نہیں پرمان ہوا
باسدیو ہو سرون کرائے ارجن کو میں نے گیتا
رشی منی۔ دوج۔ کا مارنا۔ مجکو خوب پسند ہوا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
ٹنڈی دل سا کٹک گج باج ساتھ نکلتا تھا
بیت راگ ہو ہمالیہ بیچ پربت پر گلتا تھا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
بڑا تپوسی ہوا ہوں۔ برہم منتر کا جاپی ہوں
الکھ۔ نرنجن۔ سروگت۔ سو میں اپنا آپ ہی ہوں
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
میل اُتارا منیڈ کر ہم نے اپنی کایا ہے
بگھن ہرے گا یہی اب گنیش بن کر آیا ہے
آئے شنکر اُنہوں سے یدھ ہمارا گھور ہوا
گہما گہمی کا ہوا سنگرام سرگ تک شور ہوا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
بگھن راج کا جنم اب میرے دل میں تیاگ گیا
سجیو کرو جلد اسکو نہیں تو میرا سوانس گیا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
ہستی بنکر بیچ بن کے میں ہی بسایا تھا
پرسن ہو کر سیس کو میں ہی بن سے لایا تھا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
پاربتی کے چت میں آنند منگل چھائے گئے
تب سے مجکو سرشٹی میں سرشیت بھوجن گائے گئے
مٹی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
ارجن بنکر گیان شن کرکے دوکھ میرا بیتیا

گہر گہر میں ہی جلتا انگوں میں ہی وناداں ہوا
کہیں کافر دیندا روں کا میں سرتاج ہوا
رذیل میں ہی ہوا شریفوں کا میں سرتاج ہوا
ہوا ولی اللہ میاں واللہ خدا کی شان ہوا
شیو ہو کر بھسما سر کو منہ مانگا میں بردان دیا
سندر منتھن کر میں نے ہی ہلاہل بس کو پان کیا
رتن چتر دس مہت سمندر میں مجھے سدا کا پان ہوا
دہرم راج اور چترگپت ہوں سرگ پیچ پروہت ہوا
سنکہہ چکر اور گدا پدم ہوں میں ہی بجر خشبو ہوا
میں پرمہت پورا ہوں میں ہی سب کا جہان ہوا
خالق خود مخلوق ہوا ہوں قالب قلب کلا داری
طالب اور مطلوب ہوا میں خالف خوف میں ہی جاری
قاتل اور مقتول ہوا ہوں خوفناک طوفان ہوا
پورن کرشن بہار و دواج پیلب گہن ہیت ہوا
نرنکس ہو کر ہی دشت تا میں ہی پورا پوت ہوا
پچھ نشاچر راچھس کنز دانو میں پور شیطان ہوا
عاشق میں ہی ہوا عشق معشوقوں کی عمر پائی
رشک رقیبوں میں رکھا رغبت رفیق میں ہی آئی
ہمہ اوست میں ہی ہو کر دلبر کی شکل جہان ہوا
بہاری آچاری دو دھادہاری ہو کر میں پہرتا ہوں
راج بہو گئے کو میں ہی کانشی کردت میں مرتا ہوں
بانا سر ہو لڑا کرشن سے یدھ بیچ گھمسان ہوا
یادو چھپن کوٹ ہوا بسدیو دیو کی نند ہوا

متی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
ہوا بھکاری چکرورتی میں ہی مہاراج ہوا
لوٹ بھڑ مر کر جا بجا میں ہی تخت تاراج ہوا
متی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
بیٹھک روپ پر بھیشم بھسما سر کو میں نے ہی کیا
ہری ہو کر کے سانخد کملا کو بھی میں نے ہی لیا
متی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
اگست ہو کر پیاسا گر جلدہ میرا سب موتر ہوا
بیاس ہوا ہوں میں ہی سکہدیو بڑا ابدہوت ہوا
متی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
غائب گل میں میں ہی مغلوب ہوا بن بچاری
فاعل میں ہوں فعل مفعول بنا ہو کر عاری
متی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
نارد بن کر بجایا بینا پورا اودوت ہوا
شیو شنکر کے ساتھ رہنے کو پریت اور بہوت ہوا
متی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
وہ محبت مروت محبوبوں میں آزمائی
در در دیکھی وہ ملک دیدار دلبران در سائی
متی کلپنا میں ہی سب پرانوں کا اب پران ہوا
تپ کر کے کٹھن یوگی بہرشت ہو گرتا ہوں
رام کرشن کا نام لے شیو درگا کتھن کرتا ہوں
متی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
پانڈو ہوا میں ہی دیوک اور دہرو آنند ہوا

برہم گیانی کا خیال

تتوسسی۔ برہم اسمی کا ارتھ جان کر گیان ہوا
اگم انروچنی اوویا کا یہ جگ پر نام ہوا
بستو تستو اہمسی رسمی میرے ہی کرشن اور رام ہوا
جدہر تدہر جو کچھ ہے سو میں ہوں مطلب آسان ہوا
بہو شام ایکو ہم دواد س جہاو اک میں نے گایا
رام چندر بن کو وششٹ جی کا شش سرشٹی میں کہلایا
وسرت۔ لچھمن۔ بھرت۔ شتر گہن میں ہی پھر ہنومان ہوا
راون ہو کر میں نے ہی سیتا ری کا ہرن کیا
منڈہی دل بانر ریچھوں کا بناف اچر مرن کیا
لڑا اُدسوں کے میں ہی اور میں ہی رام کا بان ہوا
میں ہی بھوگی جوگی سوگی۔ روگی۔ بن کر روتا ہوں
بیراث۔ رات۔ داما ست بن کر میں وہمیں خوش ہو تا ہوں
کیا تیاگ دنیا کا دل سے سیش محل اوویان ہوا
کعبہ اور مدینہ۔ بیت اللہ۔ پھر میں ہی مکہ ہوں
سالک اور مجذوب ہوا میں عجب غضب کا دھکا ہوں
پڑھوں وظیفہ روزہ رکھکر میں ہی ماہ رمضان ہوا
حضرت عیسیٰ میں ہی ویسا موسیٰ ہو مشہور ہوا
سولی پر مشغولی بھولی باطن میں مسرور ہوا
میں ہی ہوا انجیل میاں پھر میں ہی حدیث قرآن ہوا
پرتھوی بنہ آپ تیج وایو ہوں سورج تارا چندا ہوں
سرگ مرتیو۔ پاتال لوک ہوں میں ہی پاک اور گندا ہوں

مٹی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
دورت میرا ہوا ہے پدرت یہ بھرام ہوا
سرتی میں سرپم کھلا دم برہم حکم یہ نام ہوا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
سرتیاں بنکر وہ تتو تاستی مرد ہتا فرمایا
وششٹ ہو کر گیاں میں نے رگھبر کو سمجھایا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
رگھوپت بنکر باندھ پل اگم سندھ کا ترن کیا
اگنی لگا کر شترو راون کی لنک کا جرن کیا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
بڑا وید ہوں اوشٹ کر کے روگ کو کھوتا ہوں
بابا میں ہی کسی کا بن جاتا۔ میں پوتا ہوں
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
عشق مجازی۔ حقیقی۔ قاضی حاجی حکا ہوں
شیعہ سُنی۔ مذہب اسلام عام میں پکا ہوں
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
شرع تیاگ کر ہوا تھا صوفی۔ پر میں ہی منصور ہوا
پھر میں ہوا شمس تبریز خدا کا نور ہوا
مٹی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
اسماں ہوں میگھ ہوں۔ پربت ہوں میں ہی پرندا ہوں
زندہ۔ رندہ چرندا۔ میں ہی خدا اور بندہ ہوں

ہُوں۔ ذاتِ قدیم ہوں ✤

۴۹۵- بےنظیر ہوں۔ بے آغاز ہوں۔ میں اور تُو دونوں کلپنا سے دُور ہوں۔ دوامی ایک رس آنند ذات حق بے دوئی۔ برہم ہوں۔

۵۰۱- آکاش کی طرح میں لوث سے دُور ہوں۔ سُورج کی طرح پُر نور کی ہوئی چیز سے الگ ہوں۔ پہاڑ کی طرح بے حرکت ہوں۔ سمندر کی طرح بے کنار ہوں ✤

۵۰۲- جسم سے میرا تعلق اِس طرح نہیں ہے جس طرح آکاش کا بادلوں سے نہیں ہوا کرتا۔ اِسی واسطے بیداری۔ خواب سشپتی کی حالتیں میری نہیں ہیں ✤

۵۰۳- اُپادھی آتی ہے۔ وہی کرم کرتی ہے اور اُنکا پھل بھوگتی ہے۔ اُسی کو پیدائیش و فنا ہے۔ میں ہمیشہ پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہا کرتا ہوں ✤

۵۱۰- حرکت اُپادھی میں ہوتی ہے۔ اور عکس کے ہلنے کو جاہل آدمی سُورج کی طرح پر کاشمان اور بے فعل صاحب عکس آتما سے منسوب کر کے کہا کرتے ہیں کہ ہائے میں مرا۔ میں ہی کرتا بھوگتا ہوں ✤

۵۱۹- اے گورو مہاراج آپ کو نمسکار ہو۔ اور پھر نمسکار ہو۔ آپکی کرپا اور مہربانی سے مَیں نے بے کانٹے چکرورتی راج کا سا جلال پایا ہے

۵۲۰- مَیں ایک بڑا بھاری خواب دیکھ رہا تھا جس میں مایا سے پیدا شدہ جنم بڑھاپا۔ اور مرن سخت بھیانک تھے۔ روزمرہ پریشان و سرگردان تھا سخت محنت اور کلفت سے دُکھ اُٹھاتا تھا۔ آہنکار کا خوفناک شیر جدا عذاب جان تھا۔ آپنے اِس خواب سے جگا کر میری ہر طرح حفاظت کی ہے ✤

۵۲۱- مہاراج آپ ذاتِ احد حق ہیں۔ ذاتِ بے نشان ہیں۔ ذاتِ پر جلال ہیں۔ جو کائنات کی صورت میں نمایاں ہو رہے ہیں۔ آپ کو بار بار نمسکار ہو ✤

مرشد کی دعا کی تاثیر

زمیں میں آسماں میں اور خلا میں
نہیں کچھ فرق کثرت اور خدا میں
ہوا جب سے وصولِ درد آشنا کچھ
بہ جانِ اظہار فرمانِ ازل سے
ہوا کرتا ہے پیدا عشق سے عشق
جسے چاہے گھڑی میں بخشوا دے

اُسی کو دیکھتا ہوں ہر فضا میں
مراتب ہیں یہ سب اُسکی رضا میں
نہیں لکھا برہمن کی کتھا میں
یہی رشتہ ہے بندہ اور خدا میں
ہے کانِ عشق ذاتِ اولیا میں
ہے یہ تاثیر مُرشد کی دعا میں

ہیں آتما و اناتما چیزیں کیا
ہے خواب کہاں اور ہستی ہے کیا
دوری قرب دونوں چیزیں ہیں کیا

اچھا ہے کہاں و بُرا ہے کس جا
اور وہ کیا شے ہے جاگرت جسکو کہا
اندر باہر کا کچھ نہیں مجکو پتا

نکر و بیکار دونوں ہیں کہاں
ہے خوف کہاں اور کہاں ہے تریا
کچھ چیز نہیں ہے لطیف اور کثیف

میرا ہے قیام اپنی عظمت میں سدا
میرا ہے قیام اپنی عظمت میں سدا
میرا ہے قیام اپنی عظمت میں سدا

بس بس تر ورگ کی کتھا سب سُن لی
گیان کتھا سے بھی میں اب سیر ہوا

اور سن لیں سب کہانیاں یوگ کی بھی
از بسکہ ہے آتما میں میری ہستی

وویک چوڑامنی گورو کا خلاصہ اُپدیش - اور چیلے کا شکریہ

۴۸۳ - برہم اور آتما کی یکتائی جان لینے سے نہ تو بدھی رہی - نہ کام کی ہوس - میں اب نہ یہ جانتا ہوں اور نہ یہہ - اہاہا - یہ سُکھ کیا ہے - اور کتنا ہے - بحر بیکران ہے -

۴۸۴ - سروپ آنند کے امرت سے بھرپور - برہم روپ سمندر کی عظمت نہ تو زبان سے کہی جاتی ہے نہ من سے سوچی جاسکتی ہے - میرے من کا یہ حال ہے جیسے برف کا ٹکڑا سمندر میں پڑا ہو - اُسکے ذرہ بھر آنند سے آنند ہی آنند ہو گیا ہے -

۴۸۵ - یہ دنیا کہاں گئی - کون لے گیا - کہاں لے ہو گئی ؟ کیا ہی تعجب کا مقام ہے کہ ابھی تو میں دیکھ رہا تھا - ابھی غائب

۴۸۶ - اکھنڈ آنند کے امرت رس سے بھرے ہوئے برہم روپ سمندر میں کیا تو چھوڑنے لایق ہے - کیا لینے لایق ہے - کیا تو مجھ سے جُدا ہے اور کیا مجھ سے علحدہ چیز ہے -

۴۸۷ - نہ یہاں میں کچھ دیکھتا ہوں - نہ سنتا ہوں - نہ جانتا ہوں - اپنے دوامی آنند روپ آتما سے ہی نا اتم چیزوں سے جدا ہوں

۴۸۸ - اے مہاتما گورو تمہیں نمسکار ہو - تم بے لوث ہو - اُتم پُرشوں میں اعلیٰ و افضل ہو - دوامی بے دوامی آنند تمہارا سروپ ہے - غیر محدود ہو - ہمیشہ رحم و کرم کے سمندر ہو -

۴۸۹ - آپ کی کرپا درشٹی کے چاند کی چاندنی مجھ پر پڑتے ہی دنیا کی کلفت دور ہو گئی - اور میں فوراً ہی اپنے بے زوال آتما نند کے اکھنڈ عظمت کو پہنچ گیا -

۴۹۰ - آپکی کرپا سے میں دھنیہ ہوں - کرتارتھ ہوں - سنسار بندھن سے مگر مچھ سے نجات یافتہ ہوں - سو دوامی آنند سروپ ہوں - اور پورن ہوں -

چیلے کا انوبھو

۴۹۱ - میں بے لوث ہوں - بے عضو ہوں - بے نشان ہوں - لافانی ہوں - بے سکن ہوں - بے حد ہوں - بے کدورت

ولے نادانی نزع کے وقت میں ثابت کیا
ولے نادانی نزع کیوقت میں آنکھیں کھلیں
کیا کمائی کر چلا دنیا میں آدم جنم پاتے
منہ بہت چھوٹا خدا کی بات کچھ نہیں کہہ سکے
ہوگیا آنند سب دکھ دوند کا ٹا مول سے

سب لگانے تھے لٹیرے دیکھ مکت آنند آنکھ سے
جھوٹ کرتے پیا مکتی کوئی تیرا بہ نہیں
بہت کچھ امید تھی موچی نے موچی رہ گئے
پھر بھی چپ ہوتا نہیں مکتی عجب ہی رمز ہے
اب بھلے ہی جس کے دل آئے مکتی سو کہے

اب مجھے میں ہی ملا ہوں دمن بھاگ بابا اب میں آئی جاگ

سادہ سنت سب میرے بھائی ہنس ہنس مجکو دیو دھائی
پرم سکھ کی نیند آئی عجب طرح کی رنگت چھائی

گرو نے او بہت بھنگ پلائی گیان گھٹا گھنگور چڑھائی
بڑی دو ۔ کی بات سنائی ۔ کہہ نہ سکوں جو دولت پائی

گورو مہاراج دل کی بجھ گئی آگ
نیتی نیتی کہہ وید بتاوے
نرمل سمرن چیت بہ جاوے
سب یہ جگت سپن کی مایا
ورلبھ جنم سپھل کروایا
اب میرے کون کرے کھٹ راگ
برلا جانے رمز ہماری
امل چڑھو بے حد خماری
اب سوہے گورنے دیو ہے سراغ
دھن جنم اور جگ کا میلا
جوسن لنو گورو کا بیلا

اب مجھے میں ملا ہوں دمن بھاگ
گورو کرپا من کو آئد نہ بھاوے
جب پایا آتم او لکھ پاوے
ست گورو نے سندیہ مٹایا
ہنس ہنس پرم پیش اب پایا
اب مجھے میں ہی ملا ہوں دمن بھاگ
جگت سے چھوٹ گئی اب یاری
ست گورو چرن کمل بلہاری
اب مجھے میں ہی ملا ہوں دمن بھاگ
دھن دھن ست سنگ بیلا
گیان رنگ رنگی باندھو تھیلا

روزہ برت نماز نہ بھاوے
تب ہی رمز تتو کی بھاوے
سب ہی جھوٹا راگ
اسکے روپ نج آتم پایا
پدکرت کرت کرتار ہتہ پایا
سکھ بہشت و بار بیر ماری
چمن لطافت میں اب جاری
دو بھگائے جاہ چماری
دھن گرو اور دھن دھن چیلا
چیتن کار فی دہن اوجیلا
حکمت آنند کہلو بھاگ

سنا تھیا جب تپ خود شہ ہائے
کم سوہ ہے زور بھنوڑا کھلاے
اب مجھ ہی میں ملا ہوں دمن بھاگ
وید پچن سے بہ بہرم لٹوایا
ایک باب سے مرا من لگایا
ناتی گورو چرن پروارتی
بدھ ہوتے لاچار بچاری
تار وتنک نہ لاگے باری
دھن دھن دیت یہ بیلا
بھٹکے کرتا پھرتا چیلا
اب مجھے میں ہی ملا ہوں دمن بھاگ

اشٹانگ گیتا ۔ آتما میں سچیلے کی شانتی

ہاتھوں میں لیا کشف حقیقت کا شوا
ہم وہ ہیں ہرم کہاں اور کہاں کام گیا
مستقل حیرت ہے میرے لئے کیا

اور دل میں ٹٹول بخوبی بھر جا
اور ایتھ کہاں اور کہاں فہم و ذکا
اور ماضی حال کیا ہیں میرے حد

جو مجھ کو شے ۔ اتما ہی تکلیف
کثرت ہے کہاں اور کہاں وحدت ہے
۔ ۔ ہستہ دہ دونوں کا ان رنا ہے

سے ہے گورو نکالا میں سے ہا
میرا ہی قیام اپنی خدا ہے میں سدا
میرا ہی قیام اپنی عظمت میں سدا

دیا اپنی خودی کو جو ہنسنے مٹا۔ وہ جو پردہ سا بیچ میں تھا نہ رہا ॥ رہے پردہ میں اب نہ وہ پردہ نشیں۔ کوئی دوسرا اُسکے سوا نہ رہا

آنکس کہ خاک ما را کل کردہ خانہ ساخت ॥ خود در میاں در آمد و ما را بہانہ ساخت

منڈک اپنشد ادھیائے ۲۔ کھنڈ ۲ منتر ۷ و ۸

منتر ۷۔ جو سروگیہ اور سب کا جاننے والا ہے۔ جسکی عظمت زمین میں پھیلی ہوئی ہے وہ آکاش کی طرح محیط آتما چمکتے ہوئے برہم پور میں من روپ ہوکر رہتا ہے۔ پران اور جسم کا رہبر ہے۔ قلب کے نزدیک اناج میں جاگزیں ہے۔ آنند روپ اور امرت روپ ہوکر پرکاشمان ہوتا ہے۔ اور اُسکو گیانی لوگ گیان کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

منتر ۸۔ جب یہ اعلیٰ و ادنیٰ آتما نظر آتا ہے تو قلب کی گرہ ٹوٹ جاتی ہے۔ تمام شک و شبہات جاتے رہتے ہیں اور کرم نہیں رہتے۔ ذرا باطن کی طرف مونہ موڑ کر دیکھو تم ہی ہو وہ جس کا جلال ہمالہ پہاڑ ظاہر کرتا ہے جسکی عظمت بحر نیلگوں بتاتا ہے

بگذر از خویش و در خود آ یکبار ॥ تا بدانی کہ ذوالجلال توئی

طالب۔ مہاراج! بس اب میری سمجھ (بدھی) میں راستی کی سمائی ہوگئی ہے و شکوک کی گرہ ٹوٹ گئی ہے۔

گیتا ادھیائے ۱۸ منتر ۷۳

آپ کی برکت سے میری عقل روشن ہوگئی ॥ میں نے کامل طور پر اپنی حقیقت جان لی

مجھکو اطمینان و استقلال حاصل ہوگیا ॥ بے تامل آپ کا ارشاد لاؤں گا بجا

گیان کے انجن کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی ॥ کون دے سکتا ہے مُکتی گورو کرپا کا کچھ بدل

نہیں تھا تب سبھی کچھ دیکھا ॥ دیکھنے کی نظر پائی تو نہ کچھ دکھا

آتما کے گیان بن ہوتا ہے راحت کب بھلا ॥ بن کے عقلمند مکتی پھر بھی ویسا ہی رہا

کیوں نہیں لکھتے انہیں اندھوں کی فہرست میں تم ॥ ڈھونڈتے مکتی اُسے حاضر و ناظر ہے سدا

گر گزر جلد ہی سے مکتی جو کچھ بن پڑے یہاں ॥ پھر نہ جانے کیا بنے گردش میں ہیں ہفت آسماں

ملک مُردوں میں پڑا ہے خیر مانگے جسم کی ॥ ہوگئی مکتی نہ اب بھی وہی اندھا پھرے

عقل پر پردہ و مکتی ہوشیاری ہٹ گئی ॥ فعل بد کرنے میں حاضر اور ناظر کا خیال

فعل بد کرنے میں ڈرتے تھے نشینوں سے سبھی ॥ واہ مکتی بد ہی پھل داتا کا ڈر کچھ بھی نہیں

علم پڑھ عالم بنے اور پاس بڑھ چڑھ کر گئے ॥ جانتے مکت آنند تب کچھ جانا نہیں کیا چیز ہوں

بے مغز وقت کے ہمان دنیا میں سبھی ॥ ہے یہی افسوس مہان دار کوئی ہے نہیں

چار کہاں میں لکھ چوراسی اور نہ کوئی دوجا — آپ ہی ٹھاکر آپ ہی سیوک کرت اپنی پوجا
آپ ہی داتا آپ ہی منگتا آپ ہی جوگی بھوگی — آپ ہی بشو آپ ہی بشنی آپ وید آپ روگی
آپ ہی برہما بشن مہیشر آپ ہی شرنرمنی ہو آیا — آپ ہی برہم سرومنی گاؤبن ہوتی ترہہرت مایا
آپے کارج آپے کارن بشوروپ درسایا — پلٹو داس ورشٹ جب اوسے ستت کریں جب دایا

نظم

اے طالباں اے طالباں من باشما ہر جاستم — ہم جلوہ گرد دیدہ ہا ہم مضمر دلہاستم
ایں دوری و مہجوریم از وہم پندار شماست — در نسبت خود با شما دریا و موج آساستم
با حسن خود در باختم من نرد عشق و عاشقی — ہم لیلی و مجنوں منم ہم وامق و عذراستم
گاہے نیاز ایمان من گہہ بے نیازی شان من — ایں ہر دو مے زیبد بہ من ہم بندہ و مولاستم
ہم صورت ناسوتیم ہم معنے لاہوتیم — پنہاں تراز پنہاں و ہم پیداتراز پیداستم
برعکس رسم ایں جہاں در پردہ می باشم عیاں — چندانکہ بے پردہ شوم در پردہ از اخفاستم

نظم

یار کو ہر طرف عیاں دیکھا — حسن و خوبی میں لامکاں دیکھا
جب اٹھایا نقاب اسم و صفت — رخ دلدار کو عیاں دیکھا
بے عدد کسوتوں کے پردہ میں — ذات واحد کو بے نشاں دیکھا
کہیں گلشن میں گل شگفتہ ہوا — کہیں بلبل میں نغمہ خواں دیکھا
کہیں انساں ہوا فرشتہ کہیں — کہیں خالق کہیں جہاں دیکھا
کہیں ساقی ہوا کہیں ساغر — کہیں وحدت کا می کشاں دیکھا
زیر و بالا و ظاہر و باطن — جلوۂ ذات لامکاں دیکھا

معرفت کی نظر سے جب جھانکا — ہر بدن میں اسی کو جاں دیکھا
کل کو امواج کی طرح سوچا — ذات کو بحر بیکراں دیکھا
عرش اعلیٰ سے فرش پاتی تک — ذات بیچون کا نشاں دیکھا
کہیں اعلیٰ ہوا کہیں ادنیٰ — کہیں ظاہر کہیں نہاں دیکھا
کہیں خورشید ماہ تاباں کہیں — کہیں ساکن کہیں رواں دیکھا
جس طرف شوق سے نظر ڈالی — اس طرف یار کا نشاں دیکھا
کیا ہی مکتی نے جام ذوق دیا — قطرہ قطرہ کو بیکراں دیکھا

اے پیارے طالب اس بندر والی مثل کو مت کرو کہ تنگ برتن میں ہاتھ ڈالکر مٹھی بھر لی اور پھر مٹھی تو کھولتا نہیں کہ ہاتھ نکلے اور لگا چلانے اور شور مچانے۔ ہاتھ کو یعنی مٹھی کو خالی کرنے سے آزادی ملتی ہے پس تمکو بھی چاہیئے کہ ہوش و حواس دمن وا اندریہ کو سنگ کو چھوڑو صرف ایک دماغ و ایک جسم اور ایک بدھی میں اپنے تئیں قید کیوں مانتے ہو مہنی کہو واد تمام پرکرتی کو اپنی دلربا بنالو۔

عارف۔ تو محدود طاقت والا کیونکر ہے۔ کچھ نہ کچھ کرنے کی طاقت تجھ میں بھی ہے جو کچھ کر سکتا ہے اور کرتا ہے وہی بتا تاکہ معلوم ہو کہ تو محدود طاقت والا ہے۔

طالب میں صبح اٹھکر حاجات ضروری سے فارغ ہو کر اشنان کر کے کھانا کھاتا ہوں۔ پھر کچھ دیر آرام کر کے دفتر جاتا ہوں۔ وہاں سے آکر پھر کھانا کھاتا ہوں اور کچھ سیر کو جا کر کلب میں اخبار پڑھتا ہوں رات کو سو رہتا ہوں۔

عارف۔ اور بھی کچھ کام کرتے ہو یا نہیں؟

طالب مطلق نہیں۔ البتہ گھر کا دھندہ اگر کچھ آگیا تو وہ بھی کرتا ہوں۔

عارف۔ کام تو تم بہت کرتے ہو۔ مگر تم نے اُس کا بیان نہیں کیا۔

طالب۔ بیشمار کام مجھ سے ہو ہی کہاں سکتے ہیں۔ جسقدر کام کرتا ہوں وہ بھی مشکل سے انجام پاتے ہیں۔

عارف۔ لو سنو! یہ جسم کس کا ہے؟

طالب۔ میرا ہے۔

عارف۔ اچھا یہ بتاؤ۔ جو کھانا تم کھاتے ہو اسکو ہضم کون کرتا ہے

جواب۔ میں۔

عارف۔ تمہارے جسم کی ناڑیوں میں خون بھی تم ہی چلاتے ہو۔ بال بھی تم ہی بڑھاتے ہو۔ گردے میں بول پیدا کرنے والے تم ہو پھیپھڑے میں دم تمہارا ہے۔ پٹھوں کو تم ہی ہلاتے ہو۔ ہڈی کو حرکت تم ہی دیتے ہو۔ علاوہ بریں بیشمار حرکت طبعی کے باعث ہو۔ چند کام نام تئنے کس طرح بتایا۔ خواب کی حالت میں سپن بناتے رہتے ہو۔ اور سشپتی کی حالت میں بھی کوئی کام تمہارا بند نہیں ہوتا۔ اِس وقت بھی غذا ہضم کرتے جاتے ہو۔ اور ناخن بال وغیرہ اور اعضاء کو بڑھاتے جاتے ہو۔ تمہیں نیند کہاں؟ سدا جاگتے ہو۔ **مصرع** کہاں خواب غفلت سدا جاگتا ہوں ❊

حالتِ شیرخواری میں بھی وہی ننھے جواب ہو۔ خواب میں بھی وہی ہوتے ہو جو بیداری میں ہو۔ جس طرح تم ایک جسم میں عقل کی کارستانیاں۔ خون کا دوران اور نشو ونما کراتے ہو ویسے ہی دیگر اجسام میں یہی سب کاریگریاں کر رہے ہو۔ پتے پتے میں تمہارا ظہور ہے۔ تم کیسے کہتے ہو کہ میری طاقت محدود ہے۔

پرسن اینڈ سرسن ۱ ہمنتر

تمام اندریوں کے ساتھ گیان آتما۔ پران اور مہا بھوت جہاں قیام پذیر ہیں اس اکشر کو جانتا ہے۔ وہ سروگیہ ہوتا ہے اور سب میں دخل پاتا ہے ❊

بشکن ہلہ بند کالبد را	آزاد کن از زمانہ خود را	رو ترک بگوئے نیک و بد را	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
ہر چند طلسمِ این جہانی	در باطنِ خویشتن تو کانی	بکشائے دو دیدہ نہانی	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
لعلی بہ میانِ سنگِ خارا	تا چند غلط دہی تو ما را	در چشم تو ظاہر است یارا	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
تا کہ ز پئے تو ہستی تو	از جوہر فقر مطلقی تو	در بادۂ روح راوقی تو	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
دنیا چو نیست زود بگذر	ز انسوئے جہان تازہ بنگر	ہیں ! عہدِ قدیم یاد آور	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
ہر چند بصورت از زمینی	بسر رشتہ گوہر یقینی	بر مخزنِ نورِ حق امینی	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
چوں زادۂ پرتوِ جلالی	در طالعِ سعد نیک فالی	از بہرِ عدم تو چند نالی	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
خود را چو بہ بیخودی ببستی	میداں کہ تو از خودی برستی	وز بندِ ہزار دام جستی	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ

طالب۔ اگر سب ایک ہیں تو لوگوں میں عقل و جسم کا فرق کیوں ہوا۔ کوئی لارڈ ہے تو بالکل اُجڈ ہے۔ کوئی پہلوان ہے کوئی مریض ہے۔ کوئی گدیلوں پر سوتا ہے۔ کسی کو زمین پر سونے کو جگہ نہیں ملتی۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ یہ تو صاف اندھیر ہے۔

عارف۔ پیارے اندھیر کرتے ہو۔ تم جو فرق دیکھتے ہو ایسی چھوٹائی بڑائی ست سروپ پرماتما (حق تعالیٰ) سے اگر کبھی سچ مچ پیدا ہوئی ہوتی تو ناانصافی تھی۔

درحقیقت چھوٹائی بڑائی ہے ہی نہیں۔ جو اِدھر گدا ہے وہی اُدھر شاہ ہے۔ جسے یہاں مریض دیکھتے ہو وہی وہاں پہلوان ہے۔ جو اس جگہ جاہل سمجھا جاتا ہے وہی اُس جگہ ویدویاس ہے۔ چونکہ دراصل ایک ہی ہے تو اندھیر کیا۔ نا فرماتی کیسی؟

اودھوت گیتا میں آیا ہے

(۱) تو وہی برہم ہے (ایسا) تو مسی کلاموں سے آتما کو بیان کیا گیا ہے۔ پس آتما کے لحاظ سے تو وہی شدھ سروپ ہے اور آپا وہی کے دور کرنے میں تو سب ہیں سب (یکساں) ہے۔ جب تو سب جگہ سم روپ (مساوی یا یکساں) ہے تو اب پیارے تو کس لئے روتا ہے۔ (۲) یہ تتو (ذاتِ الٰہی) سب جگہ سب (برابر) ہے۔ سکھ و دکھ سے رہت ہے۔ شوک و شوک یعنے غم و بفکری سے پرے ہے گو یا کشش کے خیال سے بھی دور وہ پرم تتو ہے۔ ایسے ہوتے ہوئے پھر تو کیوں روتا ہے۔ (۳) اُس ذاتِ حقیقی میں نہ بندھ کا درجہ ہے نہ موکش کا پد ہے۔ نہ پن نہ پاپ (ثواب عذاب) ہے۔ نہ پورن ہے نہ خالی ہے۔ ایسی حالت تو جانتے ہوئے تو کیوں روتا ہے (۴) بے شمار شرتیوں (مقدس کلاموں) نے یہ بات کہی ہے کہ آسمان وغیرہ یہ کل نام روپ سراب کی مانند ہے اور جب وہ ذات سب جگہ ایک اور سم (برابر) ہے تو پھر بھلا کس لئے روتا ہے۔

طالب۔ کہاں انسان کی طاقت محدود ہے۔ کہاں خدا قادر مطلق مجھ بندے کو اس مالکِ کلی سے کیا نسبت۔

بے لوث (نرلیپ) ہے جسم یا عقل کے قصوروں اور گناہوں سے کبھی ترو آہن نہیں ہو سکتا ۔

مُرغابی خواہ گدلے پانی میں رہے خواہ گنگا جل میں کبھی بھیگتی نہیں ۔ ویسے ہی آتما خواہ پاک بدہی اور جسم میں دیکھا جاوے خواہ ناپاک میں سدا شدھ او ربری ہے ۔ گنگا جل میں یا چمار کے گھڑے میں ۔ یا سونے کے برتن میں ۔ جب سورج کا عکس پڑتا ہے تو اس سے سورج کو بھلا کیا فرق ہو سکتا ہے (یعنے عکس میں کوئی فرق نہیں ہو جاتا ۔ گو وہ پانی کسی قسم کا ہو) ویسے ہی آتما (یعنے اصل نیا آپ) جسم و عقل کے ناقص ہونے پر ناقص نہیں ہوتا ۔

اور سنو ! ہے کوئی بشر اپنے اوپر الزام آنے دیتا ۔ ؟

علانیہ جرم کا مرتکب ہو چکا ہے ۔ تو بھی اپنے الزام کا دھبہ کسی غیر کے ماتھے لگانے کی ترکیب کریگا ۔ اپنی تیوریوں سے زبان سے چلا چلا کر پکارے گا کہ میں بے قصور ہوں ۔ بے داغ ہوں ۔

سرکاری عدالتوں میں پوچھا جاتا ہے کہ تم نے فلاں جرم کیا ۔ ملزم بولیگا حضور ہرگز نہیں ۔ اگر بعد ثبوت جرم فرد قرار داد جرم لگایا جائے تو بھی ملزم سچا ہی ہے ۔ حاکم مقدمہ کی اصلیت کو نہیں پہنچا ۔ اپیل دائر ہوا اور اپیل والے نے بھی مجرم ہی قرار دیا تو (رعایت ہوئی ہے) رشوت کا لحاظ کیا ہے ۔ قید خانہ میں بھیجا گیا تو اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ ملزم عیب والا تھا ۔ بلکہ سرکار کے گھر میں انصاف نہیں ۔ عدالت اندھی ہے ۔ دنیا برا کہتی ہے تو ساری دنیا پاگل ہے ۔ مگر میں نہہ کلنک ہوں ۔

ہاں ۔ اے مرد بدنام دراصل تو نہہ کلنک ہے ۔ بالکل بے عیب ہے ۔ کیونکہ تیری ذات کے مقابل عیب ہرگز ٹھیر نہیں سکتا ۔ البتہ اگر تیری خطا ہے تو یہ ہے کہ لاپرواہی سے اپنے شدھ اور اننت سروپ کو بھول کر اپنے تئیں ناپاک جسم اور عقل وغیرہ مان بیٹھا ہے ۔ بلکہ اپنے باطن کے پاکیزہ کلام کو جو تجھے یہ جتلاتا ہے کہ تو پاک و شدھ ہے بگاڑ کر اسے الٹے معنے دے رہا ہے ۔

تمہاری ذات اس خیال کی تاب نہیں لاسکتی کہ تم ناپاک ہو ۔ ہر ایک شخص کو چھوٹا بننے سے قدرتی عار ہے ۔ پس اس سے ثابت ہے کہ عصیان و تقصیر سے مبرا اور معراتم ہو ۔

تم جسم جسمانی ہرگز نہیں ہو جسم فضلے ومیلے کا تھیلا ہے ۔ یہ کسی کا بھی پاک نہیں ہو سکتا خواہ ہزاروں سال گنگا میں دھویا کرے ۔

کبھی نہ ہووے شدھ کبدھ یہ جل میں دہوئے ۔ پیاز نہ کیسر ہووت جاوے کشمیر سے بوئے

پس تمہارے اندر سے جوش کے ساتھ یہ نوید سنائی دیتی ہے کہ پاک حق جو ہے سو ہی تم ہو ۔ جسم نہیں ہو نا پاک اور محدود جسم و عقل کے خیال کو دور کرو ۔ اپنی ذات مقدس میں جاگو ۔

تا چند تو پس روی بہ پیش آ ۔ در کفر مرو بہ سوئے کیش آ ۔ در نیش تو نوش ہیں بہ پیش آ ۔ آخر تو با صل اصل خویش آ

عمریست کہ سیر غربتی تو ۔ پابستہ دام محنتی تو ۔ چوں گوہر کان دولتی تو ۔ آخر تو با صل اصل خویش آ

جنکو اپنی ہی عقل پر ہے ناز | منہ کے بل گرتے رہتے ہیں ہر بار
ایسے خود بین لوگ دنیا میں | کبھی پاتے نہیں ہیں جاہ و وقار

قول سعدی کا یاد رہے انکو | اور دل و جاں سے ہوں وہیں پیدا
در بباید کہ گیرد اندر گوش | گر نوشت است پند بر دیوار

نظرِ حقیقت سے کوئی بد نہیں ہے سب ست چت آنند ہیں۔ (ہستی۔ علم۔ سرور) ہیں برہم ہیں۔

طالب۔ توبہ۔ توبہ۔ ایسا کلمۂ کفر۔ ساری خدائی تو پکارتی ہے کہ ہم ظلوم و جہول ہیں اور آپ خواہ مخواہ ہمیں برہم (خدائے پاک) گردانتے ہیں۔

عارف۔ پیارے طالب سخت حیرت ہے کہ آپ برہم کے ماسوا اور کچھ بھی نہیں ہو۔ سراسر برہم ہی برہم ہو اور پھر انکار کرتے ہو۔ ہر فرد بشر صدائے بلند سے پکار رہا ہے کہ میں پاک ہوں۔ سرور مطلق ہوں۔ میں مرنے والا ایک ہی ہوں۔ بالاترین ہوں وغیرہ وغیرہ۔ بس پر بھی آپ مکرتے ہیں۔

طالب۔ یہ اور بھی نئی (انوکھی) کہی۔ اوروں کو تو رہنے دیجئے بندہ اپنی بات بتاتا کہتا ہے کہ کبھی بھولے سے بھی نہ کہا ہوگا کہ میں برہم ہوں۔

عارف۔ اس معنا یکے کو رو چھپتے ہیں آپ اور باقی سب لوگ سوہم سوہم (انا الحق۔ انا الحق) کا لیکچر اعمال کی زبان سے گا رہے ہو خواہ چہرے کی زبان سے انکار کر جاؤ۔ پر زبانی قیل و قال کی نسبت اعمال کا ڈھنڈورا زیادہ قابل اعتبار ہوتا ہے۔

نوکر بیٹا کہ ایک نوجوان شراب پی کر مست پڑا تھا۔ اسکے باپ نے آکر لعنت ملامت کی تو نوجوان صاف مکر گیا اور قسمیں کھا کھا کر بولا کہ میں نے شراب چھوئی تک بھی نہیں۔ پر مستی ہی کہیں چھپتی ہے۔ نشہ آنکھوں میں شہادت دے رہا تھا۔ بو۔ شراب کا اظہار کر رہی تھی۔ انکار کر ہی رہا تھا کہ قے آگئی۔ بھلا اب کیا چھپائے گا سے

| نہیں چھپتا نشاں جو چھپائے لاکھ پردوں میں | فراپڑ تا ہے جس گل پر ہے بن کو سے حبابی کا |

زبان سے بہتیرا چھپانا چاہا۔ پر اعمال کے تشہیر کر ہی دیا۔

پیارے طالب۔ میں سو ہستم آنند ہوں (میری اصل آنند ہے) اس مشک کو چاہے جتنا چھپا چھپے گی ہرگز نہیں اور سنو منہ سے تو میں پاپی۔ میں پاپی۔ کی گپ ہانکتے نہیں شرماتے۔ مگر عملی طور پر تو اتراتے ہو۔ برخلاف یہ بتلانے والے کلمات کہے جاتے ہیں کہ میں بے لوث ہوں۔ سچا ہوں۔ نیک ہوں۔ صاف ہوں۔ آخر حقیقت کو کہاں تک کوئی دبا سکیگا۔ جب کوئی چھوٹی سی غلطی بھی دکھلا دی جائے تو ناگوار گزرتا ہے۔ سہا نہیں جاتا۔ کوئی قصور ظاہر کر دیا جائے تو ایسا ماننے کو تیار ہیں ہا۔ کہ میری عزت میں فرق آگیا۔ ایک چھوٹے سے بچے کو قصور دار ٹھیرا یا جاوے تو وہ ٹھیرانے لگا۔ ایک ادنیٰ نوکر کو الزام لگا یا جاوے تو ناراض ہو جائیگا۔ اس قسم کے کردار سے صاف صاف یعنی ٹپکتے ہیں کہ ہر کوئی بلحاظ اپنی ذات کے پاک (شدھ) ہے

جنکے سینہ میں زنگ کا میل لگا ہوا ہے۔ اور جو صاف طبیعت درستی نہیں ہیں انکو چھوڑو۔ اہل باطن سے دریافت کرو۔ اور رستی پیشہ اشخاص سے پوچھو تو واضح ہو جائے گا کہ انکے عجیب و غریب تجربہ نے امر دل کما حقہٗ پایۂ ثبوت کو پہنچا دیا ہو کہ ہمارا دل کینہ و کدورت سے بالکل صاف ہو تو دنیا کی کوئی شے ہمیں ضرر نہیں پہنچا سکتی۔
آنند بھرے مہاتماؤں کے قریب غضبناک مجسم اصحاب بھی پانی پانی ہو جاتے ہیں جنگلی شیر اور درندے بھی انہیں دیکھ کر الفت کرتے ہیں ؎

برمن از روشندلی وضع جہاں ہموار شد	خار در پیراہن آتش گلستاں مے شود

طالب۔ تو ہم انسان دنیا میں کیوں پیدا ہوئے۔

عارف **کٹھ اپنشد ادھیائے ۲ منتر ۹**

جس طرح آگ ایک ہو اور دنیا میں داخل ہو کر ہر صورت کے لحاظ سے ویسی ہی شکل وار د ہو رہی ہے۔ اسی طرح سب کا اندرونی آتما ایک ہو۔ اور ہر صورت کے لحاظ سے شکل وار ہو کر بھی اس صورت سے باہر ہے۔

باغ جہاں کے گل ہیں یا خار ہیں تو ہم ہیں	گر یار ہیں تو ہم ہیں۔ اغیار ہیں تو ہم ہیں
دریائے معرفت کے دیکھا تو ہم ہیں ساحل	گر وار ہیں تو ہم ہیں اور پار ہیں تو ہم ہیں
وابستہ ہے ہمیں سے گر جبر ہے و گر قدر	مجبور ہیں تو ہم ہیں مختار ہیں تو ہم ہیں
میرا ہی حسن جگ میں ہر چند موجزن ہے	لس پر بھی تیرے تشنۂ دیدار ہیں تو ہم ہیں

جب یہ حال ہو کہ جن سے سابقہ پڑے وہ تیرے ہی سروپ ہیں اور تیرا ہی ظہور ہیں۔

پھیلا کے دام الفت گھرتے گھراتے ہم ہیں	گر صید ہیں تو ہم ہیں صیاد ہیں تو ہم ہیں
اپنا ہی دیکھتے ہیں ہم بند و بست یارو	گر داد ہیں تو ہم ہیں بیداد ہیں تو ہم ہیں

نظر اندرونی ڈالنی چاہیئے۔ باہری و بیرونی نہیں۔

شنیدہ ام بہ صنمخانہ از زبان صنم	صنم پرست صنم ہم صنم شکن ہمہ اوست
ایمان عالم از رخ نورانی دیست	کفر جہاں ز طرۂ زلف دوتاے اوست

صرف بے عیب ذات اللہ کی ہے۔

ذات اللہ کی ہو بس بے عیب	ورنہ جہاں میں گل ہو ہمزہ شمار	کون کامل ہوا ہو دنیا میں	غلطی سے نہیں جسے سرو کار
ناقص عقل نوع انسان ہے	اور تو بھی ہو اسی میں شمار	ہے غلط کا عقل تیری بھی	اس میں کیا شرم اور کیسی عار

یا شکت دگرفتاری) زائل ہوجائے یہ اسنسکت نام گیان کی پنچم بھومکا ہے۔

طالب۔ پدارتھ ابھاوتی کیا ہے؟

عارف۔ سرو پدارتھوں کی اُدھشٹان برہم روپ کے گیان کرکے سب کا ابھاؤ یعنے یہ کہ سوائے برہم کے اور تمام شیار کو جو اعاطۂ بدھ میں آسکتے ہیں اثنیت (کالعدم) ابھاؤ والا پرتیت (یقین) کرنا۔ یہ پدارتھ ابھاؤنی نام گیان کی چھٹی بھومکا ہے۔

طالب۔ تریا کیا ہے؟

عارف۔ گیاتا (عالم) گیان (علم) گی (معلوم) جو چوتھی اور پانچویں بھومکا میں بھاؤ روپ (ثابت) اور چھٹی بھومکا میں ابھاو روپ (نفی) پرتیت ہوئے تھے۔ اب ان دونوں سے رہت اپنا آپ بھاستے ہیں اپنے بیگانہ سے فارغ۔ نہ میں نہ تُو۔ نہ یہ نہ وہ۔ صرف ذات ہی ذات۔ تریا ہے اور اسکو گیان کی ہفتم بھومکا کہتے ہیں۔

طالب۔ یہ بھومکا کس کے سادھن ہیں۔

عارف۔ اول تین بھومکا ت گیان کا سادھن ہیں۔

چوتھی بھومکا ت گیان روپ ہے۔ جیون مکت اور ودیہہ مکت کا سادھن ہے۔ پانچویں وچھٹی وساتویں۔ تین بھومکا جیون مکت کے خالص آنند یعنی سرور ابدی کا سادھن ہیں۔

طالب۔ ان بھومکا کے جاننے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

عارف۔ انکے جاننے سے اپنی برتی کی اوستھا یعنے طبیعت کا حال اور دیگر گیان والوں کی اوستھا یعنے طبیعت معلوم ہوسکتی ہے اور جو فرق کہ درمیان گیان والوں کے اوستھا کے ہے اُس کا باعث صرف بھومکا کی کمی وبیشی ہے۔ سو اس دریافت سے وہ گمان دل سے دور ہو کر طبیعت ترقی کی طرف راجع ہوتی ہے۔

پس اس زندگی کے بسر کرنے کے لئے اس مترک کا رستہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ ورنہ سوائے دکھ اور غم کے کچھ حاصل نہیں۔

طالب۔ ایسے سیدھے بننے سے آجکل کا زمانہ موافق نہیں ہوسکتا ہے۔ سیدھی لکڑی کو سب کوئی کاٹ لیتا ہے۔

عارف۔ پیارے طالب ٹیڑھی لکڑی سوائے جلانے کے کسی کام نہیں آتی ہے۔ سیدھی لکڑی کے مندروں درگاہوں میں شہتیر کا کام دیتی ہیں اور صاحبان شوقین ونازنینوں کے مبارک ہاتھوں کی عصا بنتی ہے۔ پس یاد رکھو ٹیڑھے کو تنزل اور تباہی ہی نصیب ہوتی ہے ؎

باصاف دل مجادلہ باخویش دشمنی ست	سنگے زنی بر آئینہ برخود ہمے زنی
آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است	بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

اِس رستہ کی سات ہیں جس میں آرام کا سامان موجود ہے۔

طالب۔ وہ سات فرودگاہ کون کون سی ہیں۔

عارف (۱) شبھ اچھا (یعنے نیک ارادہ)۔ (۲) سوچارنا (دانش حقیقی)۔ (۳) تن مانسا (شغل مراقبہ)۔ (۴) ستواپت (حصول ذات)۔ (۵) اسنسکت (بے اختیاری)۔ (۶) پدارتھ ابھاون (فنائی اللہ)۔ (۷) تریا (لاہوت)

طالب۔ شبھ اچھا کیا ہے؟

عارف۔ پورب جنم یا اس جنم کے نشکام (بے خواہش نتیجہ) کرم اور اپاسنا سے ایکاگر چت والے پرش کو وویک (تمیز درمیان حق و باطل) ویراگ (ترک لذاتِ دنیا و عقبیٰ) کھٹ سنپت (اس میں چھ امور شامل ہیں۔ اول شم یعنے ضبط نفس۔ دوم دم (ضبط حواس) تیسرا تتکشا (برداشت) اوپرام (آزادی) پنجم شردھا (یقین صادق)۔ ششم سمادھانتا (بیداری و ہوشیاری))

(۷) مموچھتیا (خواہش رستگاری)

یہ چار سادھن ہو کر آتما کے جاننے کی اچھا یعنے خواہش ہوئی۔ اس کا نام شبھ اچھا اور یہ اول بھومکا ہے۔

طالب۔ سوچارنا کیا ہے؟

عارف۔ آتما کے جاننے کا خواہشمند ہو کر برہم گیانی سیت پرش کی خدمت میں باادب ہوا (بمنا ہی حاضر ہو کر انکی زبان مبارک سے شنان و دیانت درباب آتما جیو و برہم سُنے و شنکر ان کو اپنے من میں صدہا دلائل عقلی و نقلی سے منن کر کے یقین کرنا یہ سوچارنا ہے اسکو گیان کی دوسری بھومکا کہتے ہیں۔

طالب۔ تن مانسا کیا ہے؟

عارف۔ سرون منن کئے ہوئے ارتھ کو ساکشات (عین الیقین) کرنے کے واسطے بار بار ندھیاسن کرنا یعنے برتی کو ادویت وستو کے اکار کرنا۔ تن مانسا ہے جو کہ گیان کی تیسری بھومکا نام سے نامزد ہے۔

طالب۔ ستواپت کیا ہے؟

عارف۔ سرون منن ندھیاسن کئے ہوئے ارتھ کا ساکشات انُبھو ہو کر سنشے (وہم) اور وپرجے (ایک شے میں دوسری شے کا علم) رہت نروکلپ (بے خیال) استھتی (قیام) ہوئی یعنی چت کا شدھ ستوگن (صفتِ خالص) روپ ہونا ستواپت ہے اور گیان کی چہارم بھومکا ہے۔

طالب۔ اسنسکت کیا ہے۔

عارف۔ نروکلپ سادھن کے ابھیاس سے دیہہ میں ہر طرح مشغول نہیں کبھی۔ کا نشان بھی نہ رہا۔ اور دیہہ میں پریت محبت)

کا خریدار ہے۔ نہ من و مانی کا اہنکار ہے۔ یہ وہ مہاں آتما ہے کہ اگر بادشاہ کی گود میں ہوں تو لات مارنے اور پیشاب کرنے میں سنکوچ نکریں۔ انکی بے پرواہ اندہتک ہوا کرتے ہیں۔ ہر طرف سے وید کی رہتی ثناخوان ہے مگر یہ ہیں کہ کسی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔

پیارے طالب اگر تم ایسی حالت بہم پہنچاؤ تو تمہارے واسطے یہ غذاب دنیا خلد بریں بنجائے۔

طالب۔ میں پانچ ہاتھ کا نوجوان نابالغ بچہ کس طرح بن سکتا ہوں۔ آپ تو مخول اڑاتے ہیں۔

غضب کرتے ہو ظالم آگ پانی میں لگاتے ہو

عارف پیارے طالب یہ ہنسی نہیں ہے۔ یہ آب حیات ہے۔ اگر اسکو پی لے تو حیات ابدی حاصل کرے۔ یہ میں بھی جانتا ہوں کہ نوجوان ہے۔ بات تو اسی میں ہے کہ اس نوجوانی کی خیرہ و اجب امنگوں کو خیرباد کہکر مثل بچہ کے اپنے اندر سے غیریت۔ کام۔ کرودہ لوبھ۔ موہ کو نکالدے۔ خود بینی و غیر بینی سے کنارہ کش ہو جاوے تو وہی اوصاف تجھ میں ہیں اور وہ تیری ذات میں لاہے۔

جب خودی دل سے دور ہو جائے	حق کی سوگند پھر خدا ہیں ہم
آپ ہی آپ ہوں یاں غیر کا کچھ کام نہیں	ذات مطلق میں میری طفل نہیں جوان نہیں

گیتا میں سری بھگوان نے فرمایا ہے

۷	جس نے اپنے من کے بس میں کر لیئے ہیں سب حواس	ارتکاب فعل میں آزاد ہے وہ خود شناس
۹	فعل کی زنجیر ہے دنیا فرائض کے سوا سے	اس لئے تو کام کر لیکن نہ اس میں دل لگا
۱۶	بے گناہ ہے آب حیواں جس نے وحدت کا پیا	جام خود بینی جو پیتا ہے وہ پاتا ہے سزا
۱۸	فعل کے کرنے نہ کرنے کی ہے پروا نہیں	لذت دنیا کی جانب جس کا دل جاتا نہیں
۱۹	کام دے انجام تو لیکن اس میں آغشتہ نہو	راحت دل ہے میسر ہے تمنا شخص کو

طالب۔ مہاراج یہ بھی مشکل معاملہ ہے۔ اور کوئی سیدھا سادا اُپدیش کیجیے؟

عارف۔ تو سنو ایک اور رستہ بھی تمہارے واسطے بتاتا ہوں۔

اس رستہ کے دو طرفہ سایہ دار درخت ہیں اور مناسب فاصلہ پہ فرودگاہ و چاہ وغیرہ موجود ہیں۔ جو لوگ اس راہ سے اس سفر کو طے کرتے ہیں وہ بارہا منزل مقصود پر پہنچتے ہیں۔

طالب۔ وہ سڑک کونسی ہے؟

عارف۔ وہ سڑک علم حق دگیان ہے اور اشجار وہ وید قناعت و ترک ہیں۔ جس کا پھل راحت ہے۔ اور منزل یعنی فرودگاہ

دھیان سے برہمانے آنکھ کھولی تو وشنو بھگوان نظر سے مخفی پائے۔ اور سات سرسٹیاں بھی اب نظر نہیں آتی تھیں لیکن انکی جگہ اننت آکاس میں سات روشن ستارے بیشک تھے۔ جو برہما سمجھا کہ سات بھائیوں کی سرسٹیاں ہیں۔

کٹھ اپنشد دوسرا ادھیاے ولی ۴ منتر ا

سویمبھو ایشور نے اندریوں کے سوراخ بیرونی رخ کر دیئے ہیں۔ اسواسطے آدمی باہر کے رخ دیکھتا ہے نہ کہ اندرونی آتما کو۔ کوئی برلا ہی گیانی لافانیت کی چاہ سے آنکھ کو پلٹ کر اندرونی آتما پر نظر کرتا ہے۔

طالب۔ آپکا فرمانا بجا ہے۔ مگر یہ بہت مشکل وکٹھن ودقیق ہے۔ ہم کیونکر کرسکیں گے۔

عارف۔ مانا سخت مشکل ہے۔ لیکن اسکے بغیر چین بھی کہیں نہیں ملنے کا۔ گو یہ دوائی مہنگی ہے مگر بے بدل ہے۔ مرض مہلک کا اس بغیر کوئی علاج نہیں۔ پس جتنا مشکل ہے اتنا ہی اشتیاق زیادہ کرو۔

ہدی را تیز تر میخواں چو محمل را گراں بینی ۔۔۔ نوا را تلخ ترمیزن چو شوق نغمہ کم یابی

طالب۔ میرے چند احبابوں کو ویدانت کا شوق ہوا تھا۔ انہوں نے چند روز ٹکریں مار کر آخر اسکو چھوڑ دیا۔ کیونکہ کچھ سرور (رس) نہیں آیا۔

عارف۔ کیا تعجب کی بات ہے۔ یہ مثال اُس لومڑی کی صادق آتی ہے کہ انگور تو ہاتھ نہیں آئے اور کہدیا کہ ابھی کچے ہیں۔ کون دانت کھٹے کرے۔ پیارے طالب پست ہمتی کو ترک کرنے سرون (علم الیقین) منن (عین الیقین)، ندھیاسن یعنے حق الیقین کے منازل کو طے کرو۔

برہدارنیک اپنشد ادھیاے ۴ برہمن ۵ منتر ۶

یاگیہ ولک نے کہا کہ خاوند کی خاطر خاوند پیارا نہیں ہوتا۔ اپنی خاطر خاوند پیارا ہوتا ہے۔

بیوی کی خاطر بیوی پیاری نہیں ہوتی — اپنی خاطر بیوی پیاری ہوتی ہے

بیٹوں کی خاطر بیٹے پیارے نہیں ہوتے — اپنی خاطر بیٹے پیارے ہوتے ہیں

دولت کی خاطر دولت پیاری نہیں ہوتی — اپنی خاطر دولت پیاری ہوتی ہے ۔۔۔ وغیرہ وغیرہ

طالب۔ یہ سب راستے ٹیڑھے ہیں مجھے تو کوئی آسان و سیدھا راستہ بتلایئے۔

عارف۔ دیکھو سامنے وہ ننھا بچہ کھیل رہا ہے سب کو کیسا پیارا نظر آتا ہے کہ سب دیکھنے والے بلائیں لیتے ہیں۔ ماں باپ بھائی بہن فدا ہو رہے ہیں۔ نہ اسکو کھانے کی فکر نہ پینے کی۔ نہ اوڑھنے کا خیال نہ بچھانے کا۔ اسکی نظر میں دوست و دشمن یکساں ہیں۔ اسکی نگاہ غیریت سے پاک ہے۔ نہ بندہ سے کام نہ خدا سے کلام۔ نہ نیکی سے خوش نہ بدی سے بیزار۔ نہ دنیا کی فکر نہ عاقبت

ہوئی اور سند ہی کے ایام گذرنے پر سرشٹی کرتا برہما کی یوگ نندرا سے آنکھ کھلی۔ اور اُسکے من میں یہ سنکلپ ہوا کہ میں قاعدہ کے موافق سرشٹی کی رچنا کروں لیکن برہما دیکھتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ سات سرشٹیاں پہلے ہی سے موجود ہیں۔ زمین و آسمان ہے۔ چاند و سورج ہیں ستارے ہیں۔ ہر ایک نظام اپنے اپنے آفتاب کے گرد حرکت کر رہا ہے۔ اور اُن نظاموں میں جو کُرے ہیں وہ موالید ثلاثہ یعنی جمادات۔ نباتات۔ حیوانات سے کھچاکھچ بھرے ہوئے ہیں۔ پرتھوی بھی ہے اور اُس میں آدمی۔ جانور۔ دریا۔ پہاڑ جنگل شہر سب کچھ موجود ہیں۔

سرشٹی کا برہما حیران اور پریشان کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ سرشٹی کا پیدا کرنے والا تو میں ہوں۔ میں نے ابھی کوئی سرشٹی رچی نہیں۔ یہ سات سرشٹیاں آئیں تو کہاں سے آئیں۔ بار بار آنکھ ملی کہ میں کہیں سوتا تو نہیں۔ لیکن جب پھر کھولی تو وہی ساتوں سرشٹیاں سامنے موجود تھیں۔ کسی طرح یہ اسرار اس پر نہ کھلا اور عقل عاجز آگئی۔ تو اُس نے اپنے دل میں اپنے اِشٹ دیو یعنی شری بھگوان کا دھیان کیا اور تہ دل سے دعا کی کہ میری مشکل کو رفع کیجے۔

مہاتماؤں کا قاعدہ ہے کہ انکی دھیان کی شکتی بہت پربل ہوتی ہے۔ چنانچہ برہما نے جب سچے دل سے دھیان کیا تو وشنو منوہر مورتی اپنے سامنے کھڑی پائی۔ مہاراج نے پوچھا کہو برہما جی کس فکر میں ہو سرشٹی کی رچنا کیوں نہیں کرتے۔ برہما نے ۹ ساتوں سرشٹیاں دکھلا کر کہا مہاراج میں کیا رچنا کروں۔ سات سرشٹیاں پہلے ہی موجود ہیں۔ وشنو بھگوان مسکرائے اور بولے برہما تمہیں اِن ساتوں سرشٹیوں سے کیا سروکار پڑا ہے تمہارا جو کام ہے یعنی اپنی سرشٹی رچنی وہ رچو۔ اور کسی کے معاملے میں کیوں پڑے۔ دانا اپنے کام سے کام رکھتا ہے اُسے دخل در معقولات سے واسطہ نہیں ہوتا۔ برہما نے متنبہ ہو کر کہا۔ مہاراج آپ نے سچ فرمایا۔ بیشک مجھے اپنا کام کرنا چاہیئے۔ لیکن مہربانی فرما کر اِن ساتوں سرشٹیوں کا راز مجھے بھی بتائیے۔ وشنو بھگوان نے بوڑھے برہمن کے ساتوں لڑکوں کی کہانی سُنائی اور کہا کہ ان ساتوں کا مضبوط و مستحکم سنکلپ یہ تھا کہ ہم ایشور ہو جاویں

چنانچہ یہ جگت سارا سنکلپ کا کھیل ہے۔ اپنے خیال کی مضبوطی و استحکام سے وہ ساتوں سات سرشٹیوں کے ایشور ہو گئے۔ جس طرح کہ تم اپنی سرشٹی کے ایشور بنو گے۔ اُنہیں کی طرح پہلے تم بھی آدمی تھے۔ تم نے بھی ایشور بننے کے لئے تپ کیا تھا۔ اِس کا پھل یہ ہے کہ آج تم اِس اعلیٰ پدوی پر پہنچ گئے ہو۔

برہما نے یہ سنکر اپنے پہلے جنم کا دھیان کیا۔ جسنے اُسے ایشور کی پدوی کا مستحق بنا دیا۔ دھیان میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک کھتری راجہ جو اب بان پرستھ آشرم میں ہے ایک جنگل میں کٹی بنا کر رہتا ہے۔ اور اسی طرح اپنے سنکلپ میں اشومیدھ یگ کیا کرتا ہے۔ جیسا برہدارنیک اپنشد میں ابتدائی حصہ میں بیان کیا ہوا ہے۔ چونکہ اس راجہ کا سنکلپ ایشور بننے کا تھا۔ اِس کلپ میں آکر برہما ہوا۔ اور وہ میں ہوں۔

جیسا جسنے اپنے آپ کو مان رکھا ہے ویسا ہی وہ ہے۔ سری بھگوان نے گیتا میں کہا ہے جیسی جسکی شردھا ہوتی ہے ویسا ہی وہ ہو جاتا ہے۔ پس جس طرح ہم اپنے آپ کو یہ مانے ہوئے ہیں کہ ہم آدمی ہیں۔ بیماری و تندرستی ہمیں ستاتی ہے مفلسی سے ہم دق رہتے ہیں۔ اسی طرح ہم یہ کیوں نہ مانیں کہ ہم ہی برہما بن کر اس جگت کو رچتے ہیں۔ وشنو بن کر اسکی پالن کرتے ہیں شیو بن کر اس کا سنگھار کرتے ہیں غرض ہم ہی ایشور ہیں سبکے اوپر اور کوئی ایشور نہیں ہے۔

بھائی یہ سنکر حیران تو ہوئے لیکن تھے پنڈت کے بیٹے۔ اور آپ بھی پڑھے لکھے آدمی تھے۔ سب ایک زبان ہو کر بولے حقیقت میں بات تو اسیطرح ہے۔ لیکن ایشور کے درجے کو پہنچنے کا راستہ کیا ہے۔ پہیشری نے کہا وہی جو بھگوان نے گیتا میں کہا ہے جسکی جیسی شردھا ہے ویسا ہی وہ ہے پس اس شردھا کو مضبوط کرنا چاہیئے کہ ہم آدمی نہیں۔ ایشور یا خدا ہیں جس طرح انسانیت کے خیال نے مضبوط و مستحکم ہو کر ہمیں انسان بنا دیا ہے۔ اسی طرح خدائی کا خیال مضبوط و مستحکم ہمیں خدا بنا دیگا اور ہم کسی کے تابع نہیں رہیں گے۔ ایشور سے اونچا درجہ تو اس جہان میں کسی کا نہیں۔

چنانچہ سب نے باہم مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ یہاں ہی گنگا کے کنارے بیٹھکر سمادھی لگایا کریں کہ ہم ایشور ہیں صبح و شام دونوں وقت سب ملکر بیٹھ جاتے اور اپنے خیال میں اپنے آپ کو ایشور سمجھتے۔ ابھیاس بڑی چیز ہے۔ کچھ عرصہ تو دھیان جمانے میں وقت پیش آئی۔ لیکن جسقدر مشق و مزاولت بڑھتی گئی اس دھیان میں پختگی اور پریشانی کی بجائے لطف آنے لگا۔ اس طرح ساتوں بھائیوں کو مشق یا ابھیاس کرتے کئی سال گزر گئے۔ اس عرصہ میں انکے لڑکے بڑے ہو گئے۔ اور انہوں نے ارادہ کیا کہ گھر بار انکے حوالے کر کے آپ کسی پہاڑی ایکانت کی جگہ جا کر اپنے ابھیاس کی تکمیل کریں۔ چنانچہ نیپال کی پہاڑیوں میں جا کر اور ایک دلفزا مقام دیکھ کر بیٹھ گئے۔ یہاں پر جنگل میں پھلدار درخت تھے اور شور و غل نہیں تھا۔ اور دھیان ہٹانے کے سامانوں میں سے یہاں کوئی نہ تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے اپنے ابھیاس میں ترقی کر لی۔ پھر تو یہ حال ہوا کہ کئی کئی دن دھیان جمائے بیٹھے رہتے تھے کہ ہم ہی برہما بن کر جگت کو پیدا کر رہے ہیں۔ اور وشنو بنکر اس کا پالن کر رہے ہیں۔ سمادھی لگانے والے کی کیفیت جب اس طرح کی ہو جاتی ہے تو جسم اور ضروریات جسم کا خیال اسکو نہیں ستانے پاتا۔ اور تھوڑے عرصہ میں شریر چھوڑ کر و بالعموم مر جاتا ہے۔ چنانچہ انکا بھی یہی دھیان میں بیٹھے بیٹھے شریر چھوٹ گیا اور جنگلی جانور انکا گوشت و پوست سب کھا گئے۔ اے پیارے طالب! ان ساتوں بھائیوں کا تو یہ حال ہوا۔ ایک اور حال سنیے۔

آپکو معلوم ہے کہ یہ جگت پیدا ہوتا ہے۔ کلپ کے اخیر تک رہتا ہے اور پھر فنا ہو جاتا ہے۔ پیدا ہونے کو سرشٹی کہتے ہیں فنا ہونے کو پرلے کہتے ہیں بیچ کا حصہ کلپ کہلاتا ہے۔ چنانچہ جس کلپ میں یہ ساتوں بھائی پیدا ہوئے تھے اسکے خاتمہ پر پرلے

تم کو سوچنا چاہیئے کہ پتا تو مر گئے اب ہر ایک کو کیا کرنا چاہیئے جس سے زندگی نہایت کارآمد ثابت ہو۔ تم سب مجھ سے کہو کہ کیا کام کرنا چاہتے ہو۔

سب سے چھوٹا بھائی جو نوجوان اور کسرتی بدن کا تھا۔ اُسنے کہا کہ میں تو فوج میں بھرتی ہونگا اور طاقت و سپہ گری کے جوہر دکھاونگا روپیہ کماؤں گا اور نام پیدا کرونگا۔

دوسرے بھائی نے کہا۔ میں کھیتی باڑی پسند کرتا ہوں۔ گانوں والوں کی طرح گھر پر ہی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔

تیسرا بولا۔ میں بنارس میں کتب فروشی کی دوکان کھولا چاہتا ہوں۔

چوتھا بولا۔ میں چھاپہ خانہ کھول کرکتابیں اور رسالے چھاپنا چاہتا ہوں۔ بڑے نفع کی چیز ہے۔ اِس میں شہرت بھی نصیب ہو سکتی ہے

پانچواں بولا۔ میں کسی پاٹ شالا میں پڑھانے کی نوکری کرونگا۔

چھٹے نے کہا۔ پرمیسری ہم تم دونوں پنڈت ہیں۔ اور ہم نے اعلیٰ درجے کی ودیا پڑھی ہے۔ چلو ملکر امیروں اور رئیسوں و راجاؤں کے ہاں چلیں۔ انہیں اپنے علم کا کمال دکھائیں تو ہماری قدر ہوگی۔ وہ ہمیں روپیہ دینگے اور ہماری زندگی خوشی کیساتھ گذریگی

اب سب بڑے بھائی کی طرف متوجہ ہوئے کہ تم بھی اپنا ارادہ ظاہر کرو۔

اُسنے کہا میں تمہارے ارادوں کو بڑے غور سے سنتا رہا ہوں لیکن افسوس تم سب بہت ہی پست حوصلہ ہو۔ بلند نظر نہیں۔ نوکری کھیتی باڑی۔ دوکانداری۔ کارخانہ داری۔ یا پنڈتائی میں کیا رکھا ہے۔ ہمیشہ اوروں کا ہی دستنگر رہنا پڑیگا۔ نوکر آقا کا غلام ہے۔ پنڈت ججمان کا دستنگر ہے۔ دوکانداری و کارخانہ کا حصہ خریداروں پر ہے۔ کاشتکاری کا حصہ بارش پر ہے۔

تعجب ہے کہ تم سب ایسی کم نظری اور پست حوصلگی کے دلدادہ ہو۔ بھائی کہنے لگے تو ہم سب کیا بنجاویں۔ جو ہر طرح کے فکر و تردد سے رہائی پاکر بالکل آزاد زندگی بسر کریں۔ کیونکہ دنیا میں وہ شخص کونسا ہے جو فکر و افکار سے خالی ہے۔

اہلکار و تاجر و صناع و بیرسٹر حکیم
جس کو دیکھو انجمِ افکار سے ہے دل دو نیم

ہائے اے دنیا کے دھندو تم سے فرصت ہے کیسے
بستہ زنجیر یکساں ہی ہیں نادان و فہیم

مفلسوں کو گر اُدھر نانِ شبینہ کا ہے فکر
ہے اُدھر زردار کو بھی دزدی و سرقہ کا بیم

صاحبِ تصنیف کو ہے نکتہ چینوں سے خطر
نکتہ چینوں کو ہے خود قانون سے خوفِ عظیم

شہ سے لرزاں ہے رعایا اور رعایا سے وہ خود
ایک سے ہے ایک خائف واہ رے خوفِ عظیم

بڑے بھائی نے کہا بیشک تم نے سچ کہا یہ دنیا آلام و افکار کا گھر ہے۔ مگر کبھی یہ بھی سوچا کہ اس میں قصور کس کا ہے۔ خود آلام و افکار میں رہنے والوں کا۔ میرے بھائیو جگت کچھ نہیں ہے۔ فقط نیرنگ خیال کا جلوہ ہے۔ من کا کھیل ہے۔

میں بسر کرے اور روح کو جسکے سامنے جسم و لباس کی حیثیت بھی نہیں رکھتا برباد ہونے دے اور نہ جانے نہ پہچانے
لئے غرض جسم روپی سیپ سے موتی نکال لے۔ پھر یہ سیپ خواہ ٹوٹے خواہ رہے۔ تمہاری بلا سے یہ موتی آتم گیان (معرفت
ذات) جب زبانی جمع خرچ سے تجاوز کرکے جگر میں گھر کرتا ہے۔ روم روم میں رچ جاتا ہے۔ رگ و پے میں دخل پاتا ہے تو خدا کی
بادشاہت میں قدم رکھا یا تخت حقیقت پر پیر لٹکایا۔ اُدھر اقبال چاکر ہوا۔ ملائک فرماں بردار بنے اور کوئی ضرورت نہ رہنے پائی
جو خود بخود پوری نہ ہوگئی۔ وہ عارف کامل جو اِس بہتان کو نفی کر چکا ہے کہ میں جسم یا جسمانی ہوں اور سدا اپنی ذات کے جلال
میں جلوہ گر رہے اپنی مہما میں مست پڑا ہے اُسی کی ڈرشٹی سرشٹی بنتی ہے۔

طالب۔ مہاراج! مجھے سرشٹی بننے کا حال سمجھایئے کہ انسان کس طرح اسقدر طاقت بہم پہنچا سکتا ہے۔

عارف۔ مثال کے طور پر تمہیں اس راز کو سمجھاتا ہوں۔ غور سے سننے کے قابل ہے۔

شہر بنارس سے تھوڑے فاصلہ پر دریائے گنگا کے کنارے ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ وہاں پر زیادہ تر آبادی برہمنوں کی تھی۔
ایک برہمن بوڑھا ہوگیا تھا۔ مگر تندرستی اچھی تھی۔ اس حالت میں بھی پیادہ پا بنارس جاکر پڑھایا کرتا تھا اور شام کو گھر واپس
آجاتا تھا۔ اُسکی بیوی بھی حیات تھی اور اُسکے سات لڑکے تھے جنکی شادیاں ہوچکی تھیں۔ اور صاحب اولاد تھے سب سے بڑا
لڑکا پنڈت تھا اور اس کا نام پرمیسری سہائے تھا وہ اپنے باپ کو پاٹ شالہ کے کام میں مدد دیا کرتا تھا۔ اس پنڈت کی
آمدنی سے خرچ کسیقدر زیادہ تھا۔ کیونکہ کُنبہ بڑا تھا۔ اس وجہ سے بیاہ شادی کے موقعہ پر قرض بھی لینا پڑتا تھا۔ مگر بعد میں آہستہ
آہستہ اُتار دیا کرتا تھا۔

اُنہی برسوں تک اسی طرح کنبہ کا گذارہ ہوتا رہا۔ آخر یہاں گذران ہے۔ وہ دن بھی آگیا کہ بوڑھے پنڈت کا انتقال
ہوگیا۔ اور بنارس میں اسی گھاٹ پر پھونک پھانک کر اُسکے لڑکے گھر واپس آئے۔ مرنے کا غم سب کو ہوا ہی کرتا ہے۔ مگر بڑا
لڑکا پرمیسری سمجھدار تھا اُسنے سب کو تسلی دی اور سمجھا کر کھانا کھلوایا۔ رات کے وقت سب اُداس بیٹھے تھے۔ پرمیسری
نے کہا کہ پورنماشی کی چاندنی کھلی ہوئی ہے۔ تسکین و سکوت کا سماں ہے۔ گھر بھیانک معلوم ہوتا ہے۔ تو سری گنگا جی کے
کنارے چل کر گشت کریں تاکہ طبیعت سے غم دور ہو کہیں بیٹھ کر گیان دھیان کی باتیں کرینگے۔ اِس رائے کو سب نے پسند کیا اور
اُٹھ کر باہر آئے۔ اور گنگا جی کے کنارے پھرتے پھرتے دور نکل گئے۔ اور وقت معلوم نہ ہوا۔ آخر پھرتے پھراتے گنگا جی کے کنارے
ایک پُرانا مندر تھا وہاں پر جا بیٹھے۔

ساتوں بھائی کچھ دیر تو چپ چاپ بیٹھے رہے۔ آخر پرمیشری نے کہا کہ بھائیو میں تمہیں دانستہ اس وقت اس مقام
میں لایا ہوں۔ گھر پر بیٹھے رہتے تو سوائے غم کے دل میں کچھ اور نہ ہوتا۔ یہاں شانتی ہے۔ اور سب کی طبیعت بھی شانت ہے

طالب۔ اگر میرا جسم آتما نہیں ہے تو آنکھ ضرور آتما ہے۔ کیونکہ آنکھ سے دنیا میں زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے؟

عارف۔ نہیں۔ آنکھ آتما نہیں ہے۔

طالب۔ تو کیا من آتما ہے؟

جواب۔ نہیں۔ من کا کام اضطراب کا ہے۔ ایک لمحہ میں عرش بریں۔ دوسرے میں تحت الثرا۔ اِس سبب سے من آتما نہیں ہو سکتا

طالب۔ پران آتما ہیں۔ کیونکہ پران کے سبب سے ہی انسان زندہ ہے۔ پران نہوں تو مردہ کہلاتا ہے۔

عارف۔ پران بھی آتما نہیں ہیں۔ بلکہ آتما پرانوں کا پران یعنی جسکی شکتی سے پران کام کرتے ہیں۔ وہ آتما ہے۔

طالب۔ میں تو سوائے پران کے دوسرا آتما نہیں سمجھ سکتا ہوں۔ بھلا سمجھائیے تو کہ پران کس طرح آتما نہیں ہے۔

عارف۔ لو سنو! ایک شخص جانکندنی کی حالت میں سخت تکلیف کے سبب سے یہ کہہ رہا تھا کہ میرے پران کب نکلیں گے۔ پس جو کہتا ہے کہ میرے پران، یعنی پرانوں کا مالک جس سے چھوٹ پاکر پران عزیز بنتے ہیں جس آنند سروپ پر پران صدقہ دینے منظور ہوتے ہیں۔ وہ پرانوں کا پران آتما ہے۔

کین اپنشد منتر ۸

جو پران سے سانس نہیں لیتا۔ بلکہ جس سے خود پران سانس لیتے ہیں اُسی کو تو برہم جان۔

تیتر اپنشد بھرگو ولی انواک ۶

اُسنے جان لیا کہ آنند برہم ہے تحقیقاً آنند ہی سے یہ سب بھوت پیدا ہوتے ہیں اور پیدا ہو کر آنند ہی سے جیتے ہیں اور آنند ہی میں جاکر لے ہو جاتے ہیں۔

طالب۔ تو میں کون ہوا؟

عارف۔ تو ذاتِ احد سچ انند۔ بے تعلق و بے پیدائش برہم ہے۔

طالب۔ مجھ میں یہ اوصاف کہاں ہیں۔ میں تو شبانہ روز فکر معاش وغیرہ میں مبتلا رہتا ہوں ؎

فکرِ معاش و ذکر بتاں یاد رفتگاں ۔ دنیا میں آن کر بھلا کیا کیا کوئی کرے

عارف۔ تمہارے کھانے کو جو ہضم کرتا ہے۔ اور تمہاری رگ و پے میں خون چلاتا ہے۔ اور تمہارے جسم کو بڑھاتا ہے اور تمہارے پرانوں کی حفاظت بوقت خواب کرتا ہے۔ یہی وہ گیان سروپ آتما ہے جو تمہارے لئے روٹی بہم پہنچاتا ہے۔ اِسی کو آپکی فکرِ معاش ہے۔ آپکا جسم و جان۔ آپکے اہل و عیال مال و زر سب کا حامل وہی ہے۔ وہ تم خود اپنا آپ ہو۔

لباس جسم کی خاطر ہوتا ہے جسم لباس کی خاطر نہیں۔ اُس شخص کا حال قابل رحم ہے جو ساری زندگی کو جسم و پیٹ کے دھندوں

(۴) آتش قیامت کبریٰ۔ مہاپرلے اگن وہ ہے جو تمام جہان وما فیہا کو جلا کر آپ ہی باقی رہتی ہے اسطرح کا شا کسات ہو کہ (استہول۔ سوکشم۔ کارن شریر)۔ (جاگرت۔ سپن۔ سکھوپت اوستہا)۔ (وسو۔ تیجس۔ پراگ جیو)۔ (وبراٹ۔ سوتراتما۔ ایشور) علیٰ ہذا تمام۔ اوہام و تفاوات کو دور کرکے صرف گیان سروپ رہتا ہے۔ کیا گیان جہیں گیاتا (عالم) گے (معلوم) کی سمائی نہیں۔ نہ میں نہ تو۔ نہ یہ نہ وہ۔ ایک ادویت نروکار چدگہن اپنا آپ ہے۔ ایسی حالت کو سالک انبھو کرکے کرت کرت (دائم السرور) ہوتا ہے۔ مناسب ہے کہ ان چار اقسام کے گیان کو ذہن نشین کرکے اپنی طبیعت کو امتحان کرے۔ اور جس درجہ میں اپنی ترقی کو دیکھے اُس سے زیادہ درجہ کے لئے کوشش کرے کیونکہ بحرِ معرفت اسقدر عمیق اور ناپیداکنار ہے کہ صدہا لوگ اِس میں مثل غواص غوطہ زن ہو کر تہ کو دریافت کرنے لگے ہیں۔ بوالعجب کہ وہاں اپنی ہستی سے ہاتھ دھو کر زبان سے بےزبان چشم سے بےچشم۔ گم در گم۔ ہو کر محو ہو گئے ہیں۔

یار ہر جا حاضر و موجود است	درتلاش جستجو بے سود ہست	پردہ اسم و صفاتی را بدر	ہر کجا یکرنگی معنے نگر
خود خدایم خود خدایم۔ خود خدا	بلکہ اصلا از خدا بودن جُدا	چوں درین راہ آمدم دیدم چہام	من ندیدانم کہ خود ہم من کہ ام
ور بگویم من خدایم من خدا	بندہ ہمہ زندگی سازم کرا	این دو اسما محض حجب امتیاز	ذات بیچون و چرا فارغ ز راز
ظاہر و باطن ہماں یک جلوہ داں	پاک زیکی و دوئی وز این و آن	نور حق این ہست بیساں ای ہوشمند	چشم حیرت واکن و لب را ببند

طالب۔ گیان کیا ہے؟

عارف۔ آپکو ہتیارتھ (علم حقیقی) جاننا کہ تیں سریر۔ اور تین اوستھا اور پانچ کوش سے اتیت (فارغ) ہوں۔ اِسی کا نام گیان ہے۔

طالب۔ سوائے اِن گیارہ کے اور کچھ انبھو نہیں ہو سکتا۔ پس میں کون ہوں؟

عارف۔ جو انبھو کرنے والا ہے وہی گیان ہے۔

طالب۔ یہ گیان تو مجکو ہوا۔ تو کیا میرا جسم آتما ہے؟

جواب۔ جسم آتما نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جسم تو ہمیشہ بیماری و صحت میں مبتلا رہتا ہے۔ اور جسم میں چھ قسم کے عیب ہیں۔

(۱) حمل میں آنا (۲) پیدا ہونا (۳) لڑکپن (۴) جوانی (۵) بڑھاپا (۶) مرگ۔ پس یہ ہمیشہ تبدیل پذیر ہے۔ جو چیز ایک حالت پر قائم نہ رہے اُسکو فانی کہتے ہیں۔ علاوہ اسکے شریر کے چھ دہرم ہیں

(۱) دُکھ (۲) سکھ (۳) بھوک (۴) پیاس (۵) جنم (۶) مرن آتما ان سے بھی فارغ ہے بلکہ انکا شاہد ہے۔ دکھ سکھ من کے دہرم ہیں بھوک پیاس پران کے دہرم ہیں جنم مرن جسم کے دہرم ہیں۔ آتما اِن تینوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ بلکہ من و پران و جسم سے مجرد گیان سروپ ہے۔ لیکن اگیان کے باعث جسم پران کر دُکھ میں دکھی اور سُکھ میں سکھی ہوتا ہے۔

عارف - سروَن گیان - منن گیان - ندہیاسن گیان - ساکشات گیان -

طالب - انکی تشریح فرمائیے -

عارف - ایک مثال دیکر نتیجہ دکھلایا جاتا ہے -

آگ چار قسم کی ہوتی ہے (۱) آتشِ ہیزم (۲) آتشِ برق (۳) آتش غریزی (۴) آتش قیامت کبرا - جن کے ہندی الفاظ یہ ہیں - لکڑی کی - بجلی کی - بڑوا اگن یا جہیرا اگن - مہاپرے کی اگن -

۱ آتش لکڑی کی اگن اُس وقت تک شعلہ آور ہوتی ہے جبتک اُس میں لکڑیاں ڈالی جاویں - جب لکڑی نہ ڈالی جاوے گم ہوجاتی ہے - اسی طرح سروَن گیان ہے کہ جب تک ست سنگ میں مہاپرش کے بیٹھکر سخنان آبِ حیات مثل ہیزم کے اسکی مجمر (عود دان) سینہ میں راہِ گوش سے پڑتی رہیں - تب تک آتشِ معرفت صورتِ یقین میں شعلہ آور رہتی ہے - جب درمیان میں جدائی ہوئی تو اُسوقت یاد فراموش سے گم ہوجاتی ہے - یہ سروَن کیا ہے - اس سے صرف لذت شنوائی حاصل ہوتی ہے یا قدرے آگاہی -

(۲) آتشِ برق وہ ہے جو بادلوں میں کبھی چھپتی ہے اور کبھی ظاہر ہوتی ہے - لیکن اس کا وجود ہروقت موجود ہے - اِسی طرح جو شخص سخنان شنیدہ کو گوشہ میں بیٹھکر دل سے سوچتا ہے اور حصول عین الیقین کے لئے بار بار یاد کرتا ہے اُسکو منن گیان حاصل ہوتا ہے جو ہمیشہ دل میں قائم رہتا ہے - اور کبھی کبھی جوش زن ہوکر شعلہ آور ہوتی ہے - اور گاہے کسی دنیوی امورات کے استغراق سے فراموش ہوجاتا ہے - مگر پھر اُسی لحظہ میں اپنی چمک اور دمک نکالتا ہے - اِس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جسقدر وہمات دربارہ صداقتِ کلامِ الٰہی و یکتائی ہیں رفع ہوجاتے ہیں -

(۳) آتشِ غریزی - اس میں دو قسم کی آگ شامل ہے - ایک آتش غریزی جو انسان کے معدہ میں غذا کو ہضم کرتی ہے - دوسری آتشِ غریزی جو بشکلِ سمندر میں طغیانی آب کو سوختہ کرکے سمندر کو اپنی حد میں رکھتی ہے -

پس ان دونوں کا کام باہر کے دخول کو اپنے میں محو کرنے کا ہے -

اسیطرح ندہیاسن گیان ہے - کہ ادویت گیان برتی میں اسقدر غالب ہوجاوے کہ تمام خیالات لذات حواس کو مثل غذا یا آبِ دریا آتشِ معرفت میں محو کرکے آپ میں قائم رہے یعنی یہ کہ ہر وقت برتی اُدویت وستو یعنی ذاتِ احد میں شاغل ہوکر اسی کے آکار رہے - اِس غرض سے کہ وہ یقین جو بذریعہ سروَن ومنن یاد کیا ہے وہ اب بذریعہ ندہیاسن عین الیقین ہوکر ہماری اپنی ہی نظر ہوجاوے - اِس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ گاہ بگاہ جو شبہ اپنے آتما کو برہم روپ یقین کرنے اور آپکو تمام بندھنوں سے رہت یقین کرنے میں دیکھتا تھا - دور ہوجاوے -

روپ کانٹوں میں گھسیٹتی ہے۔ اِنکا یہ حال زار دیکھ کر راہ چلتے بھگوان وشنو نے بچار کیا کہ نازک پھول کانٹوں میں گھسیٹنے لائق نہیں۔ یہ سوچکر اور بھگوان ویاس کا روپ دھارن کر کے اُن چیلوں کو اُپدیش روپ گود میں لے لیا۔ جس طرح آدمی کی گود میں رکھے ہوئے پھولوں کو ہوا اُڑا نہیں سکتی۔ اِسی طرح برہم نشٹھ آچاریہ کے اُپدیش میں قیام رکھنے والے چیلوں کو بھید وادی لوگ بہکا نہیں سکتے۔ یہ اُپدیش ہی گود ہے۔ پھر بھگوان ویاس نے یہ وچار کیا کہ زمانِ مستقبل میں بھید وادی اور لوگوں کو نشکام کے کانٹوں میں گھسیٹینگے۔ اسواسطے ایسی تجویز کرنی چاہیئے کہ پھر لوگ خراب خستہ نہ ہوں۔ یہ سوچکر سوتر روپ جال سے وید کے واکیہ روپ درختوں کو الگ الگ کر دیا۔

نتیجہ۔ اگر وہ دیو انسان سے مراد ہے۔ عالمِ خواب میں جس جنگل میں وہ اناد ی کال سے آوارہ و سرگشتہ ہے وہ یہ دنیا ہے۔ دلفزا مقام سورگ وغیرہ اُونچے لوک ہیں۔ اور تکلیف دہ مقام نرک وغیرہ نیچے لوک۔ اُسے چونکہ جنم پر جنم ہوتے رہتے ہیں۔ اِس واسطے سخت دُکھ میں ہے اور اُس سے چھٹنے کے واسطے گورو کے پاس اُپدیش لینے کو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گورو و شاستر وغیرہ سب عالمِ خواب کے ہی ہیں اور وہی موکش کا باعث ٹھیرتے ہیں۔ پس آتما چونکہ گیان سروپ ہے اور جگت اِس میں نقشۂ خواب کی طرح نمایاں ہے۔ اِس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ گورو و شاستر بیفائدہ ہیں۔

طالب۔ اگر وہ دیو کے قصہ سے تو معلوم ہوا کہ یہ خواب کی باتیں ہیں اور سب کچھ خواب ہی ہے۔ اُپدیش کسکو کیا جاتا ہے۔

عارف۔ اُن بھولے بھٹکے آدمیوں کو جنکو رستہ نہیں ملتا ہے۔

طالب۔ یہ بھول یعنی اگیان کیسے اور کہاں سے آیا؟

عارف۔ بیان سے سمجھاتا ہوں۔

(۱) جیسے آگ سے پیدا شدہ راکھ آگ کو ہی چھپا لیتی ہے۔

(۲) جیسے جل سے پیدا شدہ کائی جل کو ہی چھپا لیتی ہے۔

(۳) جیسے مکان سے پیدا شدہ اندھیرا مکان کو ہی ڈھانپ لیتا ہے

طالب۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟

عارف۔ گیان سے دُور ہو سکتا ہے۔

طالب۔ گیان کے قسم کا ہے؟

عارف۔ گیان چار قسم کا ہے۔

طالب۔ وہ چار قسم کیا کیا ہیں؟

برہم گیان کو سنکر لوگ اِس بھیانک جنگل سے باہر آجاتے ہیں۔

غرض اِس طرح اگروہ دیو نے اِس جنگل میں دم کے دم میں یہ عجیب غریب نظارے دیکھے اور یہ معلوم ہوا کہ میں اِن
بیحد سے اِس جنگل میں مارا مارا پھرتا ہوں۔ اِس جنگل کا ناش کبھی ہوتا نہیں۔ کبھی باغبان اپنے چاروں منہ سے بیج نکال
نکال کر درخت لگاتا۔ اور پانی سے اُنہیں سینچتا ہے۔ اور کبھی اُسی مونہہ سے خوفناک آگ نکال کر جنگل کو جلا ڈالتا ہے۔
جنگل کی پیدایش کے ساتھ میری پیدایش اور ناش کے ساتھ میرا ناش ہوتا ہے۔ تمام جنگل جل چکتا ہے تو وہ باغبان
اکیلا رہ جاتا ہے اُسکے جسم میں بن کے تمام بیج رہتے ہیں۔

یہ پرتیتی یا نمود اری جب خواب کی دید سُننے ست اگروہ دیو کو خواب میں ہوئی تو بار بار اپنا جنم اور مرنا دیکھ کر اُس نے
یہ سوچا کہ جس طرح ہوسکے اِس بن سے باہر نکلنا چاہیئے اور باہر نہ نکل سکوں تو میرا یہ جنڈال ہونا کس طرح رفع ہو۔ اور دیو
بھاؤ ہمیشہ کے لئے ملجائے۔ سو بن سے باہر آنے کی اور تو کوئی تدبیر ہے نہیں۔ برہم بدیا کے اُپدیش کرنے والے آچاریہ اپنے
چیلوں کو بن سے باہر نکالتے ہیں۔ مجھے بھی اِن سے اُپدیش لینا چاہیئے۔ یہ سوچکر اگروہ دیو خواب میں ہی آچاریوں کے پاس
گیا۔ اور آچاریہ نے بدہی کے مطابق آئے ہوئے چیلے کو سنسکرت میں برہم بدیا کی ایک وہمیہ کتاب پڑھائی۔

وہمیہ سنسکرت کتاب کو وہمیہ گرو نے وہمیہ چیلے کو پڑھائی۔

اِسکی تشریح اِس طرح ہے کہ بھیدوادی ہوا نے چلکر اور درختوں کو ہلا کر کانٹے پھیلا دیئے۔ نازک و مصفا چیلوں کے پھولوں کو توڑکر
گرا کر اور چیر پھاڑ کر اُن کانٹوں میں گھسیٹنا شروع کیا۔ بن میں جاتے ہوئے بھگوان نے اُنکا یہ حال دیکھکر اور نامناسب سمجھکر
ویاس کا روپ دھارن کیا۔ اور اُنہیں گود میں اُٹھا لیا۔ سوتروں کا جال بنا کر بن کی تقسیم کر دی جس طرح ہوا بن میں آکر درختوں
کو ہلا کر اُنکے کانٹے پھیلا کر خوب صورت کمل کے پھولوں کو ڈنڈیوں سے توڑ کر کانٹوں میں کھمائے

اِن پھولوں کا یہ حال دیکھ کر راہ چلتے مسافر کے دل میں خیال آیا کہ یہ نازک پھول اِس طرح کانٹوں میں گھسٹنے لایق نہیں۔
اُنہیں اچھی جگہ رکھنا چاہیئے۔ یہ سوچکر وہ اِن پھولوں کو اُٹھا لے۔ اور پھر یہ سوچے کہ آگے بھی ہوا اسی طرح پھولوں کو توڑکر
کانٹوں میں پریشان کریگی۔ ایسی تجویز کرنی چاہیئے جس سے یہ نازک پھول کانٹوں میں خراب خستہ نہوں۔ یہ سوچکر سوتر یعنی
سوت کے جال سے خار دار درختوں کو الگ الگ کر دے تاکہ جال میں پھول رہیں اور کانٹوں میں جا کر پریشان نہ ہوں۔

اِسی طرح بھید کے بتانے والے ہوا کے مانند ہیں۔ وید بن ہیں جن میں ارتھ واد یعنی کامیہ کرموں کے محرک جملوں
کے خار دار درخت ہیں۔ اِن میں نشکام کرموں کے کانٹے میں پیچیلے کمل ہیں جو نازک چھال پٹ سے مبرا و مصفا یعنی رغبت و
نفرت سے معرا جیس ڈنڈی میں یہ لگے ہوئے ہیں وہ سمادہی ہے۔ اِن پھولوں کو بھیدوادی آچاریوں کی ہوا توڑ کر کام اور کرم

اِس سبب سے صاف طور سے ثابت ہی کہ یہ سنسار مثلِ خواب و خیال کا تماشا ہے۔

اعتراض۔ جبکہ آپ خود میرے سامنے موجود ہیں اور اُپدیش کر رہے ہیں تو میں جھوٹا کس طرح تسلیم کر سکتا ہوں۔

جواب۔ جس طرح خواب میں اگروہ دیو کو وہم پیدا ہوا تھا اسیطرح تجھے بھی یہ وہم پیدا ہوا ہے۔

طالب۔ اگروہ دیو کا حال سنایئے۔ کہ خواب میں کیا دیکھا تھا۔

عارف۔ اگروہ دیو۔ سویا ہوا تھا۔ اُسنے خواب میں دیکھا کہ میں چنڈال ہوں۔ ہڈی۔ چربی۔ خون۔ گوشت سے میرا منہ بھرا ہوا ہے اور ایک بھاری جنگل میں جو سانپ و شیر۔ ہاتھی وغیرہ سے بھرا ہوا ہے۔ میں آوارہ و سرگشتہ پھر رہا ہوں اور پھرتے پھرتے بہت سے مقام دیکھے۔ کہیں قسم قسم کے مہیب جانور کھانے کو سامنے دوڑے چلے آتے ہیں کہیں خون و غلیظ اشیاء سے بھرے ہوئے حوض ہیں۔ اِس میں جیو پڑے ہوئے ہائے ہائے کر رہے ہیں۔ کہیں تپتے ہوئے لوہے کے ستون سے آدمی بندھے ہوئے رو رہے ہیں۔ کہیں گرم ریگ میں ننگے پاؤں پھر رہے ہیں۔ اور افسران شاہی گرم ڈنڈے سے مار رہے ہیں۔ اِسی طرح قسم قسم کے مہیب مقامات اگروہ دیو نے دیکھا۔ اور کبھی خود بھی قصوروار ہو کر خواب میں طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھائیں۔ کہیں خوبصورت دلفزا مقام بھی نظر آئے۔ جن میں دیوتا براجمان ہیں جو نہایت لطیف ہیں صرف امرت (آبحیات) کے دیکھنے سے سیر رہتے ہیں۔ بھوک پیاس کی اذیت ستاتی نہیں۔ باقی انکے جسم میل وغیرہ سے صاف ہیں نفیس نفیس بانوں (ہوائی جہازوں) میں بیٹھے۔ جو اُنکی خواہش کے مطابق چلتی ہیں سیر کرتے پھرتے ہیں۔ کہیں رمبھا اور اُرشی جیسی نازنین اپسرائیں ناچ اور گا رہی ہیں۔ اُنکے تمام اعضا عورتوں کے حسن و نزاکت کا کمال ظاہر کرتے ہیں اور جسم میں سے وہ خوشبو آتی ہے کہ کام دیو کو تیز کرتی ہے کہیں انکے ساتھ دیوتا عیش و عشرت میں مصروف ہیں۔ اگر دیو نے کبھی خود بھی دیوتا بنکر یہ لطیف بھوگ بھوگے اور پھر یکایک اُن حوضوں میں گرا جو خون اور غلیظ چیزوں سے بھرے ہوئے تھے جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔

ایک مقام پر کیا دیکھا کہ افسروں کا حاکم اعلیٰ بیٹھا ہے اور اُنکا حکم بجانے والے نوکر خدمت کو کمربستہ کھڑے ہیں۔ بعض لوگوں کو یہ حاکم اور افسر خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ بعض کو نہایت خوفناک اور بھیانک۔ یہی جنگل میں پھرنے والوں کو اُنکے کرموں کے مطابق پھل دیتے ہیں۔

اِس طرح اگروہ دیو نے خواب میں مقاماتِ عجیب و غریب دیکھے

ایک جگہ کیا دیکھا کہ برہمن بیٹھے وید پڑھ رہے ہیں۔ کہیں یگیہ شالہ میں ہون ہو رہا ہے۔ کہیں خوبصورت ندیاں ہیں اور پُن کمانے کو لوگ اُن میں نہاتے ہیں۔ کہیں گیانی گورو بیٹھے چیلوں کو برہم گیان کا اُپدیش کر رہے ہیں۔ اور ایس

اُن سے محبت کرتا ہے یا ڈرتا ہے وہ بھی اسی کی مخلوق ہیں۔ آپ ہی بھیڑ ہے اور آپ ہی بھیڑیا۔ آپ ہی پیر ہے اور آپ ہی کانٹا۔ ٹھیک یہی حال عالم بیداری میں ہے۔

طالب جسکو تم عالم بیداری سمجھے بیٹھے ہو۔ یہ دراصل یہ بھی خواب۔ گو ذرا بڑے پیمانہ (اسکیل) کا خواب ہے۔ حقیقت کی رو سے شخصیت (جیو) تیری مایا کی شان جزوی ہے۔ سارا جہان تیری ہی مایا کی شان کلّی ہے۔

باغ جہاں کے گل ہیں۔ یا خار ہیں تو ہم ہیں — گر یار ہیں تو ہم ہیں۔ اغیار ہیں تو ہم ہیں
دریائے معرفت کے دیکھا تو ہم ہیں ساحل — گر وار ہیں تو ہم ہیں۔ اور پار ہیں تو ہم ہیں
وابستہ ہے ہمیں سے۔ گر جبر ہے و گر قدر — مجبور ہیں تو ہم ہیں۔ مختار ہیں تو ہم ہیں
میرا ہی حسن جگ میں۔ ہر چند موجزن ہے — پس پہ بھی تیرے تشنۂ دیدار ہیں تو ہم ہیں

ایک تصویر ہماری نظر سے گذری ہے۔ اس میں ایک شکاری تیر و کمان ہاتھ میں لئے شست باندھے کھڑا ہے۔ سایہ دار درخت کے نیچے ہرے ہرے لمبے گھاس میں سبز سبز پتیوں اور زرد رنگ کے نرم نرم جنگلی پھولوں کے درمیان ہرن کی ناچتی ہوئی آنکھ دیکھ کر اُس کا نشانہ کر رہا ہے۔ ظالم شکاری آن کی آن میں بیچارے ہرن کو مار یگا۔
دراصل اگر دیکھا جائے تو ایک کاغذ کا ٹکڑا ہے اور بحیثیت اپنی ذات کاغذ کے تو ہی صیاد ہے تو ہی تیر ہے تو ہی ہرن ہے اور تو ہی سبزہ گھاس و پھول۔
یہی حال خواب دیکھنے والے کا ہے اسی طرح بیداری کا خواب ہے

خدائی کہتا ہے جسکو عالم۔ سو وہ بھی ہے اک خیال میرا — بدلتا صورت ہزار ڈھب سے ہر ایک دم میں ہے حال میرا
کہیں ہوں موج کہیں ہوں ذرہ کہیں ہوں دریا کہیں ہوں قطرہ — وفور کثرت سے اپنی مجکو ہوا ہے ملنا محال میرا
طلسم اسرار گنج مخفی کہوں نہ سینے کو اپنے کیونکر — عیاں ہوا حال ہر دو عالم ہوا جو ظاہر کمال میرا
حجاب خورشید ذات معنی۔ ہوا ظہور نمود صورت — مٹا جو دنیا سے نام آدم ہوا ہے مجکو وصال میرا
شنیدہ ام بہ صنم خانہ از زبان صنم — صنم پرست صنم ہم۔ صنم شکن۔ ہمہ اوست

اسکی نورانی

اعتراض۔ اگر یہ سب سنسار سپنا ہی ہے۔ تو دکھلائی کیوں دیتا ہے؟
جواب۔ خواب میں یہ دنیا کہاں دکھائی دیتی ہے اور حالت سشپتی میں خواب و بیداری کی دونوں دنیا گم در گم ہوتی ہیں۔ اور حالت سمادھی میں بھی جس وقت کہ انسان ہوش میں ہوتا ہے کوئی جگت و سنسار اسکی نگاہ میں نہیں ہوتا ہے

سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ اور اس میں سراب جیسے دھوکے والے خاص موقعہ بھی ہیں جنکو دیکھ کر تو گھبرا جاتا ہے کہ ہائے
میں ڈوبا میں ڈوبا اور مارے اضطراب بیقراری کے ہاتھ پاؤں مارنے لگتا ہے اور صبر و قرار کی باگ ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے
اور وہم و دھکڑ پکڑ کے بس ہو چہرہ پر ہوائیاں چلنے لگتی ہیں گویا سچ مچ گرداب بلا میں پھنسا ہے۔ لیکن ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا	جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

جسوقت گیان یعنی راز حقیقت کھلتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ کچھ بات ہی نہ تھی۔ ہاں تو تھا ہی نہیں کپڑے ناحق اتارے۔
خواہ مخواہ رسوائی ہوئی۔ جیسے کہ راجہ دریودھن نے راجہ یدھشٹر کے محل دیکھنے میں شرمندگی اٹھائی تھی۔

دنیا کی جسقدر چیزیں ہیں ظاہر میں گھبرانے والی ہیں۔ اور دست قدرت نے انکو تیرے ہی فرحت و خوشنودی کی
خاطر تیار کی ہیں۔ الٹا ڈرنے سے کیا حاصل۔ تیری ہی نادانی تجھے چکر میں ڈالتی ہے ورنہ تجھے نیچا دکھانے والا کوئی نہیں۔
یہ یقین کامل کرنا چاہیئے۔ کہ یہ دنیا تیرے پیارے کی بنائی ہوئی ہے (نہ کہ دشمن جان کی) یہ تیرے ہی آتما کا ظہور ہے۔
اگر من کو شدھ کرو اور پریم کا برتاؤ رکھو ؎

دلبر دربائے من۔ می کند از برائے من	نقش و نگار و رنگ و بو۔ تازہ بتازہ نو بنو
خنداں شدہ بودن بہ از گنج و گہر بخشیدن است	تا توانی برق بودن۔ ابر نیسانی مباش

اعتراض۔ جاگرت کا خواب کیا اسے سمجھایئے

جواب۔ جس طرح پر کہ رات کو خواب میں مکانات و باغ و صحرا و گھوڑے ہاتھی وغیرہ دیکھتے ہو اور کل بیوہار سنسار کرتے
ہو کیا اس وقت تمکو اسکے جھوٹے ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ اور بجز واحد تمہارے کوئی دوسرا نہیں ہوتا ہے۔ تمام جگت
سرشٹی نظر کے سامنے ہوتی ہے پس تم خود ہی دیکھنے والے اور خود ہی شے دیکھی گئی اور خود ہی دکھلانے والی (یعنی
عالم و علم و معلوم) ہو۔ اور صبح کو اسکی اصلیت کچھ بھی نہیں رہتی۔ اسیطرح۔ رات کو خواب میں جاگرت کی کوئی ہستی نہیں
رہتی۔ اس طریق سے اسکو جاگرت کا خواب ہی کہا جا سکتا ہے ؎

چیست دنیا تا بآں آلودہ کردن دست خویش	بر سر خوان سلیماں کاسہ لیسیدن چراست

اور سنو! عالم خواب میں انسان آپ ہی آپ ہوتا ہے۔ لیکن تماشا یہ ہے ادہر تو اپنی شان جزوی سے اپنے تئیں
امیر یا فقیر دیکھتا ہے ادہر اپنے میں شان کلی سے شہر۔ دریا و شیر وغیرہ پیدا کر لیتا ہے۔ جنکو اسوقت کے فرضی اپنے آپسے
جدا تصور کرتا ہے۔

جاگرت کی نگاہ سے دیکھیں تو خواب میں یہ جسکو اپنا تسلیم کرتا ہے وہ بھی اسی کا خیال ہے اور جن کو اپنے سے جدا مان کر

اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن تاہم احتیاط واجب ہے کیونکہ من ایسی متحرک طاقت کہ ایک لحظہ میں عرش بریں پر اور دوسرے لحظہ میں تحت الثرےٰ کی سیر کرتا ہے۔ پس مناسب ہے کہ ہر وقت اپنی برتی کو سروپ آکار یعنی ذاتِ حق میں محدود رکھو نام روپ یعنی اسم صفت پر بالکل نگاہ نکرو۔ تمام اشیا کو استی۔ بھانتی۔ پرے یعنی ہستی و علم و سرور دیکھو۔ دل میں ہمیشہ خواہش قطع تعلق کی رکھا کرو کیونکہ جو آرزو دل میں پختہ ہوتی ہے اُس کا ثمرہ ضرور ایک روز ملتا ہے۔ رشتہ داروں کی مرضی کے پابند نہ رہو۔ اور تعلق کا نتیجہ ابھیاس اور ویراگ سے توڑو۔ دنیا میں کسی کا قیام نہیں پس جو وقت آزادی کی سیر میں گذرے وہ غنیمت ہے صحبت عارفان میں اپنے وقت کو خوش رکھو ؎

ناسخ ہو جیو تو کس خوانِ غنیا | یاد آیا یہ مجھے لبِ نانِ جویں سے

دیگر

عیشِ دنیا را بقائے نیست دیدی غنچہ را | یک تبسم کرد عمرے در پریشانی گذشت

دیگر

جاں بجاناں دہ وگرنہ از تو بستاند اجل | خود تو منصف باش اے دل ایں نکو یا آں نکو

اے پیارے طالب آبِ حیات کا دریا ہر وقت موجزن ہے اور وہ صدقِ طلب سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس سے تشنہ کام رہنا اور امروز و فردا پر منتظر رہنا زندگی میں بے نصیبی ظاہر کرتا ہے اور آخر وقت کفِ افسوس ملواتا ہے ؎

کہ ایں وقت است و ایں کار است و ایں گو | زمیدن ہر کہ بر وہ آدم است او

بحث پیر و مرید درباب خود شناسی
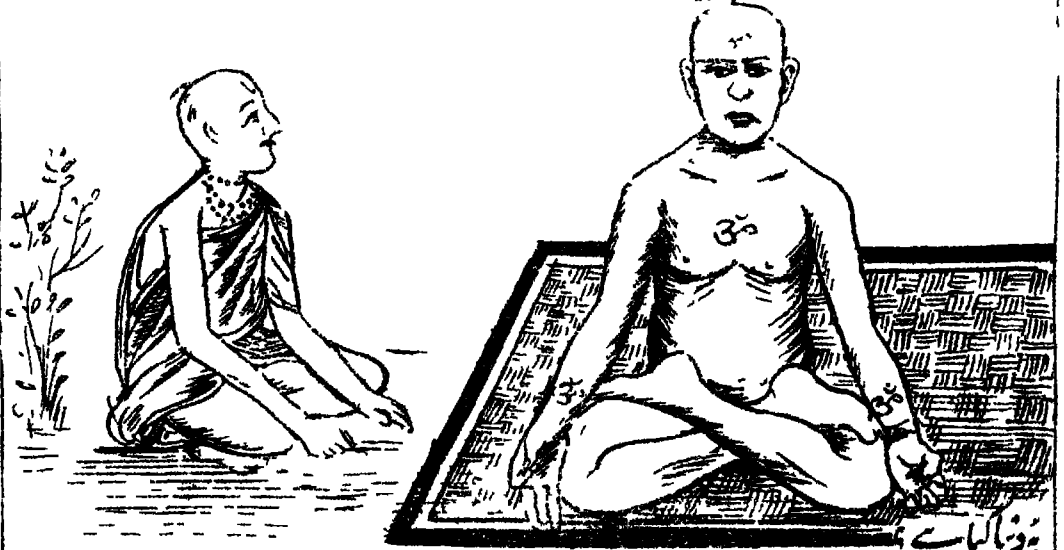
یہ دنیا کیا ہے؟

جواب۔ جاگرت کا خواب۔ مایا کا رچا ہوا کھیل۔ خیالات کا رچا ہوا ہنگامہ۔۔ ہری کی خوشنودی کی خاطر دان گونا گوں کیا

برہم بدیا کا پھل کیا ہے؟

برہم کے جاننے والے نے ہی اپنے آپکو جانا ہے کہ میں برہم ہوں۔ اور سب کچھ ہو جاتا ہے۔ اسیطرح دیوتاؤں میں سے جس جس کو گیان ہوا کہ میں برہم ہوں وہ برہم ہوگیا۔ اسیطرح رشیوں میں سے جس جس کو گیان ہوا کہ میں برہم ہوں۔ وہ برہم ہوگیا۔ اسیطرح رشیوں میں سے آدمیوں میں سے اسی کو دیکھتے ہوئے رشی وام دیو نے یہ کہا تھا کہ منو ہوا تھا۔ میں ہی سورج ہوا تھا۔

اب بھی جو یہ جان لے کہ میں برہم ہوں وہ سب کچھ ہو جاتا ہے۔ دیوتا اُس کا کچھ بگاڑ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ وہ تو اُنکا آتما ہو جاتا ہے۔ اِسکے برعکس جو آدمی دیوتا کی اُپاسنا یہ مانکر کرتا ہے کہ وہ اور ہے اور میں اور وہ کچھ نہیں جانتا محض دیوتاؤں کی باربرداری کا جانور ہے جس طرح بہت سے مویشی آدمی کے لئے بھوگ بہم پہنچاتے ہیں اسیطرح ایک ایک آدمی دیوتاؤں کے لئے بھوگ بہم پہنچاتے ہیں۔ اگر آدمی کا ایک جانور بھی کھو جاوے تو اُسے رنج گذرتا ہے بہت سے جانور کھو جانے کا تو کیا ذکر ہے۔ اسیطرح دیوتا یہ بات پسند نہیں کرتے کہ آدمی گیانی بنیں۔

منڈک اُپنشد منیر امنڈک۔ کھنڈ ۲ منترا

وہ گیانی اس پرم برہم کو جانتا ہے۔ وہ کائنات کا جائے قیام ہے اور درخشاں ہو کر محسوس ہوتا ہے۔ جو بے خواہش اشخاص اُسکی خدمت کرتے ہیں وہ اس بیج سے باہر آجاتے ہیں ؎

خاک در چشمے کہ اونشناخت حسن خویش را ۔۔۔ مردہ آں دل کو بلا گرد اں نشد درویش را

ابھیاس یعنی مشق کب اور کس عمر میں کرنا چاہیئے؟

اُن لوگوں کی سعادتمندی قابل تعریف ہے جو اپنے وقت کی ترقی میں ہرگز غفلت نہیں کرتے اور لذاتِ دنیا میں گرفتار نہیں ہوتے بلکہ اُنکو زہر کے برابر سمجھ کر من کو قابو میں رکھتے ہیں اور ابھیاس کرنے میں ایکدن بھی تغافل نہیں کرتے۔ کیونکہ ایک دن کی ناغہ سے بہت کمی ہو جاتی ہے ؎

وقت خود ضائع مکن برطاق نسیانش گذار ۔۔۔ حرص در ایام پیری از غلاف آید بروں

(مصرع) چوں بکارِ حق رسی امروز را فردا کنی ✦ گوشہ میں یکجا بیٹھ کر اور تمام اطراف سے خیال کو روک کر آتما میں مگن ہوتے ہیں یہ جہان گرم دھوپ کی مانند ہے اور آتما شانت سرور یعنی چشمہ آرام و سروری ہے۔ یہ سمجھو کہ ابھی تم نوعمر ہو بلکہ اس عمر کو غنیمت سمجھ کر خوب طور پر اپنے نفس امارہ کو مغلوب رکھو (مصرع) بغفلت صرف کردی نقد ایام جوانی را ✦

بہ نوبہار جوانی اطاعت حق کن ۔۔۔ کہ چوب خشک چو گردید جسم نمی گردد

ہمیشہ شادان و آنندروپ رہو۔ جہان نہ ہوا ہے۔ نہ ہے۔ نہ ہوگا۔ یہ یقین واثق سمجھو اگرچہ انسان کو دائماست سنگ کے

(جواب) ور دوہی یعنی مخالف بھاگ کا تیاگ کرنا اور سم (برابر) بھاگ کا اختیار کرنا

بھاگ تیاگ لکھنا سے کسطرح جیو ایشور کی ایکتا ہوتی ہے

(جواب) سام وید کے چھاندوگ اپنشد میں مہاواکیہ ہے تتوَمسی } یعنی ایشور جیو ہے۔ تت بمعنی ایشور۔ توم بمعنی جیو۔ اسی بمعنی ہے۔ اب اِس واک سے یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ ایشور تو سرو شرشٹ کا کرتا (فاعل) ہے۔ انترجامی (دل کا جاننے والا) نت مکت (مقام رستگار) سروگ دانندہ کل۔ جیو۔ پیدا شدہ۔ پرچھن (محدود) انانا۔ بندھ (گرفتار) الپگ (دانندہ جز) ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایشور میں جو سروگتا وغیرہ دہرم ہیں سو مایا کے تعلق سے ہیں (ایشو نام مایا وسشٹ چیتن ہے یعنی چیتن موصوف بہ مایا۔

جیو میں الپگتا وغیرہ دہرم ہیں سو اودیا کے تعلق سے ہیں (جیو نام اودیا وسشٹ چیتن کے ہیں) یعنی چیتن موصوف بہ اودیا۔ اگر ور دوہی بھاگ یعنی مخالف حصص دونوں کے درمیان سے دور کئے جاویں۔ تو باقی سامان بھاگ یعنی یکساں حصّہ دونوں کا ایک رہتا ہے۔ مراد یہ کہ ایشور میں جو سروگتا جو مایا کے تعلق سے اُس میں فرض کی گئی ہے وہ اسکے ذاتی دہرم نہیں اس کا ذاتی سروپ صرف چیتن ہے۔ اور جیو میں جو الپگتا سو اودیا کے تعلق سے اِس میں مفروض ہیں جیو کا بھی ذاتی سروپ چیتن ہے پس ایشور سے سروگتا اور جیو سے الپگتا دور کی تو باقی چیتن دونوں میں یکساں ہے۔

مثال۔ دیوت کو کانشی میں بگھی میں سوار ٹھاٹ باٹ سے دیکھا تھا۔

پھر دیوت کو دہلی میں گداگری کرتے سروپا برہنہ دیکھا۔

اِن دونوں صورتوں میں سے سواری بگھی و ٹھاٹ باٹ و سروپا برہنہ کو نکال دیا تو دیوت جوں کا توں بنا ہوا ہے۔

سرگن نرگن برہم کا ایک نام اونکار ۔۔۔ نامی نام ابھید ہے مکت آنند کہے پکار

بین ماترا سے ۔۔۔ ہیں ۔۔۔ نرنجن جان ۔۔۔ مکت آنند سب کے مول کو اپنا برہم پہچان

سو ہم پد کا ورچ ہے جیو ۔۔۔ کا روپ ۔۔۔ دونوں کا کچھ ایک ہے چیتن تتو انوپ

جیو ایس کی ایکتا یا ہی پد میں ہوشے ۔۔۔ مکت آنند بن جتن چھوڑ دو نہ ہی سر گہہ لو

نرنجن کا گیان ہے۔ جڑھ چیتن کا گیان ۔۔۔ مایا سے بن جتن نہیں شدھ نرات کو جان

کیول شر ہی ۔۔۔ تجن سے رہو دور ۔۔۔ پرم برہم اونکار ہے گھٹ گھٹ میں بھرپور

بنا نام تم ۔۔۔ کیسے ہووے گیان ۔۔۔ آنند مکت میں ہوت ہے ۔۔۔ دن دہیان

۔۔۔ نام کو ۔۔۔ برم نسا سے ۔۔۔ ارتھ پرگھٹ ہو جات ہے مکتی کہے پکار

کام اور کرودھ مدلوبھ سے رہتا ہوں پرے
جیت ہی جیت ہی یاں ہار کا کچھ ذکر نہیں
نغمہ دنیا کے جو لگتے ہیں ستانے مجھ کو
وادیٔ عشق میں جب شوق قدمبوس ہوا
قلزم دل میں جو یکسوئی لگی مارنے موج
بیخودی میں نہ رہا کچھ بھی خیالِ قاصد
روشنی نیر اعظم سے ہے بڑھ کر میری
نظر لطف مکت آنند کے حال پر کر یارب
جب دوئی دور ہوئی دل سے ہماری ذوق

بدہی من چت اہنکار سے اوپر ہوں میں
ساتھ ایشور ہے میرے بختِ سکندر ہوں میں
کہتا خالق ہے نہ گھبرا ترے سر پر ہوں میں
بولا دل مجھسے نہ گھبرا ترا رہبر ہوں میں
بحر وحدت کا ہے کثرت میں شناور ہوں میں
نامہ بر کی جگہ نامہ کا پیمبر ہوں میں
چرخ اختر کا چمکتا ہوا اختر ہوں میں
حمد کرتا ہوں تیری تیرا ثنا گر ہوں میں
سب عزیز اپنے ہیں اور سب کا برادر ہوں میں

شدھ چیتن میں جیو ایشور کی تفریق کیونکر ہوئی }

(جواب) شدھ برہم کا پرکرت (اعتدال ستہ گن) کے ساتھ کلپت (مفروض)

تادتم سمبندھ ہے یعنی (تعلق یک جہتی یعنے بلا مخالفت و موافقت) اور وہ پرکرت مایا اور اودیا کے باعث دو حصوں میں منقسم ہوئی۔ سدھ (یعنے صفت خالص) ستوگن مایا ہے۔ اور ملن (صفت ناقص) ستوگن اودیا ہے۔ سادھ ستوگن مایا میں جو برہم کا پرت بنب (عکس)، اور ادہشٹان (اصل)، برہم اور مایا تینوں ملکر ایشور کہلاتے ہیں۔

چونکہ ایشور کے اوپادہ یعنی علت مایا ویاپک (محیط) ہے ایک ہے اور شدھ (خالص) ہے اسلئے ایشور ہی ویاپک ہے۔ ایک ہے سروگ (ہمہ دان) ہے نت مکت (مدام رستگار) انتریامی (دل کا جاننے والا ہے۔ اور ملن ستوگن اودیا میں جو چیتن کا پرت بنب اور ادہشٹان کوٹست یعنی (وہ ذات جو حواس باطنی کی شاہد اور مثل اہرن آہنگر کے قائم بالذات ہے) اور اودیا یہ تینوں ملکر جیو کہلاتے ہیں۔

چونکہ جیو کی اپادہی اودیا پرچہن (محدود) اور ناناد (کثیر) ہے اور ملن (ناقص) ہے اسلئے جیو بھی پرچہن ہے نانا ہے۔ الپگ (جزو دان) بندھ (یعنی گرفتار) ہے دین (عاجز) سو ان دونوں اپادہ سے ایک چیتن جیو اور ایشور کے نام سے موسوم ہو کر دو ہو رہے۔ اگر ان دونوں اپادہ کو جو کلپت (فرضی) ہیں دور کیا جاوے تو باقی ایک اودتی (واحد) چیتن (ذات) سدھ (ثابت) ہے ۞

جیو ایشور کی ابھیدتا کس طرح ہے۔
بھاگ تیاگ ⁝ ا (معنی) سے ہوتی ہے۔
بھاگ تیاگ ⁝ کسکو کہتے ہیں۔

جس کا جلنا گلنا کٹنا خشک ہونا ہے محال — یہ ہے ساکن خود بخود۔ قائم محیط و لازوال

جتنی تبدیلیاں ہیں یعنی پیدا ہونا۔ بڑھنا۔ جوان ہونا۔ بڈھا ہونا۔ مرنا۔ سب جسم میں ہیں آتما میں ہلیں ہیں۔ آتما ان تبدیلیوں کا ناظر ہے۔ خود متبدل نہیں ہوتا۔ تمام تبدیلی مادی جسم میں ہے۔ جو ناظر آتما کا منظور ہے۔

بھگوان سری کرشن نے گیتا میں فرمایا ہے

۲/۲۰ موت پیدائش سے منفصل ما نتا ہے جو اسے — غیر کو آزار دیگا وہ بشر کس واسطے

۲/۲۲ آدمی جیسے پرانے کپڑے دیتا ہے اتار — اور پہنتا ہے نیا پاکیزہ جامہ بار بار

جان بھی اپنے پرانے قالبوں کو چھوڑ کر — ڈالتی ہے روشنی دیگر نئے اجسام پر

۲/۲۳ آگ سے جلتی نہیں تلوار سے کٹتی نہیں — سیل سے گلتی نہیں طوفان سے گھٹتی نہیں

۲/۲۴ اس کا جلنا۔ گلنا۔ کٹنا۔ خشک ہونا ہے محال — یہ ہے ساکن خود بخود قائم محیط و لازوال

۲/۲۵ قوتِ حس سے پنہاں فہم و دانش سے بلند — معصیت سے پاک پھر تو کس لئے ہے فکرمند

۲/۲۶ گر تو اسکی موت پیدائش مفصل مان لے — پھر بھی ای ارجن تجھے بیدل نہ ہونا چاہیئے

۲/۲۷ خاتمہ ہستی کا عدم ہے اور عدم سے بود ہے — آدمی کو بھاگنا تقدیر سے بے سود ہے

۲/۲۸ ہے عدم ہر ایک شے کی ابتدا اور انتہا — وسط میں کل شعبدہ ہے دور کر بیم و رجا

۲/۲۹ کوئی تو حیران ہے اس کا کرشمہ دیکھکر — تذکرہ کرتا ہے استعجاب سے کوئی بشر

سوچنے لگتا ہے کوئی سن کے اسکی کیفیت — پر کسی کو بھی نہیں معلوم اسکی کیفیت

۲/۳۰ پاک و برتر ہے فنا سے جان کل اجسام کی — اس لئے بیکار ہے اوروں کا فکر زندگی

اب تو جیو کا "میں" کا اصلی سروپ سمجھ میں آگیا ہوگا۔ اگر سمجھے ہو تو جسم خاکی پران حواس اندریوں من۔ بدھی۔ وکار ان اگیان میں سے وہم خودی دور کرو اور اپنے آپ کو شدھ گیان سروپ ان تمام تماشوں کا ناظر یا ساکشی جانو۔ حقیقت میں یہ تماشے ہی ہو جاینگے اور دق نہ کرنے پائیں گے۔ اپنے آپ کو محدود الپگیہ۔ الپ شکتی۔ پاپی۔ مان کر کمزوری کے خیالات دل میں نہ بٹھاؤ۔ بلکہ نظر غائر ہمیشہ یہ رکھو کہ ہم شدھ گیان سروپ ساکشی ہیں۔ شرتی یہی سروپ برہم کا بتاتی ہے۔ پس تم دیاپک برہم ہو۔ محدود جیو نہیں ہو سہ

بلکہ آنند کا پرکاش کا پیکر ہوں میں — ہوں اکھنڈ آتما یک نور منور ہوں میں

میں نہیں جسم کہ تلوار مجھے کاٹ سکے — زور سے پانی و ہوا آگ سے باہر ہوں میں

اسیطرح بدہی کو لو جس میں یہ من کے تصورات اُٹھ اُٹھ کر غائب ہوجاتے ہیں اور سمندر کی لہروں کی طرح پھر گھٹتے ہیں "میں" نہیں ہے کیونکہ بدہی ایک شے معلوم ہے اور "میں" معلوم کرنے والا ہے سشپتی یعنی خواب گراں کی حالت میں بدہی لے ہو جاتی ہے۔ مگر "میں" قائم رہتا ہے کیونکہ خواب سے اُٹھکر کہتا ہے کہ میں ایسا سویا کہ کچھ خبر نہ رہی اور سمادہی کی حالت میں بدہی لے ہو جاتی ہے اور "میں" قائم رہتا ہے کیونکہ سمادہی سے اُٹھکر کہتا ہے کہ میں کیسے آنند میں تھا۔ اِس سے ظاہر ہے کہ "میں" بدہی سے علیحدہ ہے۔ شونیہ وادی سشپتی کی تصور کو دیکھکر جو یہ کہتے ہیں کہ کچھ نہ تھا۔ نہ ہے۔ اور نہ ہوگا۔ اگیان ہی سے ہر ایک چیز اُٹھتی ہے اور اگیان ہی میں پھر لے ہو جاتی ہے اور "میں" کا واہمہ بھی اِس طرح کا ہے وہ بھی دھوکھا کھا رہا ہے حقیقت میں اُسکے یہ معنی نہیں ہیں۔ کیونکہ ایسی حالت کا سوچنا جس میں یہ "میں" نہ ہے احاطۂ امکان سے باہر ہے۔ ہم دنیا کی ہر ایک چیز کو سوچ سکتے ہیں کہ وہ نہ رہی اور نیست ہو گئی۔ لیکن اپنے آپ کو یہ سوچنا کہ "میں" نہیں رہا محال ہے۔ اگرچہ کچھ نہ رہا تو اس "کچھ نہ رہا" کا بھی گیان کسیکو ہونا چاہیے جو ان الفاظ اور خیالات سے ظاہر ہے کہ وہی "میں" پر دلالت کرتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے تو پھر یہ "میں" کیا چیز ہے وہی جو سب بدلنے والی چیزوں کو دیکھتا ہے اور خود نہیں بدلتا یعنی جسم بدلتا ہے۔ پران بدلتے ہیں سکرم اندریاں و گیان اندریاں بدلتی ہیں من بدلتا ہے۔ بدہی بدلتی ہے۔ ان سب کی علت اولیٰ ہے وہ بدلتی ہے مگر جس پر "میں" کا اطلاق ہے وہ نہیں بدلتا۔ بدستور ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے اور سب تبدیلیوں کے تماشے دیکھتا ہے مگر جو تبدیل نہیں ہوتا یہ "میں" کا سب سے اونچا اطلاق ہے اِسی کو آتما یا جیو کہتے ہیں۔

اِس آتما کا سروپ یعنی ماہیت ذاتی کیا ہے یہی جاننا گیان۔ علم یا کانشس نس اور کچھ نہیں ہے۔ اوپر سے بتاتے چلے آتے ہیں کہ ہر ایک چیز میں خواہ وہ لطیف ہو یا کثیف برابر تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن جو ان تبدیلیوں کا جاننے والا ہے وہ متبدل نہیں ہے۔ دیکھنے والا مناظر کی تبدیلیوں کے ساتھ کبھی نہیں بدلتا۔

عالم اور معلوم کا فرق اچھی طرح ذہن میں بٹھا لینا چاہیئے۔ تمام حرکت اور تغیر و تبدل معلومات میں ہے۔ عالم کی ذات علم محض ہے۔ اِس وجہ سے اِس میں کسی طرح کی تبدیلی ممکن نہیں وہ سدا ایک ہی ہے اور اسکی وجہ یہ کہ محض شاہد یا شناکشی ہے یہی شدھ گیان ہے جس میں شئے کا ذرا بھی تعلق نہیں ہے آتما کہلاتا ہے اور یہی جیو کا اصلی سروپ ہے اور یہی واقعی "میں" ہے۔ چونکہ شدھ گیان ہے اسواسطے ایک رس ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا امکان نہیں ہے۔ پیدایش و موت دو تبدیلیوں کا نام ہے۔ آتما میں چونکہ تبدیلی نہیں ہوسکتی اس واسطے وہ نہ پیدا ہوتا ہے نہ مرتا ہے۔ ازلی و ابدی ہے اور اسے بقائے سرمدی حاصل ہے نہ گھٹتا ہے۔ نہ گلتا ہے۔ نہ سوکھتا ہے۔ گیتا میں سری بھگوان نے فرمایا ہے ادھیائے ۲۔ اشلوک ۲۴

کہ یہ سوال کسقدر دقیق و مشکل ہے کہ اُسکے حل کرنے میں ہر ایک مذہب و ملت و شاستر و فلسفہ کوشاں رہے ہیں۔ پھر بھی اختلاف کے سوا کوئی منزلِ مقصود پر نہیں پہنچا۔ اگر سوال آسان ہوتا تو اختلاف رائے مذاہب ہونا ناممکن تھا مثلاً کسی مکان میں صندوق و الماری رکھی ہوں اور سب کو صاف صاف نظر آئیں تو کون انہیں صندوق و الماری نہیں کہیگا ذرا بھی اختلاف ممکن نہیں ہو مگر "میں" یعنی جیو آتما کے بارے میں اختلاف کا ٹھکانا نہیں ہے۔

آتما کا اطلاق کس چیز پر ہو سکتا ہے۔ اگر طبع انسانی رموز پر نگاہ ڈالی جائے تو ایک عجیب بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ اپنی شخصیت کا علم یا گیان ہے۔ جس وقت سے آدمی پیدا ہوتا ہے مرتے دم تک "میں" کا خیال پیچھا نہیں چھوڑتا یعنی لڑکپن۔ جوانی۔ بڑھاپا وغیرہ وغیرہ خواہ کوئی حالت ہو۔ جب دیکھو وہ "میں" بنا ہوا ہے۔ پس اس "میں" کا ہی اصل سروپ آتما یا خدا ہے۔

اگر معترض جسم کو آتما "میں" بتاتا ہے تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شیر خواری میں چھوٹا سا جسم ہوتا ہے اور بچہ اپنے کو "میں" کہہ کر پکارتا ہے۔ اور جب انسان جوان ہوتا ہے تب بھی وہی "میں" کا لفظ زبان سے بولتا ہے۔ اسی طرح اگر موٹا ہو تو اور دُبلا پتلا ہو جاوے تو وہی "میں" زبان زد ہوتا ہے۔ یہانتک کہ اگر جسم کے دو ٹکڑے بھی ہو جاویں تو بھی وہی "میں" زبان سے کہا جاتا ہے۔ کوئی "نصف میں" کا اطلاق نہیں کرتا۔ اگر جسم سے تعلق اس "میں" کا ہوتا تو "میں" میں تبدیلی جسم کے ساتھ ہوتی رہتی۔ مگر "میں" غیر متبدل ہے۔ اس میں تبدیلی نہیں۔ اسی طرح اگر پران کو آتما کہا جائے تو بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ پران میں تبدیلی ہے یعنی آدمی اپنے کو کمزور۔ طاقتور مختلف طور سے کہتا ہے۔ مگر "میں" جوں کا توں ہر دو حالتوں میں رہتا ہے اس واسطے پران بھی "میں" نہیں ہو سکتا۔

اگر معترض نے گیان اندری و کرم اندریوں کو "میں" بتلایا تو اس کا جواب یہ ہے۔ اندھا۔ و بہرا۔ لولا۔ لنگڑا اپنے کو اندھا۔ بہرا۔ لولا۔ لنگڑا بتلاوے گا۔ مگر "میں" تو بدستور زبان سے کہے گا یعنی تبدیل اندریوں کو ہے تو "میں" میں کوئی تبدیلی نہیں "میں" بدستور ویسے کا ویسا ہی ہے۔

اگر معترض من کو "میں" بتلائے تو اسی طرح من میں خیالات کے سلسلے اُٹھتے رہتے ہیں کبھی سنکلپ بکلپ ہے کبھی حافظہ و تخیل ہے کبھی ادراک و تعقل ہے۔ یہ سب بدلنے والی چیزیں ہیں۔ پس جب آدمی یہ کہتا ہے کہ "میں" بیقل یا نادان سمجھ ہوں حقیقت میں اُس سے یہ مراد نہیں ہوا کرتی۔ ادراک۔ تصور۔ تخیل۔ حافظہ۔ مقابلہ۔ تعقل سب تبدیلی پذیر ہیں آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ مگر "میں" استوار ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ کیفیات نفس بدلتے ہیں "میں" نہیں بدلتا۔ اسواسطے من یا نفس کچھ اور چیز ہے "میں" کچھ اور چیز ہے۔

آمدم کہ فرعون لعین درآب دریا غرق شد		در خوفِ موسیٰ من بدم من عاشق دیرینہ ام
آنجا کہ احمد برگذشت از چار و پنجم ہفت و ہشت		بر ہشت مینش من بدم من عاشق دیرینہ ام
اے آفتاب اے آفتاب گرمی مکن گرمی مکن		خود یکے ماں خاموش کن من عاشق دیرینہ ام
شاہِ حقیقت بودہ ام - دریاے حکمت بودہ ام		مولا کہ باشد پیش من من عاشق دیرینہ ام
مراد دل بغیر از دوست چیزے درنمی گنجد	دیگر	بہ خلوت خانہ سلطاں کسے دیگر نمی گنجد
درونِ قصر دل ہر دم یکے شعلہ ہے کہ گر گاہے		ز دل بیروں زند خیمہ بہ بحر و بر نمی گنجد

ہر شخص جانتا ہے کہ قطرہ کیا ہے اور دریا اور قطرہ میں کیا فرق ہے۔ کیونکہ جبتک قطرہ دریا سے علیحدہ ہے قطرہ کہلاتا ہے اور جس وقت قطرہ دریا میں مل گیا تو قطرہ محو دریا ہو کر دریا ہی ہو گیا۔ جبتک علیحدگی ہے اسم و صفت جدا ہو کر دوسرا نام پایا اِس امر کو برہم گیانی بخوبی سمجھتا ہے ؎

بدریا قطرہ چوں واصل شود دریاست در معنی		حباب و موج ہم آب اند۔ بشگاف ایں معمہ را

جبتک انسان اپنی ہستی کو مثل حباب دریائے وحدت سے جدا مانتا ہے بیم و جا کے تلاطم میں غوطہ کھاتا رہتا ہے اور اس عقدہ کو کھول نہیں سکتا۔

جب بشر دریائے وحدت میں شناوری کرتا ہے اور اس دریا کی روانگی سے موج و حباب کو ظہور پاتے دیکھتا ہے تب وہ اپنی ہستی کے بلبلے کو اُس سے جدا نہیں پاتا ہے اور خودیت سے کلیت میں سماتا ہے۔ جب وہ دریا کی ماہیت پر نظر ڈالتا ہے اور بلبلے اور موج کی اصلیت دریافت کرتا ہے تب اشعارِ ذیل اُسکے حال پر صادق آتے ہیں۔

آبیست کہ دریا شدہ امواج برانگیخت	گہہ گشت حبابے	گہہ یخ شدہ در عالمِ تکرار ہمی آمد	در این و در آن شد
ہر چند بگویم رہ بے ہودہ نپویم	راز لیست نہفتہ	ہر کس کہ نہ فہمید سبکسار بر آمد	خود جملہ جہاں شد

کل عارفوں نے اسی راز کو مختلف کلمات میں کھولا ہے اور جملہ مہاواکیہ یعنی چاروں ویدوں کے اسم اعظم کا اسپر اشارہ ہے منجملہ انکے سام وید کا اسم اعظم تتوم اسی جو تت توم اور اسی تین لفظوں سے بنا ہے اِس پر دلالت کرتا ہے۔ لفظ تت کا اشارہ علم لدن پر ہے جو بالذات لافانی اور باقی ہے اور جسنے کثیف مادہ کی صورت اختیار کی ہے۔

میں کون ہوں اور کیا ہوں؟

(جواب) یہ سوال ظاہر میں آسان معلوم ہوتا ہے ورنہ بڑا مشکل اور معنی خیز ہے۔ کیونکہ کون نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ فلاں شخص ہوں اور فلاں کا بیٹا ہوں۔ فلاں خاندان سے ہوں۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا

نوگیان کے متعلق نظم

بنے دھیان میں جیسے دھیانی ہیں مجنوں ۔ ہوئے گیان پر جیسے گیانی ہیں مفتون ۔ پڑھا جسکا جوگی جتی نے ہے افسون ۔ وہی آتما سچدانند میں ہوں
کرم جیسے ملنے کو کرتا ہے کرمی ۔ دھرم جیسے پانیکو کرتا ہے دھرمی ۔ مرم جانتا ہے فقط جس کا مرمی ۔ وہی آتما سچدانند میں ہوں
جسے بھگت اور دان سے ڈھونڈتے ہیں ۔ جسے تپ سے اور گیان سے ڈھونڈتے ہیں ۔ جسے وہار ناد دھیان سے ڈھونڈتے ہیں ۔ وہی آتما سچدانند میں ہوں
نہ آغاز جس کا نہ انجام جس کا ۔ جہان دیکھئے جلوہ عام جس کا ۔ ہر اک شکل جس کی ہر اک نام جس کا ۔ وہی آتما سچدانند میں ہوں
جسے سن کے انسان کہتا نہیں ہے ۔ جسے دیکھکر ہوش رہتا نہیں ہے ۔ جسے پاکے دکھ کوئی سہتا نہیں ہے ۔ وہی آتما سچدانند میں ہوں
زمان و مکاں میں ہے جلوہ نمایاں ۔ علل میں ہو اِن کے علت جو پنہاں ۔ غرض جس سے ممکن ہے نیرنگ امکان ۔ وہی آتما سچدانند میں ہوں
کسی شے کی ہستی نہیں جس سے باہر ۔ ہر اک نور جس نور سے ہے منور ۔ جو بے شل آنند کا ہے سمندر ۔ وہی آتما سچدانند میں ہوں
جسے کلمت موجود مانا ہے سب نے ۔ جسے اپنا مقصود مانا ہے سب نے ۔ جسے غیر محدود مانا ہے سب نے ۔ وہی آتما سچدانند میں ہوں

میں آنند ہوں کچھ نہیں مجھ میں ہے دم ۔ سدا مکت ہوں بندھ کا کچھ نہیں غم ۔ میں پورن ہوں مجھ میں نہیں بیش او کم ۔ شوہم شوہم شوہم شوہم
نہ میرے جسم خاک سے کیا واسطہ ہے ۔ کہیں خود ہوں میں اور مکاں یہ مرا ہے ۔ مکاں ہی جو غیر ہو کہیں کب ہوا ہے ۔ شوہم شوہم شوہم شوہم
پران اور کرم اور گیان اندریاں بھی ۔ اور انتہ کرن سوکشم بھوت سب ہی ۔ نہیں ہیں یہ میرا جسم یہ بھی ہیں فانی ۔ شوہم شوہم شوہم شوہم
نہ کارن شریر آہ اے یار میں ہوں ۔ نہ غافل نہ کچھ محو پندار میں ہوں ۔ نہیں مجھ میں غفلت کہ ہشیار میں ہوں ۔ شوہم شوہم شوہم شوہم
نہیں تینوں اجسام یہ کچھ بھی حاشا ۔ دکھاتے مجھے ناحق ہیں بے تحاشا ۔ تماشائی ہیں خود ہوں یہی ہیں تماشا ۔ شوہم شوہم شوہم شوہم
یہ بیداری و خواب اور خواب غفلت ۔ یہ عالم سہ گونہ اور اس میں یہ کثرت ۔ تماشے ہیں اور ان کا ناظر ہیں حضرت ۔ شوہم شوہم شوہم شوہم
میں ہوں بحر اور مجھ میں بیحد ہیں قطرے ۔ میں ہوں مہر اور مجھ سے روشن ہیں ذرے ۔ اہا ہا عجب دیکھتا ہوں تماشے ۔ شوہم شوہم شوہم شوہم

گفتمش خواہم کہ بینم مر ترا اے نازنیں ۔ گفت گر خواہی مرا بینی برو خود را بہ بیں
گفتمش با تو نشستن آرزو دارم بسے ۔ گفت گر باشد ترا ایں آرزو با خود نشیں
گفتمش کاں نقش گوئی بر مثال نقش تو ۔ گفت ظاہر شد بہ نقش خویشتن نقش آفریں
گفتمش گوئی کہ آدم جمع کل عالم است ۔ گفت جمع عالم است و جمع رب العالمیں
گفتمش ہم من تو ام جملہ تو خندیدہ گفت ۔ بر تو بر دیدار میت یاد اہتزاراں آفریں

دیگر

آدم نہ بود و من بودم حوا نہ بود و من بودم ۔ عالم نہ بود و من بودم من عاشق دیرینہ ام
با نوح در کشتی بودم با یوسف اندر قعر چاہ ۔ اندر دم عیسیٰ بدم من عاشق دیرینہ ام

(۷) شرتی اس بارہ میں گویا ہے۔ برہم ست گیان روپ اور بید ہے۔

(۸) 〃 آتما آکاس کی طرح سب جگہ ہے اور ہمیشہ ہے

(۹) 〃 جو اسکو جانتے ہیں اُنکے دل میں مقیم ہے۔

(۱۰) 〃 برہم دُور سے دور اور نزدیک سے نزدیک ہے۔

دوئی را چوں بدر کردم یکے دیدم دو عالم را
ظاہر و باطن نہان و آشکارا

نظم یکے ہیم یکے خوانم۔ یکے خواہم یکے دانم
دیگر شمع یک شمع است قندیلش ہزار

چشم بینا ہر کہ دارد در جہاں
شد جہاں آئینہ رخسار دوست

از پس ہر ذرہ حق بیند عیاں
ہر دو عالم در حقیقت عکس اوست

ہر کہ او در صورت ہر خیر و شر
محو کن از لوح ہستی نقش غیر

دوست بیند او بود صاحب خبر
تا بہ بینی ہست کعبہ عین دیر

لفظ توم سے عالم ظاہری مراد ہے جو کہ کثیف مادے کی شکل رکھتا ہے اور تغیر پذیر اور فانی ہے۔ تیسرا لفظ اُسی ذاتِ پاک کا نشان بتلاتا ہے جو کہ باقی اور رحانی سے برتر ہے اور جسکی کمالِ قدرت نے اِن دونوں کو نمود دیا ہے۔

توم پد یعنی عالم ظہور کا علم عقل و حواس کے ذریعہ سے انسان کو حاصل ہوتا ہے اور واقعات پہنی ہیں ہوتا اُسکے باعث انسان اپنی جان کو جسم میں محدود سمجھتا ہے اور افعال جسمانی کا پابند ہو جاتا ہے۔ تت پد یعنی عالم بطون کا علم اشراق کیحالت میں پیدا ہوتا ہے اور واقعی صورت کو دکھلاتا ہے جب بشر کی رسائی معرفت کی اِس منزل تک ہو جاتی ہے وہ دیکھتا ہے کہ جس جان کو وہ جیو یعنی اپنی جان جانتا تھا۔ وہ اصل میں کل عالم کی جان یعنی ایشور ہے۔

اِس پد یعنی مقامِ محویت جزویت اور کلیت کے علم سے بلند تر اور برتر ہے اور اس کا نام وصالِ ذات ہے

گیان محل کے دو دروازے سرگن۔ نرگن باری ہے
کبھی اس در کبھی اُس در باری جھونکا جھانک
دوڑے نیچے۔ دوڑے اوپر بہہ نہیں ٹھیرا ہے
ایسا ٹھور ٹھکانا نیڑے پاوت نا ہیں اندھہ
کی دیہی گیا تا اعنگ گیان لکھو بج پران

گی کھیا نا ہیں دو دروازے آتم وست نیاری ہے
چد آکاس بیٹھے نہیں لگے۔ نہیں پل آنجہ
ناتا بدہ کے جتن کرت ہے سو جے آپہنہ کاٹے
ٹک کر پا کر آپ بچار وہے سکل دُرگندہ
سونہ پر کاشے جیو ہے اہناسی زبان

جب طالب محویت کی منزل پر پہنچتا ہے تب اُسکو کسی طرح کے عمل اور شغل سے تعلق نہیں رہتا اور وہ تا قیام جسم سرور ابدی میں مستغرق رہتا ہے۔

——— (۰:۰) ———

دنیاوی افکار برہم کے سد راہ ہیں کبھی برہم تک پہنچنے نہیں دیتے۔ جس طرح ہوا کا کوئی اصل رنگ نہیں۔ خاک دھواں سے ملکر کالی اور زرد ہوکر آسمان پر محیط ہو جاتی ہے۔ اسیطرح روح عذاب و ثواب سے ملبوس ہوکر انواع انواع کے اجسام میں گھومتی پھرتی ہے۔ جیو آتما گیان کی روشنی سے منور ہوکر دل کی تاریکی زائل کر دیتا ہے۔ تب برہم کا جلوہ پیش نظر ہوجاتا ہے۔ اِسی برہم کو رشی منی اپنی زبان میں اُپاسنا کہتے ہیں۔ برہم ہر وقت ساتھ ہے۔ دیدۂ تحقیق سے دیکھو تو ضرور اُس کا وکھائی دیگا۔ جس طرح کوئی شخص گردن میں لعلِ بے بہا مرصع طوق زیبِ گلو کئے ہو۔ مگر دھیان یعنی خیال سے اتر گیا ہو۔ جب خیال آجائیگا نیچی نظروں سے گردن میں دیکھ لیگا۔ وہ طوق نظر آجائیگا۔ اسیطرح پرماتما گھٹ گھٹ باسی ہے۔ کہیں دور نہیں۔ اُسکے وصال کی تدبیریں کروگے تو اُس سے دوچار ہو جاؤگے۔ جب گیان ہوگا تو خود بخود برہم کا پرتو نظر آجائیگا۔ بغیر گیان کے برہم نہیں مل سکتا اور گیان ریاضت کش منیوں کی صحبت سے آجاتا ہے کیا ایسے برہم تشنہ عارف مبارک بھارت میں نہیں ہیں؟ صرف اُنہیں کے لئے نہیں ہیں جنہیں سچی تلاش نہیں۔ کسی ایسی حقیقی زندگی کا دم بھرنے والے پرم ہنس کے اثر صحبت سے تم ساری عمر زر کے غلام نہیں رہوگے بلکہ (مصرعہ) دولت غلام من شدہ اقبال چاکرم ‌‌٭ کا معاملہ دیکھوگے۔

یجر وید (مطلب) سُنو اے امرت (حیاتِ جاوداں) کی اولاد نورانی مقاموں کے رہنے والو۔ سنو میں نے پایا ہے۔ میں نے پایا ہے۔ میں نے اُس لامحدود ذات کبریا کو جانا ہے۔ جو تاریکی سے آفتاب کی طرح برتر ہے اُسکو جان کر انسان موت پر غالب آتا ہے۔ یہی ترکیب ہے نجات پانے کی۔ اور کوئی راہ نہیں۔ اور کوئی راہ نہیں ٭

تتو گیان کیا ہے؟ } (جواب) برہم ست ہے۔ جگت متھیا ہے۔ مطلب یہ کہ جو کچھ نظر آرہا ہے برہم ہی برہم ہے۔ جگت یعنی سنسار۔ یہ تھا۔ نہ ہے۔ نہ ہوگا۔ یہ جو کچھ نظر آرہا ہے وہ ست چت آنند ادویتی آتما میں مایا کے سبب سے کلپت و متھیا ہے۔ آتما ہی ست ہے اور وہی میرا اپنا آپ ہے۔

(۱) شرتی اس بارہ میں گویا ہے۔ ایک ہی ذات بے دوئی ہے یہاں کثرت مطلق نہیں ہے۔

(۲) 〃 ہر ایک چیز آتما ہے

(۳) 〃 تت جاننے والا دیوتاؤں کا اپنا آپ ہے

(۴) 〃 تت جاننے والا جس گتی کو پہنچتا ہے وہی بشنو پد ہے۔

(۵) 〃 جسکو یہ گیان ہوجاتا ہے کہ میں برہم ہوں۔ وہ برہم ہو جاتا ہے۔

(۶) 〃 جسکو تتو گیان ہے اُسکے نزدیک برہم استھول ہے نہ سوکشم۔

مانتے ہیں آتما خیال دوئی ہمیشہ دوسرے کو نگاہ کے سامنے کھڑا دیکھتا ہے پس انہیں ابھے پد نصیب نہیں ہو سکتا۔
سدا خوف میں مبتلا رہیں گے۔ آدمی کو بچار سے اس گیان پر پہنچنا چاہیئے کہ کثرت کے نظارے چونکہ گیان میں ہیں۔
اسواسطے وہ گیان حقیقی چیز ہے۔ اور نظارہ ہائے کثرت خواب کی طرح جھوٹے ہیں۔ ان نظاروں کا ساکشی میں گیان
سروپ آتما ہوں میرے سوائے اور کوئی نہیں۔ اس ودیا نت گیان سے ہی دوئی کا خیال اور اس کا نتیجہ خوف دور ہوتا ہے
ابھے پد یعنی موکش پر پہنچنے کا راستہ گیان کے سوائے اور کوئی نہیں ہے۔

بھیت مکت کو گیان ایک ہیں کرم نہیں دھیان ۔۔۔ رجو سرپ تب ہی نشے ہوئے رجو کو گیان

کرم آپاسنا وبھگتی وغیرہ ابتدا میں دلچسپ اور دل خوش کن کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر یہ دوئی قائم رکھنے والے راستے
ہیں جن سے خوف دور نہیں ہوتا۔ خوف صرف خیالِ وحدت سے ہی دور ہوتا ہے۔ **شرتی**
وہ ڈرا اسواسطے اکیلا آدمی ابتک ڈرتا ہے۔ جب اس نے یہ بچار کیا کہ میرے سوائے اور کوئی نہیں ہے۔ میں کس سے
ڈروں اس سے اس کا خوف جاتا رہا۔ خوف ہمیشہ دوسرے سے ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ایک آتما کے سوا اور
کچھ نہیں ہے۔ ۔۔۔ گیتا ادھیائے ۴ منتر ۱۲

پوجتے ہیں دیوتاؤں کو غرض مند آدمی ۔۔۔ ایسے فعلوں کا ثمر ہوتا ہے۔ لیکن عارضی

اور سنو! اگر انسان پردہ پوشی اور صبر و بردباری اختیار کرے تو درجہ اعلیٰ پا سکتا ہے اور پانچ فضائل انسان اپنے میں پیدا
کرے تو دیوتاؤں سے بھی زیادہ درجہ پاوے۔ (۱) تواضع مانند زمین (۲) شفقت مانند آفتاب (۳) سخاوت مانند دریا کے
(۴) حلم مانند مردہ (۵) پردہ پوشی مانند شب جس شخص میں یہ خصائل ہیں اسکو نجات ابدی حاصل ہے۔

حصولِ نجات کی تدبیریں

جو لوگ برہم کی عظمت کے قائل ہیں یا جنکے دماغ میں برہم کی فضیلت
انبار نگ جائے ہوئے ہے وہی موکش پد ارتھ حاصل کر سکتے ہیں
یا جنکے دل میں دنیا کی بے ثباتی۔ دھرم کرم کے خیالات۔ ارتھ۔ دھرم۔ کام۔ موکش کے حصول کی تدبیریں۔ وحدانیت کے شعبدے
تصوف کے راہ میں تصوف کے مسئلے جاگزیں ہیں وہی اس بحر ناپیدا کنار سے عبور کر سکتے ہیں۔ یا جنکے بے لوث دامن
عیب جوئی۔ کور باطنی۔ غیبت۔ بغض۔ عداوت۔ جان کشی کے بدنما دھبوں سے پاک ہوں وہی اس نازک اور پیچیدہ راستے
میں گذر سکتے ہیں۔ وہ ہمیشہ گورو۔ ماں۔ باپ۔ کی خدمت گذاری کرتے بشاشت چت رہکر حواسِ خمسہ پر مسلط ہوتے ہیں
کفایت شعاری سے گذارہ کرتے اور باوجود ناکافی آمدنی کے کمی معاش پر شاکر و صابر رہتے ہیں۔ چونکہ سکھ کو قرار نہیں سکھ
کے بعد دکھ ہوتا ہے اور دکھ کے بعد موکش ہو جاتی ہے۔ یہی وید کا مسئلہ ہے۔ اشیاء دنیا جسقدر پیش نظر ہیں سب فانی ہیں

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود | زہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

گیانی تعلق سے فارغ ہوتا ہے اس واسطے اسکو کوئی شے گرفتار بھی نہیں کر سکتی۔ گیانی وہی ہے جو اوہام ظاہری و باطنی سے فارغ اور جمعیت خاطری و طمانیت باطنی حاصل کر چکا ہو۔

شب زنداں بحجز زندانیاں | شب دولت بحجز سلطانیاں
نے غم و اندیشہ وسود و زیاں | نے خیال ایں فلان و آں فلان

گیانی کو جو سرور حاصل ہوتا ہے وہ ہر حالت میں بیداری و خواب و خواب گراں میں یکساں رہتا ہے کسی وقت کی قید اسپر عائد ہو کر اُسکے سرور کو زائل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ گیانی آتما سروپ ہے۔ اور آتما قیدِ ازمنۂ ثلاثہ سے مبرا ہے اور سب کا اپنا آپ ہے پس جہان کی دیگر نعمتوں سے آتم گیان بدرجہا افضل ہے۔ اسکی بہبودی کا خوف کسی حالت کے آنے و جانے سے نہیں ہوتا خواہ جسم بھی رہے یا معدوم ہو جائے۔

گیانی نے تمام جہان و ما فیہا کو بلکہ بہشت و عرش تک کو خیال سمجھکر اس سے آئینۂ دل کو صاف و پاک کر کے آتم گیان سے جو واتما حاصل ہے نائل کیا ہے۔ گیانی کی نظر دوئی سے پاک ہوتی ہے اسکو کل جہان سے محبت ہوتی ہے اور کل دنیا کو بھلی کہنے کا مجاز حاصل ہے۔ فرض کرو کسی شخص کی عورت گیان وان ہو تو وہ جسقدر خدمت و محبت اپنے شوہر سے کریگی کوئی نادان نہیں کر سکتی۔ اسیطرح خاوند گیانی اپنی عورت سے محبت و عشق حقیقی کریگا۔

گیانی کی نگاہ کسی کے عیبوں کی طرف نہیں جاتی۔ بلکہ بجائے عیوب وہ اُسکے ہنروں پر نظر رکھتا ہے اس واسطے کیسا ہی ناپاک سے ناپاک آدمی ہو اُس سے بھی محبت کریگا۔ کیونکہ ناپاک آدمی کے پس پشت بھی وہی خدائے واحد شاہد ہے۔ جس آدمی کی چھوٹی سی خودی بھی زائل ہو جاتی ہے اور بجائے اسکے خدا قائم و ثابت ہو جاتا ہے وہ دنیا کو ہلا ڈالتا ہے اور دنیا کی ہیئت بھی اسکی نظر میں بدل جاتی ہے۔ اور تکلیف و مصیبت نابود ہو جاتی ہے۔ جد و جہد جاری جاتی ہے کائنات وہ بندی خانہ نہیں رہتی جہاں لقمے لقمے کے واسطے روز ہاتھ پاؤں مارنے اور لڑنا پڑتا ہے بلکہ دنیا ایک دلفزا باغ نظر آتا ہے۔

نظم

در بازی عشق صرفہ جان
بیجان و تن است در تن جان
در راہ یگانہ خاک گشتہ

زیبا نہ بود بہ پیشِ جاناں
آرام گہش کنار جاناں
از موت و حیات پاک گشتہ
این است دلی رہ خدائی

آنکو کہ فدائے عشق یار است
در بحرِ فنا قدم گزارد
باید کہ دولت صفا پذیرد
جز این ہمہ باطل ہوائی

او را بہ تن و بجاں چہ کار است
پروای وجود و جاں ندارد
جز رنگ یگانگی نہ گردد

ایسے پد یا موکش حاصل کرنیکا رستہ کیا ہے ؟ (جواب) جو لوگ ایشور کو اپنے سے علیحدہ شخصیت

علم عرفاں سے ذوق و شوق سدا	اور علم حقیقت کے معانی کھلنا
بھی ہیں گیانی کے لچھن او لکشن	جان اسکے خلاف اگیانی کا ہونا

گرو نانک صاحب کی بانی

برہم گیانی کا سبھ جن گیان	نانک برہم گیانی کا برہم دھیان
برہم گیانی سدا الیپ	جیسے جل میں کنول الیپ
برہم گیانی سدا نردوکھ	جیسے سور سرب کو سوکھ
برہم گیانی نرمل سے نرملا	جیسے میل نہ لاگے جلا
برہم گیانی سدا سم درسی	برہم گیانی کی درشٹ امرت برسی
برہم گیانی ٹھنگ سکل ادھار	نانک برہم گیانی کو جیسے کلی سنسار
برہم گیانی سدا امر جاگت	برہم گیانی اہنگ بدھ تیاگت
برہم گیانی کے من پرم آنند	برہم گیانی کے گھر سدا انند
برہم گیانی کے درشن بڑ بھاگین پائیے	برہم گیانی کے بل بل جائیے
برہم گیانی کو کھوجے مہیشور	نانک برہم گیانی آپ پرمیشور
برہم گیانی کا کتھیا نہ جائے ادھاکھرا	برہم گیانی سرب کا ٹھاکر
برہم گیانی کی مت کون بکھانے	برہم گیانی کی گت برہم گیانی جانے
برہم گیانی کا انت نہ پار	نانک برہم گیانی کو سدا نمسکار
برہم گیانی سب سرشٹ کا کرتا	برہم گیانی سدا جیوے نہیں مرتا
برہم گیانی مکت جگت جی کا داتا	برہم گیانی پورن پرکھ بدھاتا
برہم گیانی اناتھ کا ناتھ	برہم گیانی کا سب اوپر ہاتھ
برہم گیانی کا سکل آکار	برہم گیانی آپ نرنکار

گیانی پرش کی بیرونی علامات کو دائرۂ قیاس و تحریر میں آسکتے نہیں۔ لیکن اسکے ذاتی نشان وہ خود ہی جانتا ہے۔ بیرونی علامات حسب ذیل ہیں۔

دشمن و دوست۔ نیک و بد۔ خاک و زر۔ آب حیات و زہر ہلاہل میں یکساں نظری۔ راحت و رنج جسمانی سے پاک ہمیشہ ورات میں محو حق و دم سے خاموش۔ اوضاع زمانہ سے چشم پوشی۔ دین و دنیا سے بیزار۔ تمام خیالات و وسوسات سے مبرا۔ نہ معرفت کا غرور نہ جہالت سے عذر۔ لذت نفسانی سے گریز۔ حال و قال سے پرہیز

گر بجوئی ورنہ جوئی تو خودی	چند وابستہ بہر نیک و بدی
طریق فقر و فنا پیش گیر و خوش میرو	زپس نظر مکن و بشنو پیش گاہ مپرس

صحبت پاس کا انحصار ہے دنیاداروں کی صحبت سے اس کا اثر کم ہوتا ہے اور ہمنشینی فقرو عارفاں سے روز افزوں ہوتی ہے۔ پس واجب ہے کہ صرف بقدر لاچاری اہالیان دنیا سے ارتباط رکھے زاہل فقر و فنا پرس ذوق فقر و فنا ازانکہ مست گرفتار مال جام مپرس اور اپنے دل سے بھی اسقدر بے تعلقی رکھے کہ بدن تک اپنا نہ سمجھے ہمیشہ سبک و لطیف و بے صورت و بے نشان رہے۔

چو پا بصدق نہادی بترک سر گردی	اگر کلاہ بیانیت از کلاہ مپرس
یکتا شدن از نشان یار نیست	وز ننگ بودن نہ دوستدار نیست
توحید نہ گفتگوئے باشد	عاشق نہ دو دل دو روئے باشد
یکساں ہر شے میں ذات حق کا جلوہ	آنکھوں سے نظر جسے جہاں میں آیا
اور ان سب قالبوں میں وہی ہے	دیکھا مجاز جس نے حق ہو جہاں تک دیکھا

گیانی بننے سے کیا فائدہ ہے

یہ گیان وہ نعمت ہے کہ تمام لذات نفسانی سے و سردی زمانہ سے سیری بخشتا ہے۔ بغیر گیان کے اس ناپائدار دنیا میں سرگرداں ہونا ہے

غلام ہمت رندان بے سر و پا ہم	کہ ہر دو کون نیرزد بپیش شان یک کاہ
ملک آنکہ ز گنج قناعت گنجے ست	کہ پیش بیتر فلس و سلطان ہا

ایک بھلی ہے　　ابیات

ہم دیم ابھا ہر چو منود یم ہو ہیں　　داریم وجود و بیلے وجود یم ہو ہیں
چیزے ست نہ یم ہا مگو یم بہ تو　　الفقصہ ہمانیم کہ بود یم ہو ہیں

دیگر

از ہیم وامید و ار ہیدیم خوشیم　　السیسری وسری بریدیم خوشیم

دیگر

جز صحبت حق یار ندارد عارف　　با ہستی خود کار ندارد عارف
در گلخن اقبال و قبر وار ستہ　　جز گلشن دیدار ندارد عارف

دیگر

بشناس کہ غیر حق وجودت نبود　　بے ذات خدا بود و نمودت نہ بود
عالم خود ہیچ ندارد چیزے　　ے موج سوائے بحر بودت نہ بود

زاہل فقر و فنا پرس ذوق فقر و فنا　　ازاں کہ ہست گرفتاریاں جاہ چہ پر
چو بالصدق نہادی دو ترک سر کردی　　اگر کلاہ ربایندت از کلاہ مپرس

عارف گیانی ہو واحد ہیں واحد گو واحد دیکہتا ہو اسکی نظر غیریت سے پاک

گیتا ادہیاے ۱۲ اشتر ۳۳

ایک سورج جو دیتا ہے جیسے سب پر روشنی　　جان واحد ذاتی ہے سب کے اندر روشنی
در ہزاران جام گو ناگون شرابے بیش نیست　　گرچہ بسیار ند انجم آفتابی بیش نیست
گر ہمہ بر خیز د ز قلب بحر موج بے شمار　　کثرت اندر موج باشد لیک آب بیش نیست

بھجن جوگی یا بدھ من کو لگاوے

جیسے پتنگ جب دیپک میں پریت سے پران جلاوے
جگمگ جوت ہی نہیں جانے جوت میں آن سماوے
جوگی یا بدھ من کو لگاوے
جیسے نار پنگھٹ کو جات ہے سر گاگر بھر لاوے
سکھی سنگ سے بولت چالت سرت گاگر سے لاوے
جوگی یا بدھ من کو لگاوے
جیسے نٹ کلا کے کارن سگا ڈھول بجاوے

اپنا بوجھ سادھو سر او پر ست بانس سے لادے

من کے لگانے ہر یاوے　　جوگی یا بدھ من کو لگاوے

برہم گیانی عقل سلیم رکھتا ہو اور غیر متحرک رہتا ہے گیتا ادہیاے ۵ اشتر ۲۰

شادی اور غم سے نہیں جسکو سرور و ملال　　سب سے جو بے فکر ہو وہ آدمی باکمال

رباعی

قومی بہ تمنائے زر و مال خوش اند　　بعضے بہ تماشائے خط و خال خوش اند
بیدل ہمہ را بحال بد می بینیم　　خوش حال کسانیکہ بہر حال خوش اند

ادہیاے دوئم اشتر ۶۹

روز روشن عارفوں کا جاہلوں کی رات ہے　　جاہلوں کا روز روشن عارفوں کی رات ہے

رباعی

دل میں اٹھتی ہیں آرزوئیں جو جو　　سب چھوڑ دیویں خیال تک بھی نہ ہو
اور اپنے آپ میں ہی سرمست رہے　　ارجن کہتے ہیں قائم العقل اسکو

دیگر

جسکو نہیں دشمنی کسی سے بھی یہاں　　جو دوست ہو سب کا رحم دل ہو انسان
جو بے من و ما سے بے تحمل والا　　جسکو سکھ ہو اور دکھ ہیں دو نوں یکساں

دیگر

صابر جو سدا ہے یوگ میں ہے یکتا　　ضابطہ ہو جس کا ہو عقیدہ پکا
خوف و حسد و فکر و خوشی جسکو نہیں　　ہو وہ ہی جیون مکت مجھے از بس پیارا

دیگر

جسکو یکساں ہیں دوست بھی دشمن بھی　　تعظیم و اہانت جسے یکساں ہیں سبھی
سکھ دکھ و گرم و سرد یکساں ہیں جسے　　ہے جسکو کسی شے میں تعلق نہ کبھی

دیگر

جو بے گھر رہتا ہو اور ہو قائم عقل　　پیارا ہی خدا کا جیون مکتی والا انسان

دیگر

دھوکا دینا نہ کچھ برائی کرنا　　بے آزاری راستبازی دھیا
کرنی دل و جان سے مرشد کی بہت　　پاکی و قرار رکھنا نفس اپنا

دیگر

لذات حواس میں نہ خواہش ہوتی　　اور کرنی دل سے ترک سب ادنی
یہ دیکھنا تکلیف کے گھر ہیں سارے　　پیدائش و مرگ و پیری و بیماری

خاطر میں سب بے تعلقی کا ہونا　　گھر اور سپوت زن میں نہ پھنسنا اصلا
پالا جو بھلائی و برائی سے پڑے　　دل رکھنا ہمیشہ ایک جیسا اپنا

جواب۔ اشنان سے رونمو جسم کو غلاظت سے پاک کیا جاتا ہے یہ اشنان بیرونی ہے۔ اندرونی اشنان وہ کہلاتا ہے کہ انتہ کرن کو طمع۔ شہوت۔ حسد کینہ۔ بغض۔ ریا۔ تکبر و نخوت۔ چغلخوری۔ بدنیتی سے پاک رکھنا۔ اور اقبال دولت و مال اولاد و دیا نو پر نازاں ہو کر دل میں فخر نہ کرنا۔ یہ اشنان اندرونی ہی موکش دیتا ہے نہ کہ بیرونی۔

یہ کرم کب تک کرنے واجب ہیں؟

جواب۔ یہ کرم جبتک کہ انتہ کرن میں وشیوں کی وِرِشنا غرض محبت۔ ریا کا خیال نہ مٹنے کرنا ضروری ہیں۔ جب مدعا حاصل ہو جائے تب بھی ان کرموں کو اپنی عادت یا سبھاؤ میں داخل کرکے استحکام طبیعت کیواسطے آئیندہ جاری رکھے تو انسب اولیٰ ہے۔ سری بھگوان برہم گیانی کی تعریف اس طرح کرتے ہیں +

جبکہ سو میری نظر میں وہ ہے میرے لئے ساد گی ہی میرا عاشق کیا غضب ہشیار ہے
ہر صفت اسکو ان سے مجکو میں پیدا کروں بے طمع بے غرض ہو جب وہ میرا یار ہے
پھر سو چاہے مجکو اسیری پرستش میں آئے دوسری تار سے جب دیکھو جبھی بیزار ہے
جو جاتا جاتا پایا دیکھ کب باقی رہا ایک نقطہ ہے جو تیرے حق میں اب بیکار ہے
تکرار سب میں سے بجھ اکیلے کی پناہ یہ مراد مہ ہے سالک تیرا بیڑا پار ہے

برہم گیان کا ادھیکاری رغبت اور نفرت کو چھوڑ کر فعل کرتا ہے۔

گیتا میں آیا ہوا ادھیائے سوم اشلوک ۳۴

شوق و نفرت خاصہ ہے دو مکا محسوسات کا دونوں ان کے پچھو رہیں تم ان کے قابو میں نہ آنا

ابیات

گزار از دو انہ و این دم بشکن جہاں این تنگ دو پاستے تمام بشکن
نئی واقف ازیں دو دان باطن بہ نزدیکان تو ہستند ساکن
بہ بہشت ہمچو یار ادھ صفا آیند مستانہ خاص تو ہر دم ربایند
تو غافل از متاع خانۂ خود نداری خویش یا بیگانۂ خود

گیانی یعنی عارف کی کیا شناخت ہے؟

جواب۔ گیانی وہ ہے جو سب جیو دھار میں اپنے کو دیکھتا رہتا ہے ایسا داسیہ اپنشد منتر ۶ ہے گیانی تمام جیو و جماد چیزوں کو اپنے میں دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو سب میں دیکھتا ہے وہ کسی سے نفرت نہیں کیا کرتا۔

ایسا داسیہ اپنشد منتر ۷ جس حالت میں تمام کائنات کی چیزیں گیانی کی آتما ہو گئیں تو ایسی وحدانیت کی نظر رکھنے والے کو کیا موہ یعنی غفلت اور کیا شوک یعنی رنج۔

کین اپنشد نمبر ۴۔ برہم اچھی طرح اسوقت جانا جاتا ہے جب آدمی اسے علم کے ہر عمل کا ساکشی جانے ایسا جاننے والا لافانیت کو پہنچتا ہے

گیانی لوگ اِس دنیا سے موہ موڑ کر حیاتِ ابدی حاصل کرسکتے ہیں۔

تا شانہ صفت سر نہ نہی در تہ ارہ ہرگز بہ سر زلف نگارے نرسی
تا سرمہ صفت سودہ نگردی تہ سنگ ہرگز بصفا چشم نگارے نرسی
تا ہمچو در سفتہ نہ گردی با تار ہرگز بہ بنا گوش نگارے نرسی
تا گل شدہ بریدہ نگردی از شاخ ہرگز بہ گل حسن نگارے نرسی
تا خاک ترا کوزہ نسازند کلالاں ہرگز بہ لب لعل نگارے نرسی
تا ہمچو قلم سر نہ نہی در تہ کارد ہرگز بہ سر انگشت نگارے نرسی
تا ہمچو حنا سودہ نہ گردی تہ سنگ ہرگز بہ کف پائے نگارے نرسی

کبیر صاحب بھوسے کے من بھید ہے مور کہتے انیک
گیانی کا مت ایک ہے کیا پنڈت کیا شیخ

گیانی وہی ہے جو یہ جانتا ہے کہ میں آتما ہوں میری آتما میں اننت بل ہے اور اننت سامرت وان ہے یہی آتما کہ پاتما سے ابھید سمبندھ ہے سارے سکھ آنند میری آتما ہی میں ہیں اگر ست چت آنند سروپ آتما ہوں میں جسم اور من نہیں ہوں میں تینوں حالتوں کا

طالب حق کو کون کرم دل وش کے دور کرنیکے واسطے کرنے چاہئیں

جواب - ویسکے چودہ کرم ضروری ہیں - انکی تفصیل ذیل میں درج ہے

(۱) ودیا - یعنی سب جیودں کو تن - من - دھن - اور بچن سے سکھ پہچانا -

(۲) ست بولنا - جسقدر دیکھا یا سنا ہو یا جسقدر معلوم ہو اتنا ہی کہنا

(۳) آستی - دوسرے کے سخن کو با جو صلہ سنکر تسلیم کرنا -

(۴) برہم چرج - یعنی آٹھ پرکار کے میتھن سے دور رہنا -

(۵) سنتوکھ - جو کچھ پرار بدھ سے حاصل ہو اسپر شاکر و صابر رہنا -

(۶) اہنسا - یعنی کسی جیو کو شریر و زبان و من سے تکلیف نہ دینا -

(۷) تپ - یعنی اندریوں کو بتی کرکے لذات کی طرف سے ہٹانا

(۸) ایشور پوجا - یعنی من کو جسم کی طرف سے ہٹاکر پرماتما کی طرف لگانا -

(۹) اشنان - بیرونی و اندرونی سے پاک رہنا -

(۱۰) دان - خارجی و داخلی کرنا -

(۱۱) برت - جسمانی - حواس - من - کا کرنا

(۱۲) دھیرج - تبدیل حالات میں مستقیم المزاج رہنا -

(۱۳) ارجو گفتار - رفتار - بیوہار میں عمل راست یعنی سچا برتاؤ کرنا -

(۱۴) ست سنگ - بیرونی و اندرونی کرتے رہنا -

سوال میتھن تو صرف زنا کاری ایک ہی ہے آٹھ کون کون سے ہیں؟

جواب - (۱) غیر عورت کی بابت جو کہ چاہتا ہو کہ فلاں خوبصورت اور ناز والی ہے اس کا ستا سمرن کہلاتا ہے (۲) شنیدہ سخنان کو لیں یا کرنا سمرن کہلاتا ہے

(۳) دوسرے کے روبرو اس عورت کی تعریف کرنی کیرتن کہلاتا ہے

(۴) بار بار اس کا خیال کرنا چنتون کہلاتا ہے -

(۵) تنہا گھر میں یا گلی و کوچہ میں اس سے بات کرنی ایکانت بات کہلاتا ہے

(۶) دل میں مصمم ارادہ کرنا کہ اسکو ضرور ملنا ہو سنکلپ کہلاتا ہے -

(۷) جتن کرنا یعنی تدارک کرنا - آدمی بھیجکر یا روپیہ خرچ کرکے بلوانا یا خود اسکے پاس جانا جتن کہلاتا ہے -

(۸) حصول - یعنی عورت کا ملنا -

پیارے جگیاسو یہ آٹھ قسم کے میتھن ہی ہیں ان سب سے دور رہنا طالب حق کو ضروری ہے -

سوال - دان دو قسم کے اور برت تین قسم کے اور ست سنگ بھی دو قسم کے تبلائے انکو سمجھا دیجئے

جواب - دان نمبر ۱ - تو وہ ہے جو بنا بر اپنی نیک نامی کے یا بخواہش نتیجہ دان کیا جاتا ہے -

رر نمبر ۲ - داخلی دان - ابھمان اور ناموری کو ترک کرکے بلا خواہش نتیجہ کے ایشور ارپن کرنا -

برت:

(۱) برت غذا - لیے میعاد معہودہ کے واسطے برت رکھنا -

(۲) برت - حواس کو اپنی لذات سے باز رکھنا برت اندری کہلاتا ہے

(۳) برت جیو (روح) کو دو بینی اور دو وانی سے پاک رکھنا برت من یا دل کہلاتا ہے -

ست سنگ:

(۱) بیرونی وہ ہے کہ گیانی یا مرشد کی خدمت میں حاضر ہوکر انکے سخنان کو ارادتمندی سے سننا -

(۲) اندرونی وہ ہے کہ شنیدہ سخنان کو تنہا بیٹھکر سلیم الطبع ہوکر معنے و مطلب کو سمجھنا -

سوال اشنان دو قسم تبلائیے کونسی ہیں اشنان تو روزمرہ غسل کہلاتا ہے

وویک ۔ ویراگ پن ۔ سادہی کہٹ سمپتی کے جتورتھہ مموچھتا یہ چہ سادہن سمت یعنی چار سادہن ۔ وویک ہیراگ ۔ سادہی کہٹ سمپتی ۔ چوتھی مموکشتا ضروری ہیں ۔ سب سادہنوں کی جڑ وویک یا تمیز ہے گیان کہ آتما غیر فانی وغیر متحرک ہے اور کائنات یعنی سنسار کا حال اسکے برعکس ہے ۔ مطلب یہ کہ آتما نہ تو ناش ہوتا ہے اور نہ کچھ کام کرنیوالا ہے مگر سنسار ناش ہونیوالا ہے اور اس میں اعمال و افعال بھی ہوتے رہتے ہیں خلاصہ یہ کہ آتما غیر فانی ہے اور دنیا فانی ہے ۔ انہیں دونوں باتوں کی تمیز بہم پہنچا لینے کا نام وویک ہے اور یہ سب سادہنوں کی جڑ اس واسطے ہے کہ اول وویک بہم پہنچ جائے تو باقی سادہن مثلاً ویراگ وغیرہ بہم پہنچتے ہیں ۔ وویک ہی نہو تو باقی سادہن بہم نہیں پہنچتے اسواسطے وویک کو مو کہہ کہا ہے یعنی ضروری ۔

برہم لوک کے بھوگوں کو بھی آدمی چھوڑنا چاہے تب ہی وید کے معنی جاننے والے اس حالت نفس کو ویراگ کا نام دیتے ہیں سادہی کہٹ سمپتی یہ ہیں شم ۔ دم ۔ شردہا ۔ سمادہان ۔ اپرتی ۔ تتکشا یہ چھ وصفوں کو ملا کر ایک ملتا ہے ۔ موکش یعنی نجات کی خواہش کو مموکشتا کہتے ہیں ۔ ان مذکورہ بالا چار سادہنوں میں سرون ۔ منن ۔ ندہیاس اور ملادیں تو سات سادہن ہوتے ہیں آٹھواں سادہن تت یعنی برہم اور توام یعنی جیو ان دونوں الفاظ کے معانی کا صاف طور سے بچار ہے اور ان آٹھوں سادہنوں کے کمال کو پہنچا ہوا برہم گیان کا ادہکاری کہا جاویگا ۔

سادہی کہٹ سمپتی میں چھ وصف شامل ہیں انکی تعریف کیا ہے ؟

(جواب) (۱) شم من کو وشیوں سے روکنے کو کہتے ہیں ۔

(۲) دم حواس کو وشیوں سے باز رکہنا ہے ۔

(۳) شردہا گورو یعنی مرشد و شاستر یعنے کتب مذاہب کا قول سچے ہیں ۔ یہ یقین واثق ہوتا ہے ۔

(۴) سمادہانا ۔ سستی پریشان خاطر سے پاک ہوکر مرشد کے سخن کو گوش ہوش سے سننا کہلاتا ہے

(۵) اپرام ۔ دنیاوی فعل اور گیانی یعنی عالموں کی صحبت دور رہنا

(۶) تتکشا ۔ دکہہ سکہہ ۔ سردی ۔ گرمی ۔ بہوک پیاس ۔ عزت بے عزتی کو برداشت کرتا ہے ۔

کرم اور اپاسنا سے حصول گیان میں مدد ملتی ہے یا نہیں

(جواب) ملتی ہے ۔ چونکہ انتہ کرن یعنی دل میں تین عیوب رہتے ہیں اسواسطے ان عیبوں کو دور کرنیکے لئے کرم اور اپاسنا کا کرنا طالب حق یعنی جگیاسو کو واجب ہے کیونکہ جبتک انتہ کرن سے یہ عیب دور نہوں گیان کا پرکاش یعنے انکشاف نہیں ہوتا ۔

سوال انتہ کرن میں تین عیوب کون کون سے ہیں ؟

جواب ۔ مل ۔ وکشیپ ۔ اورن ۔ یہ تین عیوب انتہ کرن میں رہتے ہیں ۔

(۱) مل عیب رہنے سے آرزوئے لذات ہوتی ہے اور لالچ وغیرہ ہوتا ہے

(۲) وکشیپ ۔ رہنے سے من یکسو نہیں ہوتا اور پریشان خاطر رہتا ہے

(۳) آورن رہنے سے پردہ پڑا رہتا ہے کشف نہیں ہوتا یعنی جہل و نادانی

سوال ۔ یہ عیوب کس طرح جا سکتے ہیں

جواب ۔ جو کرم کیا جائے اس میں نتیجہ کی خواہش نہ رکہی جائے تو مل دوش دور ہوتا ہے اور اپاسنا سے وکشیپ دور ہوتا ہے ۔ اور گیان سے آورن دوش دور ہوتا ہے ۔

قائم رکھی جاوے پس اگر بعض مروجہ مسائل پیدائیش عالم میں کچھ نقص رہ گئے ہیں تو رہا کریں ویدانت کو اس سے کچھ زیادہ سروکار نہیں ہی سروکار ہی تو صرف اس بات کا ہی کہ ایک ذات احد یعنی سچدانند برہم ست یعنی ہست ہی۔ اور باقی عالم است یعنے متھیا یا جھوٹ ہو۔ ویدانت میں کائنات صرف آتشبازی کا ہاتھی ہی۔ جیسے ایک لڑکے نے کہا کہ ہاتھی کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر کان ٹیڑھے ہیں۔ ہمارا مطلب صرف آتشبازی کائنات ہی صرف آتشبازی کو آگ لگا کر تماشا دیکھنا ہی نہ کہ کان ٹیڑھے ہونے سے کوئی سروکار ہی

برہم گیان کی تلقین

جسطرح باپ کا لڑکا فرماں بردار ہوتا ہی اسی طرح عقل کی محکوم اندریاں ہیں اندریوں پر قبضہ کرنیکا تپ اور دھرم ہی عقل کے ذریعہ اندریوں کو محکوم کرکے چت پر قبضہ کرے تب اندریاں ہر طرف سے دل اُچاٹ کر برہم حاصل کرنے میں مددگار ہونگی اور فہم و ادراک کے وسیلہ سے برہم پرماتما کا جلوہ دکھائی دیگا۔ جو مہاتما گیانی ہیں سب کی آتما پرماتما سمجھتے ہیں جس طرح پھول اپنی خوشبو سے ہوا میں پھیلکر دماغ میں تازگی بخشتا ہی اور اپنی خوشبو سے واقف نہیں کہ اس میں کیا اثر ہے اسیطرح عقل اپنے تئیں نہیں پہچانتی کہ وہ کیونکر پیدا ہوئی اور کہاں سے آئی۔ کہاں جائیگی۔ انتر آتما جسم کے اندر گیان کی روشنی سے آتما کو دیکھ رہا ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ اندریوں کو قابو کرکے گیان کا چراغ جلا کر ہردے میں پرماتما کو دیکھے۔ دنیا میں برہم گیان حاصل کرکے ہی پاپ سے نجات ہوسکتی ہی جسطرح سانپ آسانی سے کینچلی چھوڑ دیتا ہے اسی طرح انسان تپ کرکے پاپ کو چھوڑ سکتا ہی یہ جسم ایک قسم کا دریا ہی جس میں لوبھ۔ موہ۔ ترشنا۔ کام۔ کرودھ۔ جھوٹ بولنا۔ چوری۔ سوئمبازی۔ کینہ۔ حسد ایسے جانوروں کا تو اس دقیام ہی۔ مگر اور گھڑیال کی طرح شکار کی گھات میں تاک لگائے ہوتے ہیں۔ اِن سے بچنا چاہئے اور گیان اور تپ کی کشتی پر سوار ہو کر بھو ساگر سے پار اُترنے کی کوشش کرنا چاہیئے برہم گیان کی پہاڑی پر چڑھ کر کام۔ کرودھ۔ لوبھ سے بھرے ہوئے لوگوں کی حالت پر افسوس کرکے ایسا اپدیش کرے کہ وہ بھی اس سنسار سے پار اُترنے کی کوشش کریں۔ عورت ہو خواہ مرد جو کہ برہم گیان کو جان لیگا وہ آواگون سے چھوٹ جاویگا۔ یہی ویراگیوں اور سنیاسیوں کا مت ہی۔ گیتا ۱۲

معرفت سے پاک تر دنیا میں کوئی شے نہیں ۔۔۔ خود بخود شاغل کو ہو جاتا ہے یہ عین الیقین

شوقے کہ بجز حق نبود پابند است ۔۔۔ عشقے کہ رشتہ وصال دنیا بند است ۔۔۔ رباعی در راہِ خدا بجز خدا اے سالک ۔۔۔ دنیا چہ بود خواہشِ عقبیٰ بند است

برہم گیان کا ادھکاری کون ہی

(جواب) برہم گیان کا ادھکاری وہی شخص ہی جسکے دل کے اندر خواہشات نفسانی و تمنائے اشیائے فانی و عادات شیطانی سے بیراگ ہو جو شخص مال و دولت و اسباب دنیوی کی ہوا و ہوس میں پھنسے ہوتے ہیں۔ وہ ادھکاری نہیں ہوسکتے۔ علاوہ اسکے برہم گیان کیواسطے شردھا یعنی اعتقاد اور اس کا سوچ وچار کرکے دھیان میں پختگی کرنا چاہیئے ◆ علاوہ ازیں بچار ساگر میں لکھا ہی کہ برہم

قدرتی سمجھ کی تو محراب میں شش غور سے | آرہی دُھر سے سدا تیرے بلانے کے لئے
کیوں بھٹکتا پھر رہا ہے تو تلاش یار میں | رہ رہتا شہ رگ میں ہے دلبر تو پانے کے لئے
مرشد کامل سے مل صدق و صبوری سے تقی | جو بتجھے دیگا فہم شہ رگ کے پانے کے لئے
گوش باطن ہوں کشادہ جو کرے کچھ دن عمل | لا اله الله ہے اکبر پے جانیکے لئے
یہ صدا کتنی کی ہے عامل عمل پڑھیان نے | کن قرآن میں ہے کلما الله اکبر کے لئے

ویدانت میں دنیا کی بے ثباتی

اپنشدوں پر نگاہ کیجائے تو کائنات کے بارے میں عجب تماشا نظر سے گذرتا ہے کہیں پیدایش عالم کی ترتیب کچھ ہے اور کہیں کچھ مثلاً اُتری اپنشد میں تمام کائنات کو ایک پُرش روپ کی نظر سے دیکھا گیا ہے جسکا سر اگنی ہے۔ چاند اور سورج آنکھیں ہیں اطراف کان ہیں۔ بانی یا آواز وید ہے۔ ہوا پران ہے۔ ہردے قلب خلا ہے۔ زمین پاؤں ہیں۔ چھاندوگ میں ایک انڈے سے تمام پیدایش عالم ستخرج کی ہے برہ دارنیک اپنشد میں منو اور ست روپا سے جگت کی پیدایش بتائی ہے۔ جو ست روپا طرح طرح کے روپ دھارن کر کے طرح طرح کی مخلوقات پیدا کی ہے۔ اسی اپنشد میں تو تین کہے ہیں۔ اگنی۔ جل۔ پرتھوی پرشن اور تتریئی اپنشد میں پانچ تتو بتلائے ہیں۔ آکاش۔ وایو۔ اگنی۔ جل۔ پرتھوی۔ اسطرح کیا کلیات کیا جزویات دونوں میں جگہ جگہ اختلاف پائے جاتے ہیں۔ مختلف اپنشدوں میں ہی نہیں بلکہ ایک ہی اپنشد میں مختلف حصوں میں بھی یہی تماشا نظر آتا ہے پس اسکی وجہ صاف ظاہر ہے کہ اپنشدوں کا مطلب جگت کی ستیا پن یعنی قائم کرنیکا نہیں ہے۔ کیونکہ جگت کی بودگیان سروپ آتما میں خواب کی طرح محض نمودی ہے۔ اِس بود و نمود میں سمجھانے کیواسطے جو ترتیب قائم کریں سب کھپ سکتی ہے۔ مثلاً ایک طالبعلم گورو کے پاس آکر سوال کرتا ہے۔ مہاراج جگت کی پیدایش تین ہی تتوں سے ہوتی ہے اور گورو اسی سوال کو اپنی تعلیم کا مرکز بناکر اُسکو وحدت وجود کا مسئلہ سمجھانے لگتا ہے۔ دوسرا آتا ہے کہ مہاراج جگت پانچ تتوں سے ملکر بنا ہے۔ گورو اُسے پانچ تتو کو لیکر اُسکو گیان سروپ آتما کا اُپدیش کرتا ہے۔ اِسی پر اور مسائل کو قیاس کرو۔ اِس میں سے تمہاری سمجھ میں جو مسئلہ سب سے بہتر اور قرین قیاس ٹھیرے اُسکو اختیار کر لو۔ کیونکہ جگت میں فی الواقع میں کسی خاص ترتیب کا امکان نہیں ہے۔ ہاں جو مسئلہ کائنات اختیار کرو اس میں اِس بات کو کبھی نظر انداز نہ کرو کہ ایک گیان سروپ آتما کا وجود واقعی ہے باقی کل بود و نمودی ہے۔ جو اس گیان کے سمندر میں بالکل اسی طرح اُٹھ رہی ہے جس طرح ایک ذاتِ واحد خواب میں کائنات خواب کے تماشہ ہائے بوقلموں اور نیرنگیہائے گوناگوں دیکھتا ہے جو اس ہستی سے علحدہ چیزیں نہیں ہیں **ویدانت شاستر** کا کائنات بناکر کھڑی کرنے میں صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ انجام میں اُس کائنات کو اُڑا دیا جائے اور نیرنگیوں کے اختلاف کو اُٹھا کر صرف ایک وحدت وجود

یعنی لہو کا ایک قطرہ جسم کی بوٹی بوٹی۔ ہڈی کا ریزہ ریزہ۔ چمڑی کا ٹکڑہ ٹکڑہ تمہارے خیال یا وجود سے نکلے ہیں۔ یا کہ مردہ لاش سے کہ جسکو علم تشریح الابدان پڑھنے والے دیکھتے ہیں۔

معترض۔ ازل۔ ابد۔ مہاپرلے۔ تو میری بنائی ہوئی نہیں ہیں کیونکہ میں محدود جیو ہوں۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ **جواب** عالم خواب میں خواب کا ماضی اور مستقبل تمہارے ذہن میں ہوتا ہے کہ باہر کسی اور طاقت کے ماتحت ہوتا ہے۔ خواب میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی اسکے آباؤ اجداد سات پشت تک معلوم بناتے جاؤ گے۔ لیکن وہ سب تمہارے خیال میں موجود ہیں۔ اسطرح جو کچھ نظر آتا ہے یہ تمہارا ہی خیال ہے مع اسکے ماضی و استقبال کے۔

عالم خواب کی اشیار اسی وقت پیدا ہو کر نظر آنے لگتی ہیں۔ پر خواب دیکھنے والا ایسا جانتا ہے کہ میری پیدایش سے پہلے کی ہیں۔ حالانکہ وہ اسی وقت پیدا ہوتی ہیں۔ ٹھیک اسی طرح عالم بیداری کے سامان اور انکا علم بھی دونوں ایک ہی وقت پیدا ہوتے ہیں۔ اَلّا اودیا کے زور سے ان اشیا کی نسبت یہ خیال بھی ساتھ ہی پیدا ہو جاتا ہے کہ ان اشیار کا قرار ہے۔ یعنی یہ خیال کہ یہ چیزیں وہی ہیں جو پہلے دیکھی تھیں۔ اسیطرح صرف دنیا ہی تمہارا خیال نہیں ہے بلکہ دنیا کی ابتدا و انتہا ر آدی و انت بھی تمہاری کلپنا ہے۔

معترض۔ دنیا اناوی ہے اس کا ابتدا کبھی ہی نہیں **جواب** خواب دیکھتے وقت عالم خواب ہمیشہ اناوی ہوتا ہے۔ گیان کی بیداری آنے تک جگت بعینہ خواب کی طرح اناوی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جگت خواب ہی تو ہے۔ ایک کاغذ پر دریا کی تصویر ہے ارد گرد نہایت خوبصورت سرسبز کنارے ہیں بیچ میں کشتی چل رہی ہے۔ کشتی میں راجہ صاحب سوار ہیں۔ گا تا شن رہے ہیں۔ چھوٹا لڑکا بغل میں کھیل رہا ہے۔ اب دیکھو۔ کنور صاحب کے والد شریف تو مہاراج ہیں۔ لیکن کیا کنور اور کیا مہاراج کیا کشتی اور کیا دریا سب کا والد (پیدا کنندہ) مصور کا ذہن ہے۔ اسی طرح دنیا کا بابا تو آدمی منو یا آدم ہی سہی۔ لیکن پیارے خلقت اور اسکے بابا آدم کی ہیں سب تصویر کا بابا تو ہے کشتی دنیا تیرے ذہن میں ہے اور ناخدائے کشتی یعنے خدا تیرے کن سے ظہور میں آتا ہے

میں نے ماما دہر کو حق نے کیا پیدا او لے   میں وہ خالق ہوں میرے کن سے خدا پیدا ہوا

گوڑپاد اچاریہ نے کہا ہے: "یہ سب قائم و متحرک۔ غیریت جبھی تک ہے جب تک من دیکھنے والا بنا ہے۔ من کے شانت ہونے پر غیریت کی بھاونی نہیں رہتی۔ چھاندوگیہ اپنشد "ان اجسام میں داخل ہو کر بہ حیثیت جیو آتما مختلف اسمار و اشکال کو ظہور دوں"

غزل

دل کا حجرا صاف کر جاناں کے آنے کے لئے   دھیان غیروں کا اٹھا اسکے بٹھانے کے لئے

چشم دل سے دیکھ یاں جو جو تماشے ہو رہے   دلستاں کیا کیا ہیں یاں تیرے ستانے کے لئے

ایک دل لاکھوں تمنا اس پہ اور زیادہ ہوس   پھر ٹھکانا ہے کہاں اسکے ٹکانے کے لئے

نقلی مسجد مندروں میں جائے صد افسوس ہے   قدرتی مسجد کا ساکن دکھ اٹھانے کے لئے

میں نہیں رہتا اس واسطے است یعنی جھوٹا ہے۔

معترض۔ سپن سشپتی میں انسان بیخبر ہوتا ہے اسواسطے جگت دکھلائی نہیں دیتا اگر جگت موجود تو ہوتا ہی ہے۔

جواب۔ انسان بیخبر ہوتا ہے تو اسکی زندگی کون بڑھاتا ہے اور انسان خود ہی ایک نیا سپن ہی تیار کر لیتا ہی تو وہ بیخبر کس طرح سمجھا جاوے

معترض۔ یہ اسکی بیخبری کی دلیل آپ خود ہی دیتے ہیں جاگتی حالت میں تو سنسار دیکھنے میں آتا ہی ہو۔

جواب۔ جاگتی حالت میں سمادھی کی ہوتی ہے اُس وقت دنیا کہاں دکھلائی دیتی۔ بموجب سانکھ شاستر کیولیہ میں جگت نہیں ہوتا بموجب یوگ شاستر اسمپرگیات سمادھی میں سنسار نہیں ہوتا بموجب نیائے شاستر آپ گم ورگ میں دنیا نہیں رہتی بموجب وشے شک شاستر نہ شرے یس میں جگت کہاں ہوتا ہے۔

بس جبکہ جاگتی حالت میں داوستھا میں نہیں رہتا اسلئے جگت متھیا یعنی جھوٹا ہی ہو۔ یہ دنیا اُسی وقت تک دکھلائی دیتی ہے جبتک تم دنیا کو دیکھتے ہو۔ اگر تم اپنے خیال کو متوجہ نکرو تو دنیا کا ایک ذرہ بھی نہیں دکھلائی دیسکتا۔

تمہارا ہاتھ سے اشارہ کر کے فخر کے ساتھ یہ کہنا کہ وہ دنیا دیکھو سامنے نظر آرہی ہو یہ (عمل) ہی دنیا کو نمودار کر رہا ہے تمہارا دکھانا اور دیکھنا ہی دنیا کو پیدا کرتا ہے۔

جب تم کسی معاملہ پر غور و فکر میں مستغرق ہو تو گو آنکھیں کھلی ہوں۔ سامنے سے خواہ کچھ ہی گذر جائے دکھائی نہیں دیتا کان اگرچہ کھلے ہیں مگر شور و غل سنائی نہیں دیتا۔ وجہ یہی ہے کہ تمہاری توجہ اُس طرف نہیں ہو۔ اگر اشکال اور آواز تم سے علیحدہ کچھ حقیقت رکھتے ہوں تو آنکھیں جو کھلی تھیں اور کان بھی کھلے تھے دکھائی کیوں نہ دیئے۔ اور سنائی کیوں نہ دیئے بعض اشخاص کی سوتے میں آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ اور کان تو سب کے کھلے ہی رہتے ہیں مگر سامنے کی دیوار و اشیار انار روٹی وغیرہ کھلی آنکھوں کو نظر نہیں آتے۔ اگر ساتھ سانپ لیٹ جائے معلوم نہیں ہوتا نقارے بج رہے ہوں سنائی نہیں دیتے۔ وجہ یہ ہے کہ کل ہستی تیری ذات پر قائم ہو اور تیرے کن کی محتاج ہو۔ زمانہ بچپن میں۔ آنکھ۔ کان۔ اور سب حواس کھلے ہوتے ہیں لیکن مکان گھر۔ در و دیوار وغیرہ اسلئے اشکال نام روپ کچھ نہیں ہوتے۔ خوشبو و بدبو نہیں۔ اگر یہ اشیار دانندہ (ساکشی) سے علیحدہ وجود رکھتی ہوں تو بچے پر بھی اپنی موجودگی ظاہر کر دیتیں۔ چونکہ دانندہ بغیر ان کا موجود ہونا لازم و ملزوم نہیں۔ درشٹی میں سرشٹی ہو عالم و معلوم کبھی جدا نہیں۔

معترض۔ پتھر سخت ہو کیا اسکو سخت میں نے بنایا؟ **جواب** ہاں تم خود اسکو دبا کر کہتے ہو کہ سخت ہو۔ سخت پن تم سے باہر نہیں ہے

معترض۔ جبکہ انسانی جسم میں ہڈیوں۔ پٹھوں وغیرہ کی ساخت ہم بناتے ہیں وہ تو پہلے ہی ہوتی ہے۔

جواب۔ جسم انسان تمہارا ہے کسی غیر کا تو نہیں۔ اس جسم میں ہڈیوں۔ پٹھوں وغیرہ کی ساخت تم سے سرزد ہوتی ہے۔ غور کرکے

اور سشپتی میں دونوں حالتیں بیداری و خواب نہیں رہتیں تو اس حالت میں سچا کس طرح کہا جا سکتا ہے ؟ **مثنوی**

تماشا خواب کا دنیا کو سمجھو
مشا ہے تن ہو فانی تن کی لعنت
تمنا نیک ہونے کی صدا ہو

کبھی یاں وہم الفت میں نہ الجھو
لگا جانان باقی سے محبت
اسی کوشش میں دل تیرا لگا ہو

یہ تن ہو فانی ہے علم و ناپاک
انانیت تکبر سے رہو دور
اگر دائم تراینکی عمل ہو
جیسا اکیلا آیا تھا ویسے چلا گیا
دنیا نہیں ہو جائے قیام او مسافر
یہ خواب کا تماشا ہو یاں دل نہ باندھنا
گرداب خیال ہیں نہ بچا سکتی موت کو
دنیا نہیں ہو جائے قیام مکت آنند

تری روح عین علم و باقی و پاک
ہوا و حرص سے دائم رہو دور
تو پھر دنیا کے غم سے کیا خلاصہ
فرزند و زن کو دیکھئے آخر چلا گیا
باندھو کمر کو گٹھری ہمیشہ کو دن ہوا
آب سراب خاص ہو یاں دل نہ باندھنا
دم آب میں تماشا ہو یہاں بس نہ باندھنا
باندھو کمر کو گٹھری ہمیشہ کو دن ہوا

مسدس

آئے تھے خالی ہاتھ چلے خالی ہاتھ پھر
جان رہی کہ سکتا ہو کیوں تماشا صبح
دنیا نہیں ہو جائے قیام او مسافرو
آیا تھا جو یہاں سو یہ آخر چلا گیا

تن پر ساما پلنگ نہ جوتی نہ پاگ سر
تن تک بھی تو نہ جائے گا ہاں تیرے ساتھ پر
باندھو کمر کو گٹھری ہمیشہ کو دن ہوا
دو چار روز رہ کے مسافر چلا گیا

ذرا غور تو کرو جس وقت تمہارے والدین تمہیں کھلاتے تھے پیار کرتے تھے۔ بلائیں لیتے تھے وہ حالت اسوقت خواب کے نظارے سے کم نہیں ہے۔ اور سوچ جس وقت تمہاری شادی ہوئی کیا ناچ تماشہ رنگ رلیاں تھیں اس وقت تماشہ خواب کی مانند ہیں یا نہیں۔ فکر کو کام میں لاؤ تمہارے والدین و بھائی بند و عورت بچے جب حیات تھے اسوقت وہ مانند سپنے خیال میں آتے ہیں یا نہیں ؎

غزل

سرائے دنیا ہے کوچ کی جائے
مسافرانہ ٹکے ہو اٹھو

ہر ایک کو خوف دمبدم ہے
مقام فردوس ہو ارم ہے
مکت آنند جاگو کمر باندھو

رہا سکندر یہاں نہ دارا
سفر ہے دشوار خواب کب تک
اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

رہا فریدوں یہاں نہ جم ہے
بہت بڑی منزل عدم ہے

دوہا

دُرلبھ مانس تن ملا او سر بیتو ہے آئے
میرا میری مان کر کہا من میں رہو بھول
کیا سووے سکھ نیند میں منزل تیری دور
یہ جگ شپن سرائے جوں سب مسافر آئے
یہ جگ شپنا رین کا بھائی سب بند پروار
راون کنس اور ہر شیچند راج کئے بھرپور

چیت سویرا یا ورے برتھا جیون جائے
ماٹی کو سب کھیل ہے انت دھول کی دھول
مکت آنند اٹھ جاگ رے چلنا تجھے ضرور
پرات ہوت رہ جائیں گے ات وت پنچھی ضرور
مکت آنند ٹک آنکھ کھول چھوٹا سکل بچار
آئے ویسے چلے کال سے بچے نہ ایکی دھول

دنیا سچی کس طرح نہیں ہے ؟ } (جواب) جو چیز ست ہو وہ ہر حالت میں یکساں ہے۔ چونکہ یہ جگت سپن و سشپتی

چولہے پر پکا کر پریم کی آگ میں پکایا جائے پھر ست کے برتن میں رکھکر صبح شام القاقات کے چمچے سے گفتہ سعادت کے ساتھ نوش جان فرما دیں۔ پرہیز ترشی حق فراموشی غصہ کی مرچ۔ روغن اہنکار شیرینی لوبھ وموہ۔ بدصحبتی گرمی کام خواہش نفسانی کا ستانہ خوراک۔ دودھ نیک نیتی۔ کھچڑی۔ احسان مخلوق خدا۔ پاکیزگی وروحانی صحت ⁂

پس اس نسخہ کا استعمال تا صحت عمل میں لاکر خوش باشی وشانتی کے دریا میں غوطہ لگایا کرے۔

قسمت کسکو کہتے ہیں اور تدبیر اور تدارک میں کیا فرق ہے؟ }

(جواب) قسمت تو جنم گذشتہ کا تدارک ہے۔ اور تدبیر جنم حال کا تدارک ہے ورنہ دراصل ان دونوں الفاظ کے ایک ہی معنی ہیں۔ غرضیکہ تدارک وتدبیر کو ایک ہی سمجھنا چاہیئے اور انسان کو چاہیئے کہ تدبیروں میں مصروف رہے۔ وہ تدبیر یہ ہے کہ دنیا کی محبت سے باز رہکر صحبت عارفان وگیانیان اختیار کرکے انکے سخنان پر غور وخوض کرکے عمل پیرا ہو اور من کو قابو میں کرکے اپنا وقت تنہائی میں گذارے اور آتما کا دھیان کرکے نجات ابدی حاصل کرے۔

ابیات

ازر باطِ تن چو بگذشتی دگر معمورہ نیست | زاد راہے برنمیداری ازین منزل چرا
پیش ازان کز بلبل حلقت برآید کم کنی | زاد راہے جمع کن اے بیخبر تا فرصت است
در انتہا کار خود از ابتدا ببین | زان پیشتر کہ خاک شدی زیر پا ببین
چون بپیری شد ز ہوشیاری بدیہہ خیال | صبح چون روشن شود بیدار می گردد چراغ
مو ہائے سفید کی نموداری ہے | دنیا سے بس اب کوچ کی تیاری ہے

غیر حق را امید ہے وہ در حیرم دل چرا | میکشی بیہودہ ہستی خط باطل چرا
تا دہ بوتہ گل ہر آن ز اوقات مہلت | کہ سیما قصر عمر را کنی کابین عیار اینجا
بہ نو بہار جوانی اطاعت حق کن | کہ چوب خشک چو گردید عمر بی گردد
بعصیان گذران تیرہ ایام جوانی را | مکن بسرف زمین شور آب زندگانی را
اگر وطن بمقام رضا توانی کرد | غبار حادثہ را توتیا توانی کرد

رباعی

ہیں صبح اجل کے ستارے یہ بال | ہوشیار ہو کہ یہی وقت ہوشیاری ہے

یہ سنسار یعنی دنیا صاف طور سے نمودار ہے اسکو جھوٹا یعنی متھیا کسطرح باور کیا جاسکتا ہے

(جواب) جو کہ ہر ایک شخص روزمرہ خواب میں ہر ایک شے دیکھتا ہے اور اسوقت بجز خواب بین کے کوئی دوسرا وہاں نہیں ہوتا ہے جس طرح روز روشن میں ان ہر ایک چیزوں سے بلاس کرتا ہے خواب میں بھی اسی طرح محسوس کرتا ہے۔ اور ہوتا ہے۔ صرف اکیلا تن تنہا۔ مگر ایک دنیا پیش نظر ہوتی ہے۔ اسیطرح اگر بہ نظر حقیقت دیکھا جائے تو یہی کیفیت اس سنسار یعنی دنیا کی ہے جسے سچا جگت سمجھ رہے ہیں خواب کے نقشوں کی طرح جھوٹا ہے۔ اور جس گیان یعنی برہم میں نمودار ہو رہا ہے وہ خواب دیکھنے والے کیطرح (۳) یہی وہ شے ہو سکتی ہے جو تینوں زمانوں میں ثابت وقائم رہے۔ یہ دنیا بیداری میں دکھائی دیتی ہے۔ اور سشپتی یعنی خواب غفلت میں دکھائی نہیں دیتی اور خواب میں جو دکھائی دیتی ہے وہ سینما کے تماشہ کی طرح ہوتا ہے چونکہ خواب میں بیداری کی حالت نہیں رہتی

کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ گیان کا امکان ہی نہیں۔ اس واسطے برہم گیانی ایک ایک گیان کے ساتھ مسبام برہم ساکشی کو جانتا ہے یعنے یا نو بھو کرتا ہے کہ میرا شدھ گیان سروپ آتما گیان کے ایک ایک عمل میں ہے کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس میں وہ نہ ہو اور وجہ لاانتہائیت حاصل ہوتا ہو۔ کبیر صاحب کے وچن۔ سادھو جیوت ہی کرو آسا

جیوت بیچے جیوت تو جھے۔ جیوت مکتی نواسا
جیوت کرم کی پھانس نہ کاٹی۔ موئے موکش کی آسا
تن چھوٹت جیو ملن کہت ہے۔ سو سب جھوٹی آسا
ابھوں ملا سو تبھی ملے گا نہیں تو جم پور باسا
کو اور۔ وو ڈھونڈے من لوبھی۔ مٹے نہ گربھ ترا سا
کہیں کبیر سنو بھئی سادھو۔ پربھو سب کی پاسا

جیون مکتی کا سروپ کیا ہے؟

(جواب) جیتے جاگتے آدمی کا کرتا بھوگتا پن۔ اور سکھ دکھ وغیرہ من کے دھرم چونکہ کلیس روپ ہیں اسواسطے یہی بندھ ہے اور اس کا دور ہو جانا ہی جیون مکتی ہے جس وقت آدمی پرم تو یعنے سناتن برہم کو جان لے تو اُسے چاہیئے کہ ڈونڈ اتو رہنے دے اور جنیو کے ساتھ چوٹی کا ترک کرے پھر برہم کو اچھی طرح جان کر ہر چیز کا ترک کرکے پھرے۔ قلب کی گانٹھ آتما کے جیتن یعنے ساکشی ہونے میں ٹوٹ جاتی ہے۔ اور تمام شکوک رفع ہو جاتے ہیں اُسوقت کرم نہیں رہتے ہیں سب سے اونچا پد ایشور کا ہے۔ مگر آتما اُس سے بھی پرے ہے اِس آتما کا جاننا جب ہی ممکن ہے جب یہ شکوک رفع ہو جاویں کہ آتما ساکشی ہے یا نہیں۔ اگر ساکشی ہے تو برہم ہے یا نہیں۔ ہام ہے تو کیا بدیہی یعنی عقل سے جان سکتے ہیں یا نہیں جان سکتے ہیں تو صرف جاننے سے ہی موکش ہو سکتی ہے یا نہیں۔

کرم وہ ہیں جنہوں نے موجودہ جنم دیا ہے اور آئندہ جنموں کے کارن پڑینگے۔ یہ تینوں اودیا کی گانٹھ یعنی شکوک اور کرم آتم درشن سے ناش ہوتے ہیں۔ اپنشدوں اور سریمد بھگوت گیتا میں یہ مضمون بار بار آتا ہے کہ جس برہم گیانی کو اپنے شدھ گیان سروپ آتما میں ہنکار یعنی خودی و محدودیت کا وہم بالکل نہیں ہے اور عقل کی لوث یعنی شک و شبہات نہیں ہیں وہ پاپ پن سے باندھا نہیں جاتا۔ اور کرم اُسے پھل نہیں دیتے۔ یہاں پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب صورت حال یہ ہے کہ جگیاسو کے سنیاس کے پھل تو گیان سے آئندہ جنم نہیں ہونے پاوینگے اور موجودہ جنم کے باقی کرم بھوگ کے بغیر ختم نہیں ہو سکتے تو پھر گیانی کے سنیاس سے حاصل ہی کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گیانی کا سنیاس جیون مکتی کا باعث ہوا کرتا ہے جس طرح جگیاسو کا سنیاس گیان حاصل کرنے کے لئے ہے اسیطرح گیانی کا سنیاس جیون مکتی کے آنند لینے کے لئے ہے۔ ایک نسخہ ہے اگر کوئی اسکا استعمال کرے تو جیون مکتی کا فائدہ اٹھائے۔ برگ پرستی۔ بیخ دیانتداری۔ آوند عاجزی۔ بہیڑہ اتفاق۔ سفوف سادگی۔ جوہر دل عرق پارسائی۔ حیلہ رحم دلی۔ تخم پراپکاری۔ گل شیریں زبانی۔ نمک ملائی۔ موج پریم و محبت۔ ثمر سنگلیش۔ ست صحبت نیک فرمانبرداری بزرگان کی دھارے۔ وہم و دویا کے کانٹے سے تو کر جاندار کی سیوا کا دوہ یاد خدا کی ہانڈی میں عشق الٰہی کے

کہیں سورج ہو کسب کیا تیز جلوہ اپنا دکھلایا ۔۔۔ کہیں ہو چاند چمکا اور کہیں خود بن گیا سایہ
تو ہی باطن میں پنہاں ہو تو ظاہر ہر مکاں پر ہے ۔۔۔ تو منیوں کے منوں میں ہو تو رندوں کی زباں پر ہے
ترا ہی حکم ہے اندر جو برساتا ہے یہ پانی ۔۔۔ ہوا اٹھکیلیاں کرتی ہے تیرے زیر نگرانی
تجلی آتش سوزاں میں تیری ہی ہے نورانی ۔۔۔ پڑا پھرتا ہے مارا مارا ڈر سے مرگ حیوانی
تو ہی باطن میں پنہاں ہو تو ظاہر ہر مکاں پر ہے ۔۔۔ تو منیوں کے منوں میں ہے تو رندوں کی زباں پر ہے
تو ہی آنکھوں میں نور مردمک ہو آپ چمکا ہے ۔۔۔ تو ہی ہو عقل کا جوہر سروں میں سب کے دمکا ہو
تیرے ہی نور کا جلوہ ہر قطرہ میں جو نم کا ہو ۔۔۔ تو رونق ہر چمن کی ہو تو دلبر جام جم کا ہے
تو ہی باطن میں پنہاں ہو تو ظاہر ہر مکاں پر ہے ۔۔۔ تو منیوں کے منوں میں ہو تو رندوں کی زباں پر ہے
کہیں طاؤس زریں بال بنکر رقص کرتا ہے ۔۔۔ دکھا کر ناچ اپنا مورنی پر آپ مرتا ہے
کہیں ہو فاختہ کوکو کی سی آواز کرتا ہے ۔۔۔ کہیں بلبل ہو خود ہی باغباں پھر اس سے ڈرتا ہے
تو ہی باطن میں پنہاں ہو تو ظاہر ہر مکاں پر ہے ۔۔۔ تو منیوں کے منوں میں ہو تو رندوں کی زباں پر ہے
کہیں شاہیں بنا شہپر کہیں شکرا ہے مستانہ ۔۔۔ شکاری آپ بنتا ہے۔ کہیں ہے آب و دانہ
لٹک سے چال چلتا ہو کہیں معشوق جانانہ ۔۔۔ صنم تو برہمن۔ ناقوس تو۔ خود تو ہے بتخانہ
تو ہی باطن میں پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پر ہے ۔۔۔ تو منیوں کے منوں میں ہو تو رندوں کی زباں پر ہے
تو ہی یاقوت میں روشن تو ہی پکھراج اور در میں ۔۔۔ تو ہی لعل بدخشاں میں تو ہی ہو خود سمندر میں
تو ہی کہسار ہو دریا میں۔ تو دیوار میں در میں ۔۔۔ تو ہی صحرا میں آبادی میں تیرا نور نیر میں
تو ہی باطن میں پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پر ہے ۔۔۔ تو منیوں کے منوں میں ہو تو رندوں کی زباں پر ہے

برہم کے انوبھو ہونیکا کیا طریق ہے؟

لذائذ دنیوی اور ہوا و ہوس سے منہ موڑ ہر چیز کو اس نظر سے دیکھے کہ میرا اپنے آتما کا اسیطرح سروپ ہے جس طرح خواب کی ہر ایک صورت خواب بیں کی ذات محض ہے جب سب میں آپ کو اور اپنے آپ میں سب چیز نظر آنے لگیں اسوقت اپنے آپکو لا فانی انوبھو کرینگے۔ اور یہ حالت زندگی میں ہی ہم پہنچانی چاہیئے۔

(۳) تمام چیزیں نام اور صورت کے مجموعے خواب کے نقشوں کی طرح جھوٹے ہیں۔ انکا انوبھو جب ہوگا گیان میں ہوگا۔ گیان برہم کا سروپ ہے پس جس جس شے کا گیان ہوتا ہے اس ایک ایک گیان کے پس پشت چیتن یعنی شدھ ساکشی

برہمن سب برہم ہیں۔ خویش و اقارب ہیں تو برہم۔ حاکم و محکوم ہیں تو برہم۔ محبت کرنے والے عداوت رکھنے والے ہیں
تو برہم۔ اُسکے قلم و تلوار ہیں تو برہم۔ باغ و گلزار برہم۔ اُسکے لئے تو برہم ہی فقیر کی گدڑی ہے سارا گھربار جائداد برہم ہے

اپنی تو سحر ہے یہی اور شام یہی ہے

فقیرِ لاپرواہ گدائے شاہنشاہ اپنے تجربہ سے تصدیق کرتا ہے کہ ایک ہی ذاتِ مطلق ہر رنگ میں نمودار ہو رہی ہے۔
وہی سورج بنکر چمکتا ہے۔ وہی بحرِ ظلمات میں اُچھلتا ہے۔ گل میں۔ خار میں۔ آب میں۔ غار میں۔ شہر میں صحرا میں۔ ہر
مکان و ہر زمان میں ایک ہی ذاتِ مطلق بلا تقسیم جلوہ کناں ہے۔ اس ایک ہی اندجالی (داری) کی ٹپلا (دیکھئے)
میں سے ہر شئے برآمد ہو رہی ہے۔

تشریح اپنشد۔ ازاج سپران۔ آنکھ۔ من۔ بانی۔ سب برہم ہیں۔

شرح۔ برہم دیکھتا ہے۔ برہم ہی سنتا ہے۔ برہم ہی سونگھتا ہے۔ چھوتا ہے تو برہم۔ سوچتا ہے تو برہم۔ سمجھتا ہے تو برہم غرضکہ
جو کچھ دید و شنید و فہمید و قیاس میں آتا ہے سب برہم ہی برہم ہے۔

نہ آسمان و نہ مہ آفتاب و خلد بریں	نہ انجم و نہ ملائک نہ کس عیاں نہ نہاں
نہ دوزخ و نہ بہشت و نہ ملک نے مملوک	وے یکے ست کہ در جملہ ظاہر است نہاں
وہ کون اوست ولے بو العجب کمال ہست ایں	نہ عقل داند نے وہم نے خرد نہ بیاں
چگونہ عقل بر و سے کمال حسرت اوست	نہ ظاہر است نہ باطن نہ آشکار و نہاں

چشم بینا ہر کہ دارد در جہاں	از پس ہر ذرہ حق جلوہ عیاں	ہر کہ او در صورت ہر خیر و شر	دوست بینا او بود صاحب خبر
شد جہاں آئینہ رخسار دوست	ہر دو عالم در حقیقت عکس اوست	محو کن از لوح ہستی نقش غیر	تا بہ بینی ہست کعبہ عین دیر

نظم

آپ ہی کو دیکھنے کو۔ آپ ہی ترگن بھیو	ست برج تم ہوئے۔ جگت کو پساریو ہے
کوؤ اونچ۔ کوؤ نیچ۔ کوؤ راؤ۔ کوؤ رنک	کہوں داس۔ کہوں ٹھاکر۔ آپ ہو پدھاریو ہے
پن پاپ بجاؤ کر۔ کرم کو بھاگ بھیو	کرم اوپاسن۔ کہوں گیان ہو دچاریو ہے
تین گن آپ بھیو۔ تینوں سے وتر یک	مکت آنند آپ مانہ۔ آپ ملیتا نہ نیارو ہے

تصور بندھ گیا تیرے قد و قامت کا دل میں جب	تری تصویر ہی آنکھوں میں مردم بن کے پھرتی ہے
خدا جانے یہ کیا نشہ چڑھا آنکھوں میں میری ہے	جدھر دیکھوں اُدھر پیارے تری تصویر پھرتی ہے
کہیں کیواں ستارہ ہو کے اپنا نور چمکایا	زحل میں جا کہیں چمکا کہیں مریخ میں آیا

عاجز ہے البتہ ایک مثال سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ایک فقیر کی گدڑی چوری ہوگئی۔ چورائی کس نے کانسٹبل نے بطور تمسخر کے دیا (بطورِ امتحان) فقیر پولیس اسٹیشن کے قریب ہی رہتا تھا۔ موج میں آکر تھانہ میں رپورٹ لکھوانے گیا۔ اور پکار کر کہنے لگا کہ میں لُٹ گیا۔ میرا کل مال چوری گیا۔

مال مسروقہ کی رپورٹ

داروغہ۔ تمہارا کیا مال چوری گیا؟
فقیر۔ سب کچھ۔ ایک تو رضائی گم ہوگئی ہے
داروغہ۔ اور کچھ ؟
فقیر۔ بچھونا۔
داروغہ۔ اور کیا؟
فقیر۔ چادر۔

داروغہ۔ اور کچھ ؟
فقیر۔ کوٹ اور انگرکھا۔
داروغہ۔ اور کیا ؟
فقیر۔ تکیہ۔
داروغہ۔ اور کچھ ؟
فقیر۔ آسن۔

داروغہ۔ اور کیا ؟
فقیر۔ ہاں چھتری بھی جاتی رہی ہے
تھانیدار۔ بس اتنا ہی اور تو نہیں ؟
فقیر۔ تہبند (دھوتی) بھی چوری گئی ہے
تھانیدار۔ خوب یاد کرے۔
فقیر۔ اور۔ اور

وہ کانسٹبل بھی جس نے چوری کی تھی پاس ہی کھڑا تھا۔ جبکہ مال مسروقہ کی اتنی لمبی فہرست سُنی تو وہ بے اختیار ہنس پڑا۔ اور فقیر کو تحکمانہ لہجہ میں بولا۔ اور۔ اور۔ بولے جاتا ہے۔ تیرا مال مسروقہ بس بھی ہوگا کہ نہیں۔ تیری جھونپڑی ہے کہ سوداگر کی دوکان۔ اتنا اسباب آ کہاں سے گیا ؟ یہ کہکر کانسٹبل فقیر کی گدڑی اُٹھا لایا۔ اور داروغہ کیطرف مخاطب ہوکر۔ حضور بس اتنا تو اس کا مال مسروقہ ہے۔ اور اس نے اسقدر لمبی رپورٹ جھوٹی تحریر کرائی

تھانیدار۔ کیا یہ گدڑی تیری ہے ؟

فقیر۔ ہاں میری ہے۔ اتنا کہکر جھٹ پٹ گدڑی کندھے پر ڈال۔ تھانہ سے باہر دوڑ چلا۔ تھانیدار نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس فقیر کو گرفتار کرلو۔ جانے نہ دو۔ اور فقیر کو دھمکا کر کہا کہ تیرا چالان ہوگا۔ جھوٹی رپورٹ کیوں لکھوائی۔ کیا ہم کو دھوکا نہیں دیا۔ فقیر جو جسم و جان کی فکر و بند کفر و ایمان سے بالکل آزاد تھا۔ گرفتاری یم و رجا تھانیدار کی دھمکی کو کیا سمجھتا تھا۔ ہنسکر جواب دیا کہ ہم جھوٹ بولنے والے نہیں ہیں۔

اور جھٹ پٹ اُس گدڑی کو اوپر اوڑھ کر بتایا۔ کہ یہ دیکھو میری رضائی۔

اِسی گدڑی کو نیچے بچھا کر بتایا۔ یہ دیکھو میرا بچھونا۔

اسی گدڑی کو دھوپ میں سر پر رکھکر کہا۔ یہ دیکھو میری چھتری۔

اِسی گدڑی کو تہ کرکے زمین پر ڈالا۔ اور اوپر بیٹھکر کہا یہ دیکھو میرا آسن وغیرہ وغیرہ۔

وہ شخص جس نے پشت پناہ و تکیہ گاہِ عالم (برہم) خدا کو جانا ہے اس کا تو سب ہی کچھ برہم ہی برہم ہوگیا۔ ما۔ باپ۔ بھائی۔

جو شخص نہ گیانی ہے نہ اگیانی بلکہ خود غرض اور نفس پرست ہے اسکا کیا حال ہوگا

(جواب) ایسے لوگ آتم ہتیارے ہوتے ہیں یعنی اپنی آتما کو مار ڈالنے والے یا یوں سمجھو کہ اپنے آپ کو پہچانتے نہیں ہیں کہ میں شدھ بدھ گیان سروپ ہوں اسلئے ایسے لوگ آتم ہتیارے ہمیشہ نرک میں جو سخت اندھیرے کے لوک ہیں انمیں رہینگے اور بھوگوں میں پھنسانیوالے ہونیکی وجہ سے ہمیشہ شانتی سے دور رہیگا۔ اور دکھ اٹھاتے رہینگے +

نظم

بشر کیا سرکشی کرتا ہے تھوڑی زندگانی پر | غرور اسکو مٹا دیتا ہے قصر آسمانی پر +

گماں عمر ابد کا کرتا ہے دنیائے فانی پر | نہیں یہ جانتا میں بلبلا ہوں یک پانی

دیگر

قضا کی موج سے جو ایکدم پامال ہوتا ہے | لب ساحل سے ٹکرا کر پریشاں حال آتا ہے

دیگر

نہ باپ بیٹے نہ دوست دشمن نہ عاشق اور نہ صنم کسی کے | عجب طرح کی ہوئی فراغت نہ کوئی ہمارا نہ ہم کسی کے

مثنوی

جہاں کانٹوں کا جنگل ہے عزیزا | سنبھل کر پاؤں دھرنا اپنا یہاں جا

رکھو نیکی سے دائم آشنائی | کہ بد صحبت سے ہوتی ہے تباہی

اگر صحبت کا ہو دنیا میں ہرجا | رہو نیکوں میں بیٹھو ورنہ تنہا

بجِد جہد نفس اپنا سنوارو | انانیت کو سب دل سے نکالو

تعلق سے رہو آزاد گھر میں | ہے مرغابی جوں دریائے تر میں

قناعت راستی و ترک و تجرید | حقیقی ذکر کہہ تو دل میں جاوید

حقیقت داں کی باتوں پہ یقیں ہو | شبانہ روز تو سبح فکر حق کر

ہمیشہ کتب حق کو تو پڑھا کر | منور ہوگی تیری اسنے خاطر

ہمیشہ چشمۂ دل میں غسل کر | بجھا دلکی تپش کو اے برادر

مناجات خدا کا ورد کر تو | صفائی دل کا پا دیگا ثمر تو

دیگر

ہمیشہ رکھ زباں پر اسم اعظم | طبیعت تا کہ ہو جائے تیری محکم

تماشا خواب کا دنیا کو سمجھو | کبھی پا دام الفت میں نہ الجھو

یہ تن ہے فانی و بے علم و ناپاک | تری روح حسین علم و باقی و پاک

ہٹائے تن سے فانی تن کی الفت | لگا جانان باقی سے محبت

انانیت تکبر سے رہو دور | ہوا و حرص سے ہو دور انا ہو

تمنا نیک ہونے کی صدا ہو | اسی کوشش میں دل تیرا لگا ہو

اگر ہو آتم تیرا اسکی عمل ہو | تو پھر دنیا کے غم سے کیا خلل ہو +

گیتا ادھیائے دوم منتر ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ میں سری بھگوان فرماتے ہیں۔

نظم

طالبان عیش جنت۔ عقل سے نا آشنا | یوں بتاتے ہیں خلاصہ وید کے اسرار کا

عشرت و تن پروری ہے زندگانی کا حصول | اس سے اعلیٰ ساری دنیا میں نہیں کوئی اصول

سرائے مدرسہ و علم بحث۔ طاق و رواق | چہ سود چوں دل دانا و چشم بینا نیست

سرائے قاضی یزد ار چہ منبع کرم است | خلاف نیست کہ علم نظر در انجا نیست

ادویت بادی کی کیا تعریف ہے؟

(جواب) ادویت بادی کی تعریف میں زبان گنگ اور قلم

محسوس ہو تو سب کو چھوڑ دو ترک کر دو اور اپنی آتما کو بچاؤ۔ اس سے ظاہر ہے کہ آتما سب سے زیادہ عزیز و پیارا ہے۔ پس آتما کو سب سے زیادہ پیارا مان کر اسکی اُپاسنا کرنی چاہیئے اور وہ اپنا آپ ہی ہے۔ شرتی بھوانی اسکے دو پھل یہی بتاتی ہے کہ جو شخص سوائے آتما کے اور کسیکو پیارا بتاتا ہے اگر اسکو شراپ دیوے تو اُسکی پیاری چیزیں نہیں رہتیں سو دوسرے اُسکے پیارے یعنی ماں باپ۔ بھائی بہن وغیرہ وغیرہ پوری عمر نہیں پاتے بیچ میں ہی مر جاتے ہیں۔

اصلی مسکن کون ہے جہاں ہمیشہ رہتے ہیں اور کسطرح ملتا ہے؟

اصلی مسکن وہ ہے کہ جہاں نہ دن ہے نہ رات نہ سردی ہے نہ گرمی۔ نہ مذہب ہے نہ ملت۔ نہ بندہ ہے نہ خدا۔ نہ استاد نہ شاگرد۔ نہ باپ ہے نہ بیٹا۔ نہ گیان ہے نہ اگیان۔ نہ کچھ اختلاف ہے نہ یکسانی۔ نہ دنیا ہے نہ آخرت۔ نہ میں نہ تو۔ غرضکہ وہ مکان دائم و قائم ہے وہاں چون و چرا کی گنجایش نہیں ہے۔ اسکو صرف۔ محض محض کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ اور ہم سب لوگ اُسی جگہ کے متوطن ہیں۔

اِسکی حصول کیواسطے طالب ارادتمند و عقیدتمند دنیا سے دل برداشتہ ہو کر عارف کامل کی خدمت میں جاتا ہے اور اسکی ہدایت سے راہِ راست پا کر مسکن مذکورہ بالا کی طرف طبیعت لگاتا ہے۔ اُسوقت عارف کامل اپنے ہمراہ دنیائے ناپائدار سے نکالکر لاہوت کے درجہ پر پہنچاتا ہے۔ جہاں بالتسکین و تمکین ہمیشہ سرورِ ابدی کا لطف حاصل کرتا ہے۔

دکٹھہ اُپنشد ولی ۵ منتر ۱۵) نہ وہاں سورج چمکتا ہے نہ چاند تارے نہ بجلی بھلا آگ کا تو کیا کہنا ہے۔ اِس درخشاں و درخشاں کے سہارے ہی سب چیزیں درخشاں و درخشاں ہیں۔ اِسکی ہی چمک سے یہ سب چمکتے ہیں۔

بھجن راب موہنے دودیت پد بہاسے

نا کچھ مایا نا سنسار اکل ج کارن سون ہے نیارا — سیتل ہردا ہوا ہمارا سکل دوئیت بھرم نسے
چندر بھان درسے نہیں تارا جیت جوت روپ ہو اُجیارا — چیتن آنند روپ اُپارا۔ برہم پرکاش پرکاسے
درشتا درشن درشیہ بہانا آپ ہی ایک ہو روپ جلانا — کوٹن بھانت جتن یہ جانا سگرو سپن تماسے
جیو برہم میں بھید نہ راکھو برہم پونیت ای رس جاکھو — سروتھو رکت آنند یا نکوست گورو رام کرپاسے

نظم

زخلوت چون لعبراز و علم را — منور ساختہ لوح و قلم را
جہان جسم و جان مرات ذو اتش — چہ باشد جسم جان عکس صفاتش
زباطن ظاہرش چون سرکشیدہ — لباس ظاہری در برکشیدہ
دو عالم چیست عکس نور رویش — زعکس او پدیدایں ہائے مویش

صفات از ذات و ذات از وصف ظاہر — بجز دانش نہ دانش نیست ماہر
زباطن ظاہرش چون گل شگفتہ — درسے پیدا بہ پیدا ئے نہفتہ
من ج لہا منود از بود او شد — دو عالم را وجود از جود او شد
ہمہ حق ہست و حق از حق ہویدا — بجز حق ذرہ خود نیست پیدا

چیتن اور اودیا دونوں کو ایک جاننا اودیا گرنتھی ہے ا نتہ کرن اور چیتن کو ایک جاننا ہردے گرنتھی ہے۔ اور یہ جاننا کہ میں برہم ہوں اسی طرح کئی طرح کے شک اور کرم اور ایسی سمجھ کہ میری خواہش پوری ہوئی۔ اور پیدایش و موت سب بندھن ہیں۔ گیان سے ان سب بندھنوں کا ناش ہو جاتا ہے۔

(۱) یہاں جو اس جسم میں استھت آتما کو جانتا ہے اسکی اودیا گرنتھی نہیں رہتی۔

(۲) جسکو نرگن سرگن برہم کا گیان ہے اس کا نہ کوئی کرم رہتا ہے اور نہ شبہ اور نہ اودیا کی گانٹھ۔

(۳) برہم ست ہے۔ گیان گھن ہے۔ اننت روپ ہے۔

(۴) جسم میں استھت برہم کو جاننے والے کی ایک ہی وقت میں سب خواہشیں پوری ہو جاتی ہیں۔

(۵) آتما کو جان کر موت کا ڈر نہیں رہتا۔

(۶) جو من سے رہت سدا پوتر رہتا ہے۔ وہ اس پد کو پہنچ جاتا ہے جہاں پھر جنم نہیں۔

(۷) جو یہ جانتا ہے کہ میں برہم ہوں وہ سرب روپ ہو جاتا ہے۔ برہم کا جاننے والا برہم ہی ہے

عزیز کون ہے جو ہمیشہ ساتھ نبھاتا ہے (جواب) اپنا آپ۔ عزیز وہ ہے جو اپنے ساتھ اسقدر ملحق ہے جیسے دودھ میں پانی یا شہد میں خوشبو بلکہ اس سے بھی تجاوز کرکے یوں سمجھنا چاہئے کہ جیسے دھوپ و سایہ۔ نہ کہ ماں۔ باپ۔ بھائی بہن و لڑکا و جورو۔ جسقدر زیادہ قریب تر جو شے ہوگی وہی عزیز ہوگی۔ مثلاً ولایت جو اپنے ملک ہندوستان سے دور ہے عزیز نہیں ہے۔ ہندوستان ہی ہمکو جہاں ہم رہتے سہتے ہیں عزیز ہے۔ ہندوستان میں اپنا صوبہ جس میں خاصکر سکونت ہے بمقابلہ ہندوستان کے عزیز ہے اور بمقابلہ صوبہ کے اپنا ضلع عزیز ہے اور ضلع میں اپنا شہر اور شہر میں اپنا محلہ۔ اور محلہ میں اپنا قبیلہ جس میں ہر وقت رہتے اور کام کرتے ہیں۔ عزیز ہے۔ اور اپنے کنبہ میں خاص اپنے لڑکے بالے مگر ان سے بھی پیارا جسم ہے۔ اور جسم سے بھی پیاری اندریاں ہیں جو کہ بہت ہی قریب ہیں۔ مگر اندریوں سے پیاری کوئی چیز ہے جو کہ اس سے زیادہ قریب تر ہے وہ اپنا آتما ہے۔ کیونکہ اگر ہاتھ پاؤں میں یا کہ کسی دیگر اندریں میں تکلیف ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اسکو کاٹ دو علیحدہ کرو میں زندہ رہوں۔ پس یہ "میں" جو اپنا آپ ہے عزیز ہے مثل مشہور ہے کہ ایک شخص سیر کو گیا واپس مکان پر آیا تو اپنا جوتہ دوشالہ پڑا ہوا تھا اُس سے صاف کیا۔ یہ کیوں اسقدر قیمتی دوشالہ سے جوتا کیوں صاف کیا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ دوشالہ باپ کا تھا۔ اپنا نہ تھا۔ پس اس سے صاف ثابت ہے اپنی چیز ہی عزیز ہوتی ہے۔

عاقلوں کا قول ہے کہ ایک کی بہتری کے خیال سے گاؤں کو چھوڑ دو۔ گاؤں کی بہتری کے خیال سے شہر کو شہر دو شہر کی بہتری کے خیال سے ملک کو چھوڑ دو۔ لیکن اگر اپنے آتما کی بہتری کے لئے گاؤں۔ شہر ملک اور دنیا کے چھوڑنے کی ضرورت

ہے کیونکہ وہ ایشور جو پس آتما کی اپاسنا پیار امان کر کرنی چاہیئے جو شخص آتما کو پیارا مان کر اپاسنا کرتا ہو تو اُسکے پیارے کبھی فنا عمر نہیں ہوا کرتے۔ وید میں خبر دیتا ہے۔ آتما غیر فانی ہے شدھ گیان سروپ ہے۔ غیر محدود دیا پک ہوتا ہے چدم آنند سروپ کہلاتا ہے

گیتا ادھیائے ۹۔ منتر ۱۸

مصدر عالم مقدس اسم اعظم اونکار | منزل مقصود ما کا ساکشی ہے و پروردگار
میں ہی ملجا اور ماوٰا اور مربی خلق کا | تخم لافانی کی صورت موجب خلق و فنا

ایکہ شاہد دیار یکتائی | جلوہ گر گشت در من و مائی | روز وحدت بکثرت آوردی | ای تو پنہان زلبس ہویدائی
غیر تو نیست تا ترا بیند | در حقیقت ترا تو بینائی | ہمہ سوئی چرا ہمہ سوئی | ہمہ جائی چرا ہمہ جائی
چوں بصحرا شدی زخلوت شہر | علمی شہر نشست صحرائی | دیدہ و نور دیدہ جملہ توئی | اد کہ بر قعہ زرشتہ بکشائی
در حجاب از کہ ماندہ ہر گاہ | خود تماشا و خود تماشائی

آتما کو کسطرح جان سکتے ہیں ؟

} آتما چونکہ شدھ گیان سروپ انوبھو روپ ہے اس واسطے آتما کو نہیں جان سکتے جس طرح کہ میز کرسی نہیں۔ صرف اسی طرح جان سکتے ہیں کہ (میں ہی آتما ہوں) اور اُسکو زبان سے بیان کرنا ناممکن ہے جس طرح کہ شکر میٹھی ہے۔ مصری میٹھی ہے۔ شہد میٹھا ہے۔ مگر اُنکے ذائقے آدمی انوبھو ہی کر سکتا ہے جس شخص نے اس کا انوبھو نہیں کیا اُسکو الفاظ کی مدد سے کون بتا سکتا ہے۔

گیان جلد حاصل ہونیکا طریق بتلایئے ؟

} (جواب) گیتا میں سری کرشن مہاراج ادھیائے ۴ منتر ۳۹ میں اس طرح فرماتے ہیں۔

طالب روشن ضمیر و صادق و پرہیزگار | علم کی تحصیل سے فی الفور پاتا ہے قرار

جو شخص ویدانت شاستر اور گورو کے وچنوں پر شردھا اور یقین رکھتا ہے اور اُسپر عمل کرتا ہے اور اندریاں جیت ہی ہو ان باتوں کے عمل سے جلد گیان ہوتا ہے۔ اس طریقہ سے گیان پا کر جس طرح چراغ سے اندھیرا دور ہو جاتا ہے اسی طرح جلد شانتی پا لیتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی ہے۔ شک و شبہہ دل میں نہ لائے کیونکہ اگیانی جسکو نہ شاستر کی خبر ہے اور نہ آتما کی اور نہ شاستر اور گورو پر اعتقاد ہے اور ہر کام میں یہ شک رکھتا ہو کہ یہ ٹھیک ہے یا نہیں۔ اسلئے یہ تینوں باتیں ناش کرنیوالی ہیں۔ اور جو صرف شکی ہے اُسکو یہاں اور وہاں دونوں جگہ آرام نہیں ہے سبب بے اعتقادی کو گو دنیا میں آرام معلوم ہوتا ہے مگر پرلوک میں بالکل آرام نہیں ہے۔ گیتا ادھیائے ۴۔ منتر ۴

جہل اور بے اعتقادی کا نتیجہ ہے فنا | راحت و آرام کو کھو دیتا ہے بندہ وہم کا

تجھ سے ہوا تو ہی ہو نسخ دنیا کا تو ہی ہے
تو ہی ہے جو دیکھا نہ پھیر دیا لیکھا
ہر جا ہی تو ہی ہو تو ہی روشنی اندھیر
تو ہی ہو تو ہی تو ہی جو دیکھو تو ہی ہو
تو ہی تیاد نیک اچھا تو ہی راست آچکا

تو ہی کسوٹی کہری ہی تو ہی کان ہو
تو ہی ہو آنکھ کی تپلی تو ہی تپلی کا ما را ہے
تو ہی ہو ابر و باران تو ہی نم اٹھارا ہے
کرو دیدار جو پورا سادہ پر مدار ہے
تو ہی اطلاق میں پاکر وہ خس ہی گرانا ہے

تو ہی گندم چنا جو دان تو ہی ہے پار چھنا
تو ہی پھونا طے دار تو ہی دشمن تو ہی
تو ہی پو تھی ہے تو ہے بچے تو ہی کا تو ہی
تو ہی روتا ہو تو ہی آگ تو ہی دھواں
قسم اپنی تو ہی تو ہو قسم میری تو ہی تو ہے

تو ہی ہے نفع اور تو خسارا ہے
تو ہی جانی تو ہی بنیا تو ہی بچا
تو ہی لال معنی ہو ساز گی دستار ہے
تندل و تخیل تو تو ہی گرد و غبار ہے
کرو دیدار ہر دم تو شبد سانچا ہمارا ہے

تو ہی ہیں ہوں میں ہر تو ہی ہی سب حق اور ہوا ہے
تک آنند سوامی کا اب تو شکم پرورد کار ہے

نظم

نمایاں ہر سمت میں یار کا جلوہ صفاتی ہے
صفاتی کو اتحاد دیکھو یہی اسرار ذاتی ہے

وصالِ یار گر چاہو تو پوچھو واصلوں سے جا
کہ حکمت یار کے ملنے کی انکو خوب آتی ہے

دوئی کو دور کر دیکھو تو ہر جا یار ہے پیدا
صفاتی میں عیاں ذاتی ہو ذاتی میں صفاتی ہے

تماشا گاہ عالم میں ہر ایک انسان یکتا ہے
طلسما باد کثرت میں یہی وحدت دکھاتی ہے

نہ مانو آپ کو بندہ کہ بندہ محض گندہ ہے
خدا کو ذات اپنی کے سوا نہیں اور بھاتی ہے

نقابِ ہستی موہوم کو دل سے اٹھا دیکھو
کہ سر سے پا تک اک ذاتِ خدا ہی جگمگاتی ہے

کہاں آتا کہاں جاتا تعین کو بھلا دیں جب
اس معرفت میں قید تعین ہکولاتی ہے

خدائی میں جدائی کا نشاں ملتا نہیں ہرگز
جدائی صرف غیریت میں ہو کر پائی جاتی ہے

آتما کیا چیز ہے؟

دنیا اور اشیائے دنیا کا ہمیں گیان ہوتا ہے گویا نظارہ دنیا ہمارے گیان میں ہے اور گیان میں جو صورت ظاہر ہوگی وہ نقشہ خواب کی طرح ہو نمودی یعنی جھوٹی ہوگی سو ہیں یہ ہے کہ جگت جھوٹا ہے اس واسطے گیان میں نمودار ہے یعنی علم میں معلوم ہوتا ہے جس طرح خواب کی صورتیں علم میں نمودار ہوا کرتی ہیں اس سے نتیجہ نکلا کہ معمولی اشیاء دنیا ہی جھوٹی نہیں ہیں بلکہ پران - اندریہ اور من سب خواب کے نقشہ ہیں جو گیان میں نمودار ہیں یہ گیان ان سب کے تماشے دیکھنے والا شاکشی ہے نہ کہ من و اندریہ گیان حاصل کرتی ہیں سب کے پس پشت ایک بسیط و محیط گیان ہے اسی کا نام آتما ہے۔ شرتی آتما کی اپاسنا بتاتی ہے۔ مگر اپاسنا اس چیز کی کی جاتی ہے جو سب سے پیاری ہو اور اسواسطے پرمانند روپ ہو۔ اسواسطے اب آتما کو پرم پیارا اور پرم آنند روپ ہونا بتایا جاتا ہے دیکھو برہدارنیک اپنشد برہمن منتر ۸ - سو یہ آتما بیٹے سے زیادہ پیارا ہے۔ دوست سے زیادہ پیارا ہے۔ اور سب سے زیادہ پیارا ہے۔ کیونکہ اندرونی اندرونی شے ہے آتما کو پیارا ماننے والا اس شخص سے جو آتما کے علاوہ کسی اور چیز کو پیارا بتاتا ہے۔ اگر یہ کہے کہ تیرا پیارا مر جائیگا تو ایسا ہی ہو جاتا

عظمت مرشد ہے بے حد و حساب
خانۂ کعبہ ہے دل بس پیر کا
رہبر نوری کا راہِ عرفاں میں ہے شد
بات کا میری ہے مطلب صاف صاف
حاجت مرشد نہیں ہے بے سبب
پیری کر ہو گئی تجھ پر نگاہ
پا سکا ہے مکت تو اپنی مراد

بے دلیل بے مثال لاجواب
مظہر ذات و صفاتِ کبریا
راہ کب طے ہو سکے بے راہبر
کچھ تعلی ہے نہ یاں لاف و گزاف
آ سمجھ گر نے سمجھے توفیق رب
پھر تو کیا کہتا ہے تیرا وہ ولا
ہے اسی میں بہتری کہہ دو الکو ثنا

دیگر

ذرہ شد پردہ پوش کردست آفتاب
سجدہ ہست اندر دل اولیا
پیر را بگزیں کہ بے پیر این سفر
طی پیر اندیشہ چوں کوہ قاف
مرد حجی ہمرہ حاجی طلب
اولیا را ہست قدرت از الٰہ

فہم کن واللہ اعلم بالصواب
یک نگاہ وحید ہست آنجا خدا
ہست بس راہ آفت و خوف و خطر
ہیچ ادویہ تو و بس عالی طرف
خواہ ہندی خواہ ترکی خواہ عرب
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

جو کچھ نظر آ رہا ہے سو کیا ہے؟

(جواب) جو کچھ نظر آ رہا ہے آتما ہی آتما ہے۔ آتما تمام اپنے آپ کا ہے سب اپنا ہی نظارہ ہے۔ سب کا پیارا ہے۔ سب کی جان ہے فرش سے عرش تک عین ذاتِ حق ہے۔ اور کچھ نہ تھا اور نہ ہے اور نہ ہوگا۔ گو بصورت مختلف جلوہ نما ہے۔ مگر اسکی وحدت میں سر مو فرق نہیں۔ جسکی تائید میں عدالتوں میں انگوٹھے کی چھاپ لیجاتی ہے کیسی مستند ہے کہ ایک انگوٹھے کے نشانات دوسرے سے نہیں ملتے۔ یہ وحدانیت ہے۔ جاہل اسکو دنیا کہتے ہیں مگر عارف کی نگاہ میں یہ ظہور جلوۂ خدا ہے گو شے واحد ہے مگر نام و صورت کے تفاوت ہوکر بھی اصلیت میں فرق پیدا نہیں کر سکتا۔ دیدار دنیا دیدار خدا ہے۔ بغیر دیدار دنیا خدا کا دیدار ناممکن ہے۔ بلکہ خدا کو ظاہر کرنیوالا انسان ہی ہے (دیکھو نظم جو آگے تحریر ہے)

عارف معرفت کے طفیل سے کل کو ذاتِ حق یقین کرکے دائماً دیدار کا لطف اڑاتا ہے۔ اگیانی (جاہل) کل کو ذاتِ حق سے جدا مان کر ہمیشہ تکلیف اٹھاتا ہے۔ پھر بھی ہاتھ خالی اندھوں کی مانند ٹھوکریں پر ٹھوکریں کھاتا ہے۔ اسی واسطے بنظر حقیقت عارف کو بینا اور اگیانی کو نابینا کہا ہے بقول لیکہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ جیسی سشپتی او ستھا یعنے (خواب گراں) میں شاہ و گدا عارف و اگیانی برابر ہیں۔ اور انجام بھی دونوں کا ایک ہے۔ مگر درمیان میں طاقت خیال و نطق نے واحد میں کثیر کا وہم پیدا کر رکھا ہے۔ اسکو دور کرکے آغاز و انجام کی طرح یکسانی سے وقت گذارنا چاہیئے ؎ ہرچہ آید در نظر از خیر و شر ٭ جملہ ذاتِ حق بود اے بیخبر ٭

بقول مہاتما پلٹو داس

چھار کھان میں لکھ چوراسی۔ اور نہ کوئی دوجا
آپ ہی داتا آپ ہی منگتا۔ آپ ہی جوگی بھوگی
آپ کارج۔ آپے کارن۔ بشو روپ درسایا
آنکھوں میں جوت اسی کی من میں اسی کی مایا

دیگر

آپ ہی ٹھاکر آپ ہی سیوک۔ کرت آپنی پوجا
آپ ہی بشو آپ ہی بشی آپ وید آپ روگی
پلٹو داس درشٹ جب آئے سنت کریں جب دیا
سب تو آپ ہیں اسی کے جس کا ہے جگ رچایا

اسواسطے گویائی میں نہیں آسکتا۔ اس میں سنکلپ بکلپ نہیں ہیں۔ اِس سبب سے من کی رسائی سے باہر ہے اسلئے
آتم گیان کے بغیر ہر شخص مطمئن نہیں ہو سکتا۔ جب طالب حق عارف کامل کی سرن میں جائیگا اور انکے سخنان کو راست مان کر
ارادت صادق وعقیدت صادق سے گا علم الیقین۔ حق الیقین وعین الیقین کے درجہ پر پہنچے گا تو وہ بھی ساکن ومطمئن
ہو جائیگا۔ گرو برہما۔ گرو وشنو۔ گرو دیو مہیشرم۔ گرو ساکشات پرم برہم تسمی سری گرو بے نمہ موج کرے گرو دیو دیا کرے
شبد سنائے کھو بھر تیرے ہو جون رب کے پھر گئے ست جات سوں۔ دوہ کیو بھرم بہاں اندھیرو۔ برہدارنیاک اپنشد ادھیائے ۴
برہمن ۴ منتر ۲۵ تحقیقاً یہ ذات عظیم بے پیدایش آتما اجر امر امرت ابھے برہم ہے۔ تحقیقاً ابھے برہم ہے جو ایسا جانتا ہے وہ برہم ہی
یعنے اپنے آپ کو آدمی برہم محسوس کرتا ہے تو اچھے یا بُرے کرموں سے اپنے آپ میں کچھ کمی و بیشی نہیں دیکھتا یعنی
سکھ دکھ نہیں اٹھاتا۔ اِس مقام پر پہنچنا چاہیئے۔ آدمی پہنچ جاتا ہے تو پھر کرم اُسے ملوث نہیں کر سکا کرتے۔ یہ جیون مکتی
کی حالت ہے۔ اسکے مرید ساد ہن سم یعنی من کا شانت رکھنا۔ دم یعنے اندریوں کا دمن یا ضبط کرنا اُپ رتی یعنے پشوں سے
سیری۔ تتکشا یعنے سکھ دکھ کا سہ لینا اور ان سے نہ گھبرانا اور سمادھی یعنی سب طرف سے چت ہٹا کر ایک برہم میں لگائے
رکھنا ہیں۔ یہ کوشش کر کے برہم پہنچے چاہئیں۔ برہم پہنچ گئے تو آدمی آتما سے یعنے بدھی سے آتما کو یعنے اپنے آپ کو محسوس
کریگا کہ میں برہم خاکی نہیں ہوں۔ بلکہ شدھ۔ بدھ۔ مکت آتما ہوں۔ اور اپنے آپ ہی کو نہیں بلکہ سب کو آتم روپ دیکھے گا یعنی
جو کچھ ہے سب میں ہی ہوں۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پاپ اُسپر قادر نہیں ہو سکے گا اور پچھتاوے سے اُسے نہیں جلا سکے گا۔ اُلٹا
وہ خود پاپ پر قادر ہو کر اُسے جلا ڈالیگا۔ کیا وجہ کہ مایا کے کار یہ آپ اُسکی نظر میں ہیں نہیں۔ سروآتم بھاؤ کو پہنچ گیا ہے اور دوئی
تمام بکمال اُڑ گئی ہے پس وہ بے پاپ و بے میل ہے۔ اور دل میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں رہا ہے۔

گر ایں ردائے عنصری از تیغ عرفانی بری
شمشیر عرفاں صاف کن۔ قطع ہمہ وصاف کن
از خود گزر در خود نگر بیخود بنو وشو با خبر
از خود اگر یکسو شوی بیخود سراپا او شوی
جویائے خود در خود خود او۔ خود جلوہ ہائے او برو
او در نشاں بے نشاں او بے نشان بر نشاں

قند حقیقت میخوری۔ برخود ببیں درخود ببیں
رُو با حقیقت باف کن برخود ببیں درخود ببیں
زیں ہر دو بالا کن نظر برخود ببیں درخود ببیں
از سوئے خود بے شو شوی برخود ببیں درخود ببیں
صرف نمود ما و تو۔ برخود ببیں درخود ببیں
بل برتر از وہم وگماں برخود ببیں درخود ببیں

شوق ہو کتنی تجھے عرفان کا
ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا

آشنا بن قول مردان صفا
او نشیند اندر حضور اولیا

ہوں اگر انساں کے گوش ہوش وا
ہمنشینی ساعتے با اولیا

غیب سے آتی ہے ہر دم یہ ندا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کے خیالات جو اُسکے پیدا ہونے اور ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہونے کی نسبت ہیں وہ ٹھیک و درست نہیں ہیں۔ اور علم حقیقت سے ناواقفیت ظاہر کرتے ہیں۔

معترض۔ گیتا ادھیائے ۱۴ کے منتر ۱۴ و ۱۵ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ انسان تناسخ میں مبتلا ہوتا ہے۔ اُنکا مطلب یہ ہے کہ جو انسان ستوگن کے غلبہ کے وقت جسم کو ترک کرتا ہے وہ عارفوں کے پاک عالم میں پہنچتا ہے منتر نمبر ۱۵۔ انسان رجوگن کے غلبہ کیوقت وفات پاکر نیک عاملوں میں پیدا ہوتا ہے ستوگن کے غلبہ کیوقت رحلت کرنیسے جاہلوں میں پیدا ہوتا ہے۔

جواب منتر ۱۴ و ۱۵ کے معنی اسقدر دقیق ہیں کہ عوام اُسکے مطلب کے سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ جو اشخاص کہ علم حقیقت سے کافی واقفیت رکھتے ہیں وہی اُسکے مطلب و حقیقت سے واقف ہیں۔ جو معنی وید کے ضمیر اور عارفوں کے کلمات کے موافق حل ہوئے ہیں وہ معقولات کے بھی خلاف نہیں ہیں۔ اِن منتروں کا مطلب اصلی حسب ذیل ہے۔

"علم و راستی انسان میں ستوگن سے پیدا ہوتی ہے۔ اور دنیوی اشیا سے لبستگی ہونے کے سبب رجوگن نمودار ہوتی ہے پس جو لوگ ستوگنی غلبہ کیوقت جسم ترک کرتے ہیں وہ ستوگن میں جذب ہو جاتے ہیں وہ عارفوں کا پاک طبقہ ہے اور حرص و ہوا کے پابند گرفتار رجوگن کے طبقہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جہالت اور ناراستی تموگن سے پیدا ہوتی ہے اسلئے مرتے دم تک جہالت اور ناراستی سے رہائی نہیں پاتے اُنکی صفات ذمیمہ تموگن کے ادنیٰ طبقہ میں جذب ہو جاتے ہیں غرضکہ وقت وفات انسان کی جو صفتیں ہوتی ہیں وہ اُس طبقہ میں جہاں سے کہ اُنہوں نے نمود پایا ہوتا ہے کھنچ جاتی ہیں یعنی جزو سے کل کی صورت اختیار کرتی ہیں جس طرح پر کہ کہا ہے کہ

ماٹی کی ماٹی نیر اگن جل پون پون کی پوں ہوئی
اب کس سے پوچھوں کون ہوا اور کسکو کہئیے کون ہوئی

پیارے سالک یعنی طالب! تناسخ یعنے آواگون کا مسئلہ بعض متقدمین نے ناسمجھوں کی بد افعالی سے بچانے کے لئے بیم و رجا کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ مگر اہل دانش اسکو بیم و رجا سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ آجکل آواگون کے معنی عام طور سے یہ لئے جاتے ہیں کہ جان ایک جسم ترک کر کے دوسرے جسم میں پیدا ہوتی ہے اور جسم سابق کے فعلوں کا نتیجہ وہاں پاتی ہے۔ مگر اس خیال کے ثبوت میں کوئی کافی دلیل نہیں دیجاتی ہے۔ اور جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں وہ غور و فکر کرنے پر پایۂ ثبوت سے گر جاتی ہیں۔

جبکہ بندہ گیانی کو نہیں ہے صرف گیانی کو ہے تو ہر شخص اپنی آتما کا گیان حاصل کر کے مطمئن کیوں نہیں ہو جاتا

آتم گیان بغیر مرشد گورو کے اُپدیش کے محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے کیونکہ گیان سروپ آتما تک اندریوں کی رسائی نہیں ہے۔ آتما بے شکل و بے صورت ہے اِس لئے آتما کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ چونکہ اس کا بیان نہیں ہو سکتا وہ ناقابل بیان ہے

جیسے انسان پیدا ہوتا ہے آتما بھی اسکے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور جب انسان مرتا ہے تو آتما بھی اسکے ساتھ مر جاتا ہے یہ کس طرح

صحیح ہے؟ حقیقت میں آتما نہ پیدا ہوتا ہے اور نہ مرتا ہے۔ یہ خیال خام ہے کہ آتما پیدا ہوتا اور مرتا ہے جیسے گھڑے کی پیدایش سے آکاس

نہ پیدا ہوتا ہے نہ اسکے فنا ہونے سے فنا ہوتا ہے۔ اگیانیوں کی درشٹی میں گھڑے کی پیدایش و فنا آکاس میں دکھلائی دیتی ہے

یہ سب مغالطہ و غفلت ہے۔ کیونکہ حسب ذیل چھ تبدیلی جس میں ہوں اُس کا ناش نہیں ہوا کرتا ہے۔

(پیدا ہونا۔ نظر آنا۔ بڑھ جانا۔ گھٹ جانا۔ بدل جانا۔ ناش ہونا۔ آتما ان چھ بکاروں سے رہت ہے۔ مثلاً خلو کی پیدایش

سبو چھ کے علم سے مانی جاتی ہے اور سبو چھ کے ٹوٹنے پر خلو کی فنا مانی جاتی ہے۔ یہی تو بھرم (دھوکہ) واقع ہوا ہے۔

دراصل خلو برابر موجود رہتی ہے۔ سبو ہی کا بننا بگڑنا ہوتا ہے۔ یہ ان اگیانیوں کا بھرم ہے جنہوں نے آتما کو جسم مانا ہے

جسکے سبب اُنکی نظر جسم پر محدود ہو گئی ہے۔ گیتا میں سری کرشن بھگوان فرماتے ہیں۔ (گیتا۔ ادھیائے ۲۔ اشلوک)

حق فنا سے پاک ہے باطل نہیں رکھتا وجود — عارفوں نے خوب کھولا عقدۂ بود و نمود
گو فنا ہے جسم کو لیکن بقا ہے جان کو — یہ اضافی شے نہیں تو جنگ سے بے خوف ہو
اس کا جینا اور مرنا۔ مان لیتے ہیں غبی — زندگی اور موت سے یہ در حقیقت ہے بری
یہ کبھی پیدا نہیں ہوتی۔ فنا ہوتی نہیں — جسم میں آتی نہیں۔ آکر جُدا ہوتی نہیں
گردشِ ارض و سما کی اسکو پابندی نہیں — پیکر خاکی کے پنجہ سے یہ مٹ سکتی نہیں
مرگ و پیدایش سے برتر مانتا ہے جو اسے — وہ کسے دیتا ہے ایذا قتل کرتا ہے کسے
آدمی جیسے پرانے کپڑے دیتا ہے اُتار — اور پہنتا ہے نیا پاکیزہ جامہ بار بار
جان بھی اپنے پرانے قالبوں کو چھوڑ کر — ڈالتی ہے روشنی دیگر نئے اجسام پر
آگ میں جلتی نہیں تلوار سے کٹتی نہیں — سیل میں گلتی ہوا سے سوکھ کر گھٹتی نہیں

سری کرشن بھگوان نے تیرھویں ادھیائے گیتا میں چھیترو چھیتر گیہ یعنے جسم و جان کی تشریح بخوبی طور سے کر دی ہے اور چودھویں

ادھیائے میں اُس تعلق کا بیان ہے جو کہ جسم و جان کے درمیان واقع ہوا ہے اور اس تعلق سے لوازمات صفات کا جو اثر ذات

پر پڑتا ہے ظاہر کیا گیا ہے۔ دراصل ذات باوجود اس صفاتی تعلق کے موجود ہونے کے اُسکے اثر کو قبول نہیں کرتی اور جو عقل اس

اثر کو حواس کی شہادت سے تسلیم کرتی ہے وہ ناقص اور محدود ہے۔ ذات محیط۔ بے زوال۔ پاک اور صفات سے برتر ہے اور جو کچھ ظاہر

ہو رہا ہے وہ سب صفات میں شامل ہے۔ چونکہ جان ذات کا جلوہ ہے اور جسم صفات کا کرشمہ ہے پس جان ہمیشہ جسمانی قیود سے

آزاد ہے اور ایک حالت پر قائم ہے۔ جبکہ جان جسم میں مقید اور محدود نہیں ہے۔ اور پیدایش و فنا کے حیطہ سے باہر ہے تو عوام

خیالات انسان متفرق رہتے ہیں یعنے کبھی خوش کبھی سنجیدہ و کبھی روتا کبھی ہنسنا اس کا کام ہوتا ہی۔

طالب مفصل اس راز سے آگاہی فرمایئے **جواب** جسوقت دل اُس پتے پر جاتا ہے جس کا رخ شمال کی طرف ہو تو انسان کو مجامعت کا ارادہ ہوتا ہے اور عیاشی کی طرف دل مائل ہو جاتا ہے اور اسی قسم کی حرکات کرتا اُس کا فعل ہوتا ہی

(۲) جب دل اُس پتے پر جو کہ سمتِ شمال مغرب میں ہو اور اسکو بائب کہتے ہیں سوار ہوتا ہے تو ارادہ سفر کرنے اور چلنے پھرنے اور دوڑنے اور اسی قسم کی حرکات ارادی میں مشغول ہوتا ہے۔

(۳) اور جسوقت پتے کنول کا منہ جو مغرب کی طرف ہو اس میں دل آتا ہی تو ہنستا کھیلتا خوش و خورم ہوتا و ناچ تماشہ دیکھتا یا پتنگ لڑاتا۔ اِس قسم کے حرکات انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔

(۴) اور جسوقت کنول کے پتے کا منہ جو گوشہ مغرب جنوب کی طرف ہو جسکو نیرت کہتے ہیں۔ اُسپر دل جلاس کرتا ہے تو تو خواہش گناہوں کے کرنے کی ہوتی ہے۔ مثلاً چوری ڈکیتی جعلسازی۔ رشوت خواری وغیرہ وغیرہ جرائم صغیرہ و کبیرہ اسکی تفصیل خیال کرو (۵) جسوقت کنول کے پتے کا منہ جنوب کی طرف والے میں دل مقام کرتا ہی تو انسان کو خلق آزاری۔ غضب سنگدلی کی ہمت ہوتی ہی اور اس قسم کے سرانجام کو جھیلا کرتا ہی پس یہ حرکت زیادہ نظر آوے وہ اسکی شرح میں درج کرنیکے قابل ہی

(۶) جسوقت دل اُس پتے کیطرف جاتا ہی جو کہ گوشہ مشرق و جنوب یعنی اگنی کون میں ہے تو دل خواب کا طالب کاہلی و سستی و آرام طلبی کو چاہتا ہی پس سستی وغیرہ لوازمات میں انکا شمار ہے۔ (۷) جسوقت دل مشرق کیطرف والے پتے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو انسان نفع رسانی خلائق و نیک افعال خاص عام کے کام انجام دیتا ہے اور اس قسم کی حرکات میں شمار کرو۔

(۸) جسوقت انسان کا دل اُس پتے کی طرف رجوع ہوتا ہی جو کہ گوشہ شمال و مشرق کی طرف ہو اور وہ "ایسان" کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے تو انسان سے سخاوت و فضول خرچی وغیرہ کا ارادہ سرزد ہوتا ہی (۹) جسوقت دل کنول کے پتے کی ڈانڈی میں پہنچتا ہی تو ترک لذات و تجرد وغیرہ کے خیالات کی خواہش کرتا ہی۔

(۱۰) جب دل کا مالک دروازہ سوراخ دل پر آتا ہے اُس وقت جاگرت یعنی بیداری میں تماشا جہان کا دیکھتا ہے۔

(۱۱) جب اندر دائرہ دل کے آتا ہی تو حالت سپن کی ہوتی ہی اور خواب دیکھتا ہے

(۱۲) اور جسوقت چھوٹے سوراخ میں جو کہ چاول کے برابر ہی پہنچتا ہی تو حالت سکھپت یعنے خواب غفلت کہ بیخبری عالم سے مراد ہی ہوتی ہی آرام سے ہوتا ہی مگر خودی ہی غبار رہتا ہی

(۱۳) جسوقت آستاد لکو چھوڑ دیتا ہی جسکو مرتبہ تریا کا مانا گیا ہی تب یہ جیو آتما آکاش میں داخل ہو کر آواز ناد سنتا ہے ✦

شمال (۱)

کنول پھول (۹)
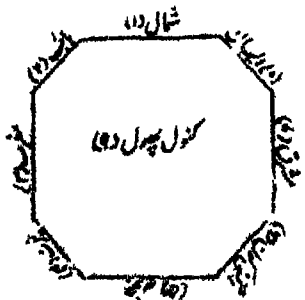
پانچ پرانوں کی تفصیل اور اُنکے مقامات

پران کی قسم	پران	اپان	ویان	اودان	سمان
مقام	ہردے	گدا	سراونگ	کنٹھ	ناف

پس یہ جسم پانچ مہابھوتوں یعنے عناصروں سے بنا ہے اور اسکے اندر پانچ گیان اندری اور پانچ کرم اندری اور چار انتہ کرن و پانچ پران ہیں - چونکہ یہ سب اندریاں ستھول وسوکشم یعنی جڑ ہیں - ان سب اندریوں کو پرکاش کرنیوالا پران ہے کیونکہ اندریوں نے آپس میں بحث کی کہ ہم بڑے ہیں لیکن ایک ایک سال یہ اندریاں جسم سے باہر رہیں اور جسم بدستور بنا رہا - لیکن جسوقت پران نے باہر نکلنا چاہا تو اُسکے ساتھ سب اندریاں بھی باہر ہونے لگیں - اُسوقت اندریوں نے پران کو افضل قرار دیا اور اپنا راجہ مان کر بھینٹ دی - یہ شرتی بھگوتی کا قول ہے -

اِس سے ظاہر ہے کہ پران ہی جسم کو دھارن کرتا اور تحریک پہنچاتا ہے - اب رہا یہ معاملہ ان عناصروں واندریوں اور انتہ کرن و پران کا پرکاش کرنیوالا کون ہے - شرتی بھگوتی کہتی ہے کہ ان سب کے پس پشت ایک طاقت چیتن گیان سروپ آتما کی ہے کہ جسکے سبب سے یہ سب اندریاں و پران وغیرہ کام کرتے ہیں اور وہ ذاتِ مطلق اپنا آپ ہے ۔

چکشو جنہیں دیکھیں نہیں - چکشو کی رکھ جان	سو پر ماتم دیو تو کر نشچہ میں آن
جاکو بانی نہ سپچے جو بانی کی جان -	ایضاً
سروتر جاکو نہ سنیں جو سروتر کی جان	سو پر ماتم دیو تو کر نشچہ میں آن
پرانوں کو جیوت نہیں جو پرانوں کی جان	ایضاً
من بدھ جاکو نہ لکھیں پرکاشت پہچان	سو پر ماتم دیو تو کر نشچہ میں آن

دیہہ نہیں تو برہم ہے - انیاسی زبان
پاوک پانی پہنو ہے - دھرتی اور آکاس
پانچ پچیسوں دیہہ سنگ گن تینوں سات
آپ بھولا تو آپ میں بندھو آپ سے آپ
اچھیا دوئی بسار کر کہو نہ ہووے نراس

نت نیا روتو دیہہ سے - کرم دیہہ سب جان
پانچ تتو کے کوٹ ہیں آن کئے ہے باس
گھٹ اُپادھ سے جانئے کرت رہت اوتپات
جاکو ڈھونڈت پھرت ہے سو تو آپ ہی آپ
تو تو جیون مکت ہے تجو مکت کی آس

انسان گاہ خوش وگاہ بیزار ہوتا ہے - اِسکا کیا سبب ہے

دل کے اندر ایک کنول کا پھول ہے اور اُسکے آٹھ پتے ہیں اُن پتوں کی سیر میں دل مشغول رہتا ہے - اِسی سبب سے

قلاب بشد مجلہ عالم آخر خبرے زکاں کہ دوازد شادست زاں بہ شمس تبریز آخر بنگر رسان کہ درد

یہ جسم کن چیزوں سے بنا ہے؟ اس میں پرکاش کرنیوالا کون ہے؟ ان سب میں فضل یا بڑا کون ہے؟

یہ جسم پانچ مہابہوتوں (یعنی عناصروں) سے بنا ہے

وہ عناصر پرتھوی (خاک) (۲) آب (پانی) (۳) آتش (آگ) (۴) باد (یعنی ہوا) (۵) آکاس (خلو) ہیں۔

اِن عناصروں کے ہر ایک کے پانچ پانچ تتو ہیں جسکی تفصیل یہ ہے

(۱) پرتھوی کے ۵ تتو۔ استخوان۔ گوشت۔ چرم۔ ناڑی۔ بال۔	(۲) آب کے ۵ تتو۔ خون۔ منی۔ کف۔ پیشاب۔ پسینہ
(۳) آتش کے ۵ تتو۔ بھوک۔ پیاس۔ آلس۔ نیند۔ کرانت (جلوہ)۔	(۴) باد کے ۵ تتو۔ دوڑنا۔ اچھلنا۔ پسرنا۔ سنکوچنا۔ ہلنا۔
(۵) آکاش کے ۵ تتو۔ شہوت۔ غصہ۔ طمع۔ الفت۔ بخل۔	

اور اس جسم میں پانچ گیان اندری اور پانچ کرم اندری۔ اور پانچ پران۔ اور چار انتہ کرن ہیں۔ جو نقشۂ ذیل سے ظاہر ہیں

(۱) گیان اندری ۵۔ کان۔ آنکھ۔ ناک۔ قوت ذائقہ۔ قوت لامسہ	(۳) پران ۵۔ اپان۔ ویان۔ اودان۔ سمان۔
(۲) کرم اندری ۵۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ منہ۔ آلہ تناسل۔ گدا۔	(۴) انتہ کرن ۴۔ من۔ بدہی۔ چت۔ اہنکار۔

اندریوں کے کرموں کی تشریح سیتپ کے صفحہ پر دیکھو! ۔ گیتا، دہیائے ۱۳ منتر ۶

پانچ عنصر۔ پانچ اعضا۔ دس حواس مدرکہ۔ شوق و نفرت۔ رنج و راحت۔ ہوش و غفلت۔ اور خودی	چار قوت یعنی عقل۔ دل۔ خیال۔ حافظہ	مختصر الفاظ میں تفصیل ہے جسم کی

قسم	اندری	دیوتا	دشا	وہ تت جسکا یہ کارج ہے
[illegible]	ادھیاتم	ادھی دیوک	ادھی بہوتک	
	من	چندرمان	سنکلپ بکلپ	
	بدہی	برہما	تشخیص کرنا	
	چت	وشن	چیتنا	
	اہنکار	رودر	میں میری	پانچ تتو کے مشترکہ ستوگن کے انس ہے

اندریوں کے کرموں کی تفصیل

اندری		دیوتا	کرم	تت
[illegible]	کان	سمت	شبد	آکاس
	آنکھ	سورج	روپ	اگن
	ناک	اشنی کما	گندھ	پرتھوی
	قوت ذائقہ (رسنا)	ورن	رس	جل
	قوت لامسہ (دیکھا)	پون	پسرس	ہوا
[illegible]	ہاتھ	اندر	لینا دینا	ہوا
	پاؤں	وشنو	چلنا	اگن
	منہ (زبان)	اگن	بولنا	اکاس
	آلہ تناسل	پرجاپت	ستی بھوگ	جل
	گدا	جم	الت تیاگ	پرتھوی

ای که عمری در پی او میدویدم سو بسو
ناگهانش یافتم با دل نشسته رو برو

آخرالامرش بدیدم معتکف در کوی دل
گرچه بسیاری دویدم در پی او کو بکو

دل گرفت آرام چون آرام دل در بر گرفت
جان چو جانان را بدید آسوده گشت از جستجو

ای که عمری آرزوی وصل او بودت چرا
از پی آن آرزو بگذشتی از هر آرزو

تا بکی سرچشمهٔ خود را بگل انباشتن
جوی خود را پاک کن تا آید آب اندر جو

آب حیوان در درون و انگه برای قطرهٔ
ریخته در پیش هر نادان دو دانا آبرو

مطرب آن مجلسی دف را منه هر جا گرو
طالب آن باده بشکن صراحی و سبو

ناظر آن منظری دیده دار از عالم نظر
عاشق آن شاهدی بردوز چشم از غیر او

نیست بی او هیچ تابی رو از و دیده متاب
بی وی‌ات چون نیست آبی دست را از وی بشو

دیگر

جان من و جان تو گوئی که یکی بوده است
سوگند بدین یک جان کز غیر تو بیزارم

از باغ جمال تو یک بند گیاهم من
در خلعت ترک تو یکبار و کله دارم

برگرد تو این عالم خار سر دیوار است
بر بوی گل وصلت من مشتغل خارم

غارت چو چنین باشد گلزار تو چون باشد
ای خورده و لب برده اسرار تو اسرارم

خورشید بود مه را بر چرخ حریف ایجان
دانم که نه بگذاری در مجلس اغیارم

دیدم همه عالم را نقشی و سر مایه
ای برده تو دستارم هم سوی تو دستارم

هر جنس سوی جنسش زنجیر سری دارد
من جنس کیم کاینجا در دام گرفتارم

گر دود دل من ایجان در دیده همی گردی
دانم که چه میجوئی ای دلبر عیارم

در زیر قبا ای جان تو شمع نهان داری
خواهی که زنی آتش در خرمن و انبارم

دیگر

از قند تو می نوشم پابند تو می کوشم
من صید جگر خسته تو شیر جگر خوارم

امروز همه مست از میهای خدائیم
امروز همه محتشم و شاه عطائیم

دیگر

از دلبر ما نشان که دارد
در خانه همه جهان که دارد

آن تیر که دل شکار دلهاست
بنمای که آن کمان که دارد

این صورت خلق جمله نقشند
هم جان و تنند جان که دارد

دیگر

بی دید جمال او که بیند
بیرون ز جهان جهان که دارد

در هر طرفی یکی نگاریست
سوئی تو نگر که آن که دارد

این جمله گدا و خوشه چینند
آن دست گهر فشان که دارد

پرش اسکی حقیقت سے واقف ہیں انکو تلاش کی ضرورت نہیں ہو اور تلاش کرنے میں تلاش تو عجب کیا بات ہے جو کہیں دور ہے بقول لیکہ سے دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار ۔ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی ۔ جس کا پیٹ بھرا ہو وہ روٹی کی تلاش نہیں کرتا شہنشاہ ہو کر کوڑیوں کو کون ہاتھ پھیلا سکتا ہے ۔ کتب مقدس نادان جہلا کے واسطے ہوتی ہیں اور انکو ہی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں کچھ کر کے ہی سرگ لوک کو پہنچ سکتا ہوں ۔ عارفِ کامل کو دگیانی کو نہ کتاب کی خواہش ہے نہ کمال کی وہ اپنی ذات پر قانع ہے اور اسکی نشست منزل لاہوت پر ہوتی ہے شمس تبریز کا قول ہے

عجب من شمس تبریزم کہ عاشق گشتہ ام بر خود ۔ چو خود را خود نظر کردم ندیدم جز خدا در خود

دوسرے یہ کہ کمال کا خیال تمہارے اندر گھر کئے ہوئے ہے ۔ خدا تمہارے دل کے اندر چھپا ہوا تمہارے دل سے کچھ کہہ رہا ہے اور تحریک دیتا ہے کہ مجھے ڈھونڈو مجھے تلاش کرو مجھے محسوس کرو ۔ یہاں بھی مندر میں بھی مسجد میں بھی ۔ کلیسا میں بھی جس طرح ہو سکے تلاش کرو ۔ آخر دائرہ کے چکر کی طرح ہر طرف سے تلاش کر کے آخر کار آتا پتہ آکر تمہیں معلوم ہو گا کہ جسکو دنیا بھر میں ڈھونڈا جسکے واسطے مندر و مسجد و گرجا میں ٹکریں ماریں ۔ جسکو اب تک پوشیدہ سے زیادہ پوشیدہ سمجھتے رہے اور آسمان سے زیر زمین تک کہیں سراغ نہ پایا ۔ وہ تم سے قریب سے قریب تمہاری زندگی کی حقیقت تمہارا جسم و روح ہے ۔

کعبۂ مقصود را در نقطۂ دل یافتم ۔ چوں روم بیروں زخود اکنوں کہ منزل یافتم

دیگر

آپ ہی آپ ہوں یاں غیر کا کچھ کام نہیں ۔ ذاتِ مطلق میں میری شکل نہیں نام نہیں

دیگر

کیا خدا کو ڈھونڈتا ہے یہ بڑی کیا بات ہے ۔ تو خدا ہے تو خدا ہے تو خدا کی ذات ہے

دیگر

مجھ میں سب کچھ ہے سب مجھی میں ہے ۔ میں ہی سب کچھ ہوں ۔ غیر من لا شئے

دیگر

آپ ہی یار ہوں میں خط و کتابت کیسی ۔ مستیٔ کل ہوں میں حاجت نہیں میخانہ کی

دیگر

اسم اعظم ہوں میں الفاظ کی صورت میں نہاں ۔ سر اکبر میں مجھے معنے روشن سمجھو

دیگر

منم خدا و بہ بانگ دہل ہمے گویم ۔ ہر آنکہ نور دہ مہر و ماہ را آدیم

رہتی ہے کس نور کی مجکو تلاش ۔ آپ تو اے شخص شمع طور ہے

ہر گھڑی تھی جسکے جلوہ کی تلاش ۔ نور اس کا آنکھ میں وہ دل کے کاشانہ میں تھا

جہاں دہ کا قول ہے ۔ میں ڈھونڈتے ۔ ڈھونڈ ڈھونڈ میں ڈھونڈ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ڈھونڈ ۔ کر ایسی ڈھونڈ میں ڈھونڈ
مطلب یہ کہ جب تو ڈھونڈ رہا ہے ۔ اسی ڈھونڈ یعنی جسم میں ہے جسکی تجھے تلاش ہے ۔ وہ تلاش نہیں ہو ڈھونڈتے ڈھونڈتے جا

طفل می گرید چرا او کعبہ را گم می کند ۔ چوں نگریم من کہ صاحب خانہ را گم کردہ ام

اے عاشقاں اے عاشقاں من عاشق یکتاستم
من عاشق یکتاستم من والہ و شیداستم
عالم نبود و من بودم - عالم نہ بود و من بدم
عالم منور شد ز من - آدم مصور شد ز من
قاضی ہمین ناز دہے - فتوی ز من سازد ہے
بر عرش و بر کرسی منم - الاصل لایخفی منم
زانجا کہ بیروں آمدم - سرمست بیروں آمدم
پرلا یلد - پرلا بگو - ترلا تلد ترلا بگو
ہم عاشق شیداستم - ہم دلبر زیباستم

دیگر

عشقم چو سر بر میزند من والہ و الہ شیداستم
اینجاستم آنجاستم - ہم زیر و ہم بالاستم
آن نور وحدت من بدم - ہم خضر و ہم الیاستم
ہم طہم ہم فاضلم - ہم قاضی القضاستم
فتوی بنا حق میدہد نہ زین و نہ زانہاستم
با جاہلاں عرش گو من پیش ازیں برخاستم
دانی کہ من چوں آمدم - افزوں شدم نہ کاستم
خواجہ براین خواجہ را کمترز ہر لالاستم
اندر مکان لامکاں - پنہان وہم پیداستم

اپنے کو خدا یا برہم کہنا تو آسان ہے - مگر اسپر عامل ہونا مشکل ہے } در اصل یہ بات سچ ہے - مگر یہ

بھی ٹھیک نہیں ہے کہ کوشش کیجائے اور اُسے چھوڑکر توہمات میں مبتلا رہے - اگر فرض کیا کہ امرت نہ ملے تو زہر کھانا کب روا ہے جب انسان خود کو خدا بنائیگا تو خدا کی طرح تمام ذمہ داری بھی اُسپر عائد ہوگی اور پھر کام سب اچھے ہی انجام ہونگے اور زندگی ہی دوسری ہوجائیگی مثلاً اگر کسی نابالغ کا سرپرست بنایا گیا تو اس حالت میں تمہارے دل سے خودی کے خیالات جاتے رہینگے اور اسکی حفاظت اور اسکی تعلیم اور اسکی نگرانی میں لگے رہیں گے اور سوائے نیکی کے بدی ہرگز نہیں سوجھیگی - پس ذمہ داری بڑی چیز ہے جو ذمہ دار ہوتا ہے وہ ہمیشہ اچھے سے اچھے کام کر دکھاتا ہے - جب انسان خود اپنی تقدیر کا قادر ہوگا تو پھر وہ اپنے تئے خواہ بُرائی پہنچائے خواہ بھلائی اُسکو خوف کسکا ہے اور اسکا موت کہاں ؟ کون اُس کا باپ اور کون اُسکی ماں - ایسا انسان نہ کبھی پیدا ہوتا ہے نہ مرتا ہے اسکا نہ کوئی دوست ہے نہ دشمن اسکی قریب خوشی و رنج نہیں ہوتی نیکی اثر کرتی ہے نہ بدی - خواہ وہ تیرتھ یاترا کرے خواہ رسوم دنیاوی ادا کرے - پس مقصود پر پہنچنے کا یہ طریقہ ہے کہ اہم برہم آسمی خود کہیں اور دوسروں سے کہلاویں اور یہی تعلیم ہر فرد بشر کو دیں جسقدر اس کا ابھیاس ہوگا اسی قدر مضبوط و طاقتور ہوگے - جسقدر زیادہ ورد ہوگا روشنی بڑھتی جاویگی اور اندھیرا دور ہوتا جاویگا - بالآخر اگیان دور ہوکر گیان کا نور چمکے گا -

اگر آدمی خود ہی خدا ہے تو خدا کو تلاش کیوں کرتا ہے اور کتب مقدس میں اسکا ذکر کیوں آیا ہے کہ خدا کو تلاش کرو

(جواب) چونکہ انسان پردہ غفلت و مایا سے جہالت میں پھنسا ہوا ہے اسواسطے اسکو بجز تلاش کے کوئی چارہ نہیں ہے جوگیا تی

چاہیئے۔ اپنے سے باہر تلاش کرنا نادانی ہے۔ **رباعی** ذاتت بہمہ صفات جامع در تو ❊ زان رو حقیقت است لامع در تو
بر خود تو عبث تہمت ہستی داری ❊ حق است کہ شد قائل و سامع در تو ❊ گیتا او بہیاسے ۵ اشلوک ۲۰ میں صاف کرشن بھگوان
فرماتے ہیں کہ قلب میں ہی قادر مطلق کی تلاش واجب ہے۔

اے دلاور ہر نفس میں لے اسی کا آسرا | مرکز تسکین و استغنا تجھے مل جائے گا۔

سالک کہ ز راہِ چشم دل بینا شد۔ دیگر در چشم دلش حقیقتے پیدا شد
دانست کہ من قلزم دریا ہستم | دانستہ جان چشم زان دریا شد

دیگر

تا چند تو پس روی بہ پیش آ | در کفر مرو بسوئے کیش آ
در نیش تو نوش بیں بہ نیش آ | آخر تو باصل اصل خویش آ
تا چند بصورت از زمینی | لب بر رشتہ تو بہ یقینی
بر خزنِ نورِ حق امینی | آخر تو باصل اصل خویش آ
خود را چو تو بے خودی ببستی | میداں کہ تو از خودی برستی
وز بند ہزار دام جستی | آخر تو باصل اصل خویش آ
عمریست کہ اسیر جسمی تو | پا بستہ دام محنتی تو
چون گوہر کانِ دولتی تو | آخر تو باصل اصل خویش آ
بشکن بلد نبد کالب را | آزاد کن از زمانہ خود را
رو ترک بگوئے نیک و بد را | آخر تو باصل اصل خویش آ
دنیا چو نیست زود بگذر | زانسوئے جہان باز بنگر
ہیں عہد قدیم یاد آور | آخر تو باصل اصل خویش آ
از پشت خلیفہ زادی | چشمے بجہان دون کشادی
آوخ کہ بدیں قدر تو شادی | آخر تو باصل اصل خویش آ
ہر چند طلسم این جہانی | در باطن خویشتن تو کانی
بکشائے دو دیدہ جہانی | آخر تو باصل اصل خویش آ
چون زادہ سپہر تو جلالی | از طالع سعد نیک فالی
از بہر عدم تو چند نالی | آخر تو باصل اصل خویش آ
لعلی بمیان سنگ خارا | تا چند وہی غلط تو مارا
در چشم تو ظاہر ست یارا | آخر تو باصل اصل خویش آ
چون از بر یار سرکش آئی | سرمست و لطیف و دلکش آئی
با چشم خوش و پر آتش آئی | آخر تو باصل اصل خویش آ
حقا کہ پرتو حقے تو | وز جوہر فقر مطلقی تو
وز بادۂ روح راوقی تو | آخر تو باصل اصل خویش آ
در پیش تو ہست جام باقی | شمس تبریز شاہ ساقی
سبحان اللہ زہی رواقی | آخر تو باصل اصل خویش آ

دیگر

طوطی خوش الحانم سیمرغ سخن دانم | ہم فضل انسانم ہم شرف حیوانم
ہم فتحم و ہم نصرت ہم حجت ربانی | ہم سودم و ہم راحت ہم حجت یزدانم
ہم سایۂ خورشیدم ہم زادہ جمشیدم | ہم جنت ہم حورم ہم روضہ رضوانم
ہم علوی ہم سفلی ہم عرشی و فرشی | ہم حامل افلاکم ہم حامل ارکانم
یک غنچہ نیلا ہوتم یک غنچہ ناسوتم | ہم لولوئم ہم بحرم ہم گوہر و ہم کانم
ہم اسم و ہم مہرم ہم گلشن گلہایم | ہم زہرہ و بہرامم ہم تیر و مریخ و کیوانم
ہم نورم و نورانی ہم ظلمت ظلمانی | ہم ظاہر و ہم باطن ہم اینم و ہم آنم
ہم پیر شہنشاہم ہم عاشق اللہم | ہم طالب کلاہم ہم صاحب فرمانم
ہم زادۂ رحم من ہم اہل قبیلہ منم | ہم باعث یارانم ہم واضع طوفانم
ہم نوحم و ہم آدم ہم خرقہ و زنارم | ہم دینم و اسلامم ہم کفرم و ایمانم

گرشناسی خویش را اے نوجواں ❊ سرپائے دو جہاں گرد و عیاں ❊ انسان اگر موافق وید و شاستر و مرشد (گورو) کی ہدایت کے موافق عبادت و غیرہ اختیار کرے اور رہے گا اور راست جو راستی میں ہو تو ہر ایک بات وہ کر سکتا ہے۔ جو کمی ہے وہ خود انسان کی غفلت و خود بینی سے ہے۔ کبیر صاحب نے کیا اچھا فرمایا ہے سے ارے او مورکھ کھیتی وارا ❊ جتن بن مرگوں نے کھیت اجاڑا ❊ پانچ مرگ پچیس مرگنی سنگ ہے تین چکارا ❊ اپنے اپنے رس کے لوبھی چرتے بھیریں نیارا نیارا ❊ کام کرودھ مد لوبھ عرگی نت اٹھ چرت سوہرا ❊ پریم بان سے چڑھو بادہی بہاؤ جگت کر مارا ❊ بیدی بید بکل سب باچیں جا سے بید نرالا ❊ اٹل جوت شن گھٹ اپنے پرستے پریم پیارا ❊ ست کی باڑھ دھرم کی کھیتی گرو کا شبد رکھارا ❊ کہے کبیر سنو بھی سادھو بریاں بہلی سنبھارا ❊ جتن بن مرگوں نے کھیت اجاڑا ❊ گیتا ادھیائے ۱۳ منتر ۲۵

دیکھ لیتا ہے جو چشم دل سے جسم و جان کا حال ❊ معرفت کی راہ سے پاتا ہے وہ اوج کمال

تفسیر۔ جو لوگ جسم و جان کی حقیقت کو اپنے بطون میں مشاہدہ کرتے ہیں اور جسمانی افعال کی قید سے رہائی پانے کا طریقہ جان لیتے ہیں۔ وہ کمال کا درجہ پاتے ہیں ❊

جیو یا انسان خود خدا ہی تو پرستش کسکی کرتا ہے؟

(جواب) اپنی آپ۔ کیونکہ انسان اپنے آرام و خوشی کے واسطے اپنی آپ خدمت کرتا ہے مثلاً خود ہی غسل کرتا ہے اور خود ہی فرحت حاصل کرتا ہے۔ خود ہی روٹی پکاتا ہے اور خود ہی کھاتا ہے اور سیری آنند لیتا ہے۔ خود ہی کنگا کرتا ہے اور سرمہ لگاتا ہے اور پاکیزہ نفیس کپڑے پہن آئینہ سامنے رکھ اپنا آپ مشاہدہ کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے جسقدر میں خوبصورت ہوں دوسرا نہیں ہے۔ انسان خود ہی بستر اچھا کر پھولوں سے اپنی سیج آراستہ کرتا ہوا خود ہی لیٹ کر میٹھی نیند سو کر مزے سے خراٹے لیتا ہے۔ انسان خود ہی علم خود شناسی حاصل کر کے اپنا حجاب و جہل و نادانی خود ہی دور کرتا ہے۔ خود ہی انسان اپنی عبادت آپ کرتا ہے اور خوشی کے راگ گاتا ہے۔ خود ہی انسان اپنا تصور خود ہی جاکر (مراقبہ) سمادہی میں آنند ہوتا ہے ❊ میرے پیارے جگیاسو یہ انسان خود اپنا آپ ہی جو یہ تمام سرور خود مناتا ہے۔

سرب نام آپ ورتارا ❊ سرب روپ آپ آکارا
سرب ہمگری جانکاتا تا ❊ آپ جیس آپ ہی سُنتا
برہم گیانی کا سکل آکارا ❊ برہم گیانی آپ نرنکارا

دیگر

گر کنی نظارہ ہر دو جہاں ❊ ہم خود چیزے نیابی درمیاں
گر شناسی خویش را اے نوجواں ❊ سرپائے دو جہاں گرد و عیاں

گیتا ادھیائے ۱۰ منتر ۱۶

قادر مطلق ہے کل جسموں کے اندر جلوہ گر ❊ سب کا حکمت سے پھراتا ہے صفاتی چرخ پر

مطلب یہ کہ واجب الوجود آتما سب مخلوقات کے دل پر مقیم ہو کر انکو اپنی قدرت کاملہ کے چرخ پر پھراتا ہے۔ پس اسے طالب آتما اس جسم میں مقیم ہے تو اپنی آپ ہی پرستش کرنی

ویدوں میں ہر بات کا حساب لاکھوں کروڑوں اور اربوں سال سے ہی لگایا گیا ہے۔ بلکہ صاف تحریر کیا ہے اور جونوں کا شمار بھی صحیح ہے کہ چوراسی لاکھ قسم کی جون یعنی جسموں کی چوراسی لاکھ قسمیں ہیں۔ ان سب کو جیو بھوگتا ہوا۔ کروڑوں بلکہ اربوں سال بعد منبر انسانی جسم کا حاصل کرتا ہے اُنکا **انتظار سخت مصیبت سمجھنا غلط ہے۔** کیونکہ انتظار اسکو کرنا پڑتا ہے جسکو معلوم ہو کہ مجکو فلاں منزل پر پہنچنا ہے۔ سب جیو اس منزل سے بیخبر ہو گئے ہیں۔ قدرتی نیم (قاعدہ) خود اُنکو اس منزل پہلے آتا ہے اُنکو تکلیف بھی نہیں ہوتی کیونکہ قدرت کے کسی کام میں تکلیف نہیں۔ سب جیو ہر جون میں بیخبری و آزادی سے زندگی گذارتے ہیں۔ قدرت نے اُنکی خواہشات اُنکے مطابق بنادی ہیں اور دل بہلانے کے ذریعے اُنکے موافق ہر جون میں پیدا کر دیئے ہیں۔ یہ وچار کہ اسقدر جیو اُمیدوار اور ایک انسانی قالب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دروازہ ایک ہی ہوتا ہے گذرنے والے ہزاروں ہوتے ہیں جو باری باری سے گذر جاتے ہیں۔ انسانی جسم ایک دروازہ ہے جس میں سے گزرنے والے کروڑ ہا ہیں۔ موجودہ مذہبوں و دیگر خیالات کے آدمیوں میں لاکھوں برس کا نام تعجب سے لیا جاتا ہے مگر ویدوں میں صاف بیان ہے کہ لاکھوں جونوں کو بھوگتا ہوا "جیو" عرصہ دراز میں کروڑوں اربوں سالوں تک موکش بھی پاتا ہے۔ گویا دونوں پلہ ترازو کے برابر ہیں

اگر ہم میں سے ہر ایک خدا ہوا۔ تو ہم سب کے افعال و اقوال نیک اور اچھے ہونے چاہئیں۔ اور غیب کی باتوں کا علم ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پرماتما میں یہ سب اوصاف ہیں

(جواب) جب انسان اپنے مرکز ومن نشین کرے کہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔ ہم علحدہ علحدہ ہستی رکھتے ہوئے ایک ہیں۔ تو پھر ایک آتما و ایک معلوم ہوا۔ اور پھر کون کسکو دیکھے۔ اور کون کسکو سُنے۔ وہی تمام و کمال سب ہے جہاں علحدگی دیکھی جاتی ہے وہیں دوسرا دوسرے کو دیکھتا ہے اور دوسرا دوسرے کو سنتا ہے۔ یہ بداخلاقی دوئی سے ہی پیدا ہوتی ہے جس وقت قلب مصفا ہوتا ہے تو آتم گیان بھی ہوتا ہے اور آواز غیب بھی قلب میں محسوس ہوتی ہے ۔ برہدارنیک اپنشد ادھیائے ۴ برہمن ۵ منتر ۱۵

جہاں دوئی ہوتی ہے وہاں اور اور کو سونگھتا ہے۔ اور آور کو دیکھتا ہے۔ اور آور کو سُنتا ہے اور آور کو کہتا ہے۔ اور آور کو سوچتا ہے اور آور کو جانتا ہے۔ جہاں سب کچھ اُس کا آتما ہی ہو جاتا ہے وہاں کسکو کس سے سونگھے۔ کسکو کس سے دیکھے۔ کسکو کس سے سنے۔ کس سے کسکو کہے۔ کس سے کسکو سوچے۔ کس سے کسکو جانے جس سے آدمی اُس سب کچھ کو جانتا ہے۔ اسے کس سے جانے یہ نیتی نیتی آتما بے گرفت ہے اسلئے پکڑا نہیں جاتا۔ بے ٹوٹ پھوٹ ہے اسلئے ٹوٹتا پھوٹتا نہیں۔ بے لوث ہے اسلئے ملوث نہیں ہوتا بے بندھ ہے اسلئے تکلیف نہیں اُٹھاتا۔ اس کا ناش نہیں ہوتا۔ اے میتری جاننے والے کو کوئی کس سے جانے۔ اے پیاری تجھے تعلیم دے دی گئی۔ یہ کہکر یاگیہ ولکیہ جنگل کو چلا گیا ۔

میں بدلنے کے لئے جسقدر علمی روشنی اور جذباتی گرمی مطلوب ہے وہ سبکی سب انسانی جیون میں حاصل ہو سکتی ہے۔

انسانی جسم کو کرم کرنیوالا اور دیگر جسموں کو بھوگنے والا کیوں کہا ہے؟

جواب۔ دکھ سکھ بھوگنے والے کرم دیگر ہیں۔ جونی بدلنے والے دیگر ہیں۔ بدی کے اور روحانی ترقی کے کرم ہی جونی بدلنے کے کام آتے ہیں۔ بدی سے ہی جنم ملتا ہے اسلئے اس جونی بدلنے کے سلسلہ میں کرم کرنیسے مراد روحانی ترقی کے کرم ہیں ورنہ لاکھوں دیگر جونوں کے جیو پشو پکشی وغیرہ سب کھاتے پیتے چلتے پھرتے ہیں یہانتک کہ درختوں میں بھی ایک قسم کی جانداری رہتی ہے۔ جو سب کام کرتی ہے فرق صرف یہ ہے کہ درختوں وغیرہ سے وہ باریک باریک کروڑہا قسم کے جسموں والے جیو اس لئے بہتر ہیں کہ وہ چلتے پھرتے سمجھتے اور مختلف کام مثل انسان کے بخوبی انجام دیتے ہیں۔ مگر انسان سب سے اعلیٰ و افضل اسلئے ہے کہ اس میں سب سے زیادہ دماغی طاقت ہے جس سے کہ یہ اعلیٰ روحانی ترقی بھی کرسکتا ہے جو کہ جیو کا اصلی کرم ہے۔ کھانا پینا سونا وغیرہ کرم صرف جسم کو قائم رکھنے کے لئے ہیں یہ کرم وہ کہلاتے ہیں جو قدرت خود بخود سب سے کرا لیتی ہے کیونکہ بلا ان کے کوئی شریر قائم نہیں رہ سکتا۔ درخت بھی پانی پیتے اور غذا کھاتے ہیں۔ اس قسم کے کرم قدرتی عادت میں شریک ہوکر سب کے لئے مساوی درجہ رکھتے ہیں اسلئے یہ کرم مجبوری اور قدرتی شمار کئے جاتے ہیں ان سے کوئی جاندار مبرا نہیں۔ انسانی جسم میں آنیوالا جیو مجبوری قدرتی کرموں کے علاوہ کرم اختیاری بھی کرسکتا ہے یعنے جیو کرم کرنے میں سوتنتر (خود مختیار) ہے اور وہ اس اختیار و طاقت کو پورے طور سے انسانی جسم میں ہی آکر حاصل کرتا اور کام میں لاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے اس جونی کو ویدوں میں کرم یونی قرار دیا ہے۔ ایک جنم کے کرموں کے بھوگ دوسرے لاکھوں جسموں میں بھوگنا ہے یہ درست نہیں ہے۔ دکھ سکھ اور آنند سب کچھ بھوگ سکتے ہیں۔ اس سے مراد ہے کہ اپنا وقت کسی حالت میں گذارنا مثلاً ہم کہیں کہ ہم آنند بھوگ رہے ہیں مطلب یہ ہوا کہ آنند میں وقت گذار رہے ہیں یا سکھ میں وقت گذر رہا ہے۔ اسلئے انسانی جسم کے بعد یا انسانی جسم کے قبل جو وقت کروڑوں جونوں میں جیو گذارتا ہے وہ کہا جاتا ہے کہ لاکھوں جونوں کو بھوگتا ہے یعنی لاکھوں جونوں میں وقت گذارتا ہے۔ ان جونوں کے اندر بطور سزا کے اگر وقت گذرتا ہوتا تو تمام دیگر جاندار دکھی ہی نظر آتے لیکن ایسا نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر جاندار خوش و خرم اپنے اپنے جسم میں مگن نظر آتا ہے اس لئے وہ سزا نہیں کاٹتا بلکہ جونوں میں بموجب قاعدہ کے وقت گذارتا ہے انسانی جسم کے خراب کرموں سے یہ جنم ملتے ہیں اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس میں جو کہہ ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ اگر انسانی جسم میں عمدہ و آتمک کرم کرتا تو یہ موکش کو حاصل کر لیتا اب پھر لاکھوں جونوں کے بھوگنے کے بعد انسانی جسم حاصل کریگا۔ اسی لئے کہا ہے کہ یا انسانی سخت غلطی ہو جیسے برا کرم ہے جس سے دوبارہ ان جونوں میں چکر لگانا پڑا۔ اب یہ خیال کہ ایک انسانی جسم اور لاکھوں امیگار تو آخری جیو کا نمبر بہت دنوں میں آتا ہوگا قیاس سے خارج نہیں بلکہ ٹھیک اور مناسب ہے۔

احکام کی تعمیل کرنا ہی اوپر چڑھنے کا ذریعہ ہے نہ کہ عدم تعمیل احکام۔ ایک افسر دنیوی کو بھی جب اُس کا ماتحت اُسکے حکم کی تعمیل نہیں کرتا ہے تو وہ اُسکو اپنی نظر سے گرا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جاؤ ہمارے سامنے سے چہ جائیکہ پرمیشور جو کل مخلوق کا خالق ہے اُسکے احکام کی تعمیل نکرنا۔ پس ایشور کی تعمیل میں ہمیشہ انسان کو مستعد اور کمر ہمت باندھنا چاہیئے پرمیشور کوئی لالچی تو ہے نہیں جو یہ خیال کیا جاوے کہ وہ ہم سے نظرانہ و بھینٹ لیکر خوش ہوگا۔ وہ تو صرف یہی چاہتا ہے کہ اپنے فرائض ٹھیک وسلوبی سے انجام دو کہ جس میں تمہارے ہم جنس بھی تمکو اچھا کہکر پکاریں۔ جو شخص فرائض سے منہ [illegible] وہ کام۔ کرودہ۔ لوبھہ۔ موہ۔ اہنکار کا تارک ہوگا۔ اور شہوت۔ وغصہ۔ طمع۔ الفت کاموں سے دور ہوگا۔ اور صحبت بد سے پرہیز کر[illegible]ت عارفان و یادگاری موت و محویت ذات بچہوان وچار میں اپنا وقت صرف کریگا۔

جسقدر پرشارتھ چاہ کے لایق ہیں اُن میں موکش کا درجہ سب سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ ہر انسان دُکھ سے رہائی اور پرم آنند کی حصول کا خواستگار ہے۔ اور یہ موکش ہی میں ممکن ہے اور کسی حالت میں نہیں۔ کیونکہ جسم انسانی چوراسی لاکھ جسموں کے بعد ملتا ہے اور پھر [illegible]۔ پھر بھی مرد کا جسم۔ عورت کو تو پرورش اطفال و چولھے چوکے و خانگی امور سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ عورت کی آزادی عنقا ہو رہی ہے۔ اگر بھی آزادی حاصل ہو اگر وہ کام میں لائے تو تعلیم یافتہ طبقہ میں جنم ہو۔ اور انسانی طبقہ میں بھی ویدک تعلیم پائی ہو۔ اور ویدک تعلیم پاکر بھی عامل بعمل ہو اور اپنی ذات کا انوبھو بہم پہنچاوے۔ اور انوبھو پہنچا کر بھی برہم بھاؤ میں قیام کرے۔ نتیجہ یہ کہ موکش ایسی چیز ہے کہ کروڑوں جنموں کے اعمال نیک کے بغیر نہیں مل سکتی۔ اس لئے انسان کا فرض ہے کہ اُس کا خواہشمند رہے۔

(۱) اپنے آپ میں جاگ کر ہر طرف ہر حالت میں اپنا آپ دیکھتا ہوا اپنے گیان کو سپھل کرے۔

(۲) سب کے ساتھ اپنے آپ کی طرح محبت کرتا ہوا اپنے پریم کو سپھل کرے۔

(۳) سب کو اپنا آپ جانکر سب کی بھلائی میں اپنی طاقتوں کو لگا کر سپھل کرے۔

(۴) یہ خیال ہر وقت قائم رکھے کہ انسان کا جینا صرف پریم و سیوا کے لئے ہے۔

(۵) انسانی زندگی کا مقصد اپنی روحانی ہستی کو ٹھیک طور پر جاننا اور ظاہر کرنا ہے جیسے جب کوئی بیج زمین میں اُگتا ہے اور پھلتا پھولتا ہے تو اُس کا مقصد اپنے آپ کا اظہار ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی کسی غیر ہستی کو ماننے اور ظاہر کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی اسے کسی غیر ہستی نے پیدا کیا ہے مکان اور زمان میں اسکا بیرونی وجود اسکی اپنی ہی لامکان اور لازمان ہستی سے پیدا و ظاہر ہوا ہے جس طرح بیج کو اپنے کمالات کے اظہار کی مٹی۔ پانی۔ ہوا کی ضرورت ہے اور اسکی شگفتگی کے لئے سورج کی گرمی اور روشنی اور بارش درکار ہے۔ اسی طرح انسان کو بھی اُپ چیتن مل (انسانی زمین)، والی چیتن تن (آسمان) سیوائی فرد کو روحانی صفات میں

اگر کوئی شخص درحاصل نیکی سے بھرپور نہ ہو اور گمان کرتا ہو کہ میں سراپا خیر ہوں۔ مثلاً ناخالص کی بجائے ملمع ہو تو اسکو آتش امتحان سے ضرور نقصان پہنچے گا۔ مگر خالص سونا تو آگ میں اور بھی چمکے گا۔

ایک پریمی کے بچن

جو گھر بیٹھوں تو بیٹھ رہے ڈھنگ

جو گھر جاؤں تو بیٹھ رہے ڈھنگ — جو کہوں جاؤں تو لگے ہی جاوے
سوتے رہوں تو سپنے میں — چونک پڑوں تو کنٹھ لگاوے
سونا ہوں تو بولی سے گھٹ — نین موندوں تو سکھ و کہلاوے
یا سریں رہے من ماہیں — ہاتھ پساروں تو ہاتھ نہ آوے
بیٹھ رہوں بٹ کر گھٹ میں — دیکھے کوئی گھات نہ پاوے
سوہن کہوں من سوہن بولے — ہاتھ لگاؤں تو ہاتھ نہ آوے
نین تو نین موندیں ہر چھین — جو نین سے بین بیان بتاوے
پیاری کے پران ہیں ہیں پیا — پریت کی ریت نہ کاہو لکھاوے

دیگر

جا دن سے گوبند لکھو ہے — وا دن سے چھب اور نہ بھاوے
تن من دھن جیون جوبن بھوشن — اور سب کچھ ناہیں سہاوے
تارے ٹوٹے نا کہوں کیتے ہوں — سندر چیون بس ہی پچھ دکھاوے
گت آنند کہو کیسے کروں — پکڑت ہوں پر ہاتھ نہ آوے
ہر گھڑی تیرا تصور ہر گھڑی تیرا خیال — تیرا نقشہ آئینہ میں تیری صورت دلمیں ہے
جبتک جیتا رہوں تیرے تصور میں رہوں — بعد مرنے تجھ میں ملجاؤں کہ میں منکو

پریم ایسا چاہیئے جیسے میراں بائی

میں تو رے رنگ رانچی سانورے تورے رنگ رانچی
جے پیا پردیس بستہ ہیں لکھ لکھ بھیجیں پاتی
میرے پیا میرے گھٹ ماہیں نہ کہیں کرت سواتی
ہنس کا تیل پران کا دیولا اور صورت کی باتی
انہو ہوت ایک دس شاری ایسے جگے دن راتی
سنگ کی سکھیاں سو رہیں پی ہو رہی ستاتی
میں مدھو پیو پریم بھٹی کا مست رہوں دن راتی
میں تو رے رنگ رانچی سانورے میں تو رے رنگ رانچی

دیگر

میرے تو گردھر گوپال دوسرا نہ کوئے
آنسوں جل سینچ سینچ پریم بیل بوئی
اب تو پہو سے لگن رہی لاگی ہونی ہو سو ہوئی
سنتن سنگ بیٹھ بیٹھ لوک لاج کھوئی۔
اب تو بات پھیل گئی جانت سب کوئی
میرے تو گردھر گوپال دوسرا نہ کوئی

دیگر۔

میں تو ہیں رے باوری میرا مرم نہ جانے کوئی
چھتری اوپر سیج ہماری پوڑھن کس بدھ ہوئے
گھائل کی گت گھائل جانے اور نہ جانے کوئے
میں تو ہیں رے باوری میرا بھرم نہ جانے کوئے

فرائض انسان

جسقدر کہ ایشور کی رچی ہوئی سرشٹی ہے یعنی خدا تعالی کی جسقدر مخلوق ہے اسمیں انسان کو ہی وہ شرف حاصل ہے کہ جسکے سبب سے وہ اشرف المخلوقات کہلاتا ہے اب انسان کو اشرف المخلوقات کہلا کر اونچے چڑھتے یعنی بام بلند پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے نہ کہ نیچے گرتے اور تحت الثریٰ میں پہنچنے کی۔ ایشور کے نیموں یعنی اسکے

درگا بھوانی

کی سواری شیر کی ہے - کیوں؟ اسکو محبت - یعنی پریم ہے + پریم کے بس شیر ہے

وشنو بھگوان کو زم بستر کا کام اژدہا سے

لیجاں تیار ہو - اور زہریلی پھنوں سے وشنو کے روئے خنداں پہ چھتری بنا تا ہے - کیوں ؟ وہی پریم - وہی محبت - وہی یکتا ہی -

شیوجی مہاراج کے گلے کا بھوشن زیور

سانپ بنے ہوئے ہیں - اور محبت سے دیال بھوشن کے گرد لپٹ کر شانتی کی تاثیر کی تصدیق کر رہے ہیں -

یہ سب کچھ یکتائی و محبت و پریم سے ہو سکتا ہے - اِدہر تم ڈرے اور ادہر وہ جانور ڈرا - آپس میں جنگ و جدال ایک دوسرے کا دشمن - پھر کیوں نہ سانپ کاٹیں گے اور شیر پھاڑ کھا وینگے - اگر تمہارے دل میں ایک آتما کا پریم ہے تو وہ تمہاری گود میں لڑکوں بچّوں کی طرح کھیلیں گے - بھگوان بدھ (بودھ اوتار) نے ایک راجہ کو ہرن پکڑتے ہوئے دیکھا - اُدھر معصوم مرگ کی سہمی ہوئی صورت - اُدہر چلتا ہوا تیر بے پناہ - نظر آنے کی دیر تھی کہ بھگوان بدھ مارے رحم دلی کے راجہ کے سامنے چت گر پڑے اور پاؤں دھاڑ کے ساتھ راجہ سے عرض کی کہ آپ بیشک میرا جسم حوالہ تیر کر لیجئے - لیکن اس تو الی آنکھوں والے آہو کو ایذا رسانی سے درگذر کیجئے - مجھے اپنے جسم سے محبت نہیں - لیکن اس غزال بیچارے کو زندگی بڑی پیاری ہے - خیال کرو کہ ایسے موقعہ پر راجہ صاحب کا پتھر دل پر کس قسم کا کلہاڑا چلایا ہوگا - بدھ کی قربانی نفس (جان نثاری) نے راجہ کے شکاری دل کو کس قدر مستفید کیا ہوگا - ہزارہا سال منقضی ہو گئے کہ وہ بدھ جو ہرن کی خاطر جان دینے کو تیار تھا آج کروڑہا آدمیوں پر راج کر رہا ہے - وہ مسیح جس کا مقولہ ہے کہ ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا گال اسکے آگے کر دو وہ صلیبی ملک کے ملک قبضہ میں لے آیا آنند و پریم بھرے جاتماؤں کے قریب غضب مجسم اصحاب بھی پانی پانی ہو جاتے ہیں - جنگل کے بھیڑیئے - شیر وغیرہ انہیں دیکھ الفت زدہ ہوتے ہیں - سانپ بچھو وغیرہ اپنے موذی پن کو بھول جاتے ہیں ؎

	برمن از روشن دلی ہو شمع جاں ہموار شد	خار در پیراہن آتش گلستاں میشود	

کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

کیا عبادت سے تجھے مل جائیگا　　کیا ریاضت سے تیرے ہاتھ آئیگا
دھیان اپنا کر کے تو مل جائیگا　　دھیان اپنا دے نہ تو پچھتائیگا

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

کس کی تجھ کو ہے زمانے میں تلاش　　سب ہے حاصل کیا سماں کیا معاش
تجھ سے سچ کہتا ہوں تجھ کو فاش فاش　　شاد باش اے مردِ کامل شاد باش

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

دیکھتا ہے گر تو دیکھ اپنے تئیں　　تجھ سے باہر دیکھنے کی شے نہیں
دیکھ اپنا رخ کہ کیا ہے حسیں　　دیکھ اپنا حسن اے ماہ جبیں

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

دیکھ چہرہ اپنا جو پُر نور ہے　　دیکھ شان اپنی جو لا محصور ہے
کب خدا تجھ سے جدا اور دور ہے　　آپ تو اے شخص شمع طور ہے

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

تجھ میں ظاہر عالم ناسوت ہے　　تجھ میں پنہاں عالم ملکوت ہے
تو ہی مظہر عالم جبروت ہے　　تیرا عالم عالم لاہوت ہے

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

تو ہے سب اور سب میں تیرا ہی ظہور　　تو جو سب اور سب ہے تیرا ہی نور
تو ہی ناصح کا سرِ باطن ہے دور　　تو ہم سوم کا نام بے شعور

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

جو گلوں کے من میں ہے جگ کا دھیان　　کیا غنچک دل میں بس جاتا جہان
معرفت اللہ کا جو ایمان ہے　　کھلی تیری ذات کی پہچان ہے

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

سانپ بچھو زہریلے جانور۔ وشیر۔ بھیڑیئے
موذی درندے سے ہم اپنا آتما جانکر پریم
کریں تو کیا ہمیں نہیں کاٹینگے اور نہ پھاڑ کھا لینگے

جواب - نہیں -

یوگ درشن اہنسا (نفی ایذا رسانی) کے مضبوط طور پر قائم
ہو جانے سے آس پاس بھی عداوت نہیں پھڑک سکتی -

سعدی

یکے دیدم از عرصۂ رودبار
کہ پیش آمدم بر پلنگے سوار
چناں ہول زاں حال بر من نشست
کہ ترسیدنم پائے رفتن ببست
تبسم کناں دست بر لب گرفت
کہ سعدی مدار آنچہ آیدت شگفت
تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ
چو اہل دعویٰ بدیں نگروند
کہ ایمان ندانستہ آتش پرستند

وہ بہارستان ہے اور تو ہے گل　　شن ذرا عالم میں کیا ہے شور و غل

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

بجز ذات حق ہے اور تو ہے حباب　　کیوں سمجھ کر غرق ہوتا ہے خراب
جب ہوئی وا تیری چشم نیم خواب　　کچھ نہ آئیگا نظر تجھ کو جناب

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

جزو کل ہے قطرہ و دریا ہے تو　　باغ و بستان دشت و صحرا ہے تو
جام و مینا بادہ و صہبا ہے تو　　آپ ساقی آپ متوالا ہے تو

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

ہر جگہ مستور ہے تیری ہی ذات　　جس جگہ دیکھو عیاں تیری صفات
واہ کیا کہنا ترا کیا تیری بات　　تو نہ ہوتا تو نہ ہوتی کائنات

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

تیرے دم سے ہے وجود ما سوا　　تیرے دم سے یہ طلسم امکان کا
سن تو کیا کانوں میں آتی ہے صدا　　مرحبا اے ذات کامل مرحبا

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

تو ہے ظاہر اور تو مستور ہے　　تو ہی پاس اور تو ہی سب سے دور ہے
روز روشن ہے شب دیجور ہے　　تو ہی تاریکی ہے تو ہی نور ہے

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

آپ تو ہے گلشن باغ و بہار　　آپ شہر و دشت و کوہ و لالہ زار
تجھ میں ہے مستور سیر کوہسار　　تجھ میں مخفی بحر نا پیدا کنار

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

کیوں ہے شیدا عالم مستاں کا　　یہ تماشا سب ہے اندر جال کا
چھوڑ بھی جنجال قیل و قال کا　　تیرا مرجع ہے ہمیشہ حال کا

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

شان تیری ہے ہمالہ سے بلند　　وہم کی جس میں نہیں پہنچی کمند
تو ہے لا محدود کیوں ہے دردمند　　یہ تماشے کی تجھے پاؤں میں بند

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

ابر و باد و برق و رعد و مہر و ماہ　　سال و ماہ و روز و شب شام و پگاہ
دید کی تیری قطار کھتے ہیں چاہ　　کس طرف ہے اے بشر تیری نگاہ

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

حکم سے تیرے رواں ہے ابر و باد　　گشت میں ہیں آفتاب و ماہتاب
موت تیرے حکم سے پا در رکاب　　دوڑتی پھرتی ہے یاں پر اضطراب

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

حور و غلماں کی تجھے کیوں چاہ ہے　　کیوں ہوس کے دشت میں گمراہ ہے
عرش و کرسی کا تو شاہنشاہ ہے　　یہ جہاں تیرا ہی جلوہ گاہ ہے

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو

طالب ۔ آپنے تو پھر وہی وجود ہی بتلا دیا ۔

عارف
ایں جہاں خم ہست و دل چوں جوئے آب
ایں جہاں خانہ است و دل شہر عجاب
چشم بینا ہر کہ دارد در جہاں
از پس ہر ذرہ حق بیند عیاں
ہر کہ او در صورت ہر خیر و شر
دوست بیند او بود صاحب خبر
محو کن از لوحِ ہستی نقشِ غیر
تا بہ بینی ہست کعبہ عین دیر

طالب ۔ تو جو نظر آرہا ہے سب آتما ہی آتما ہے ؟

عارف ۔ ویدانت میں برہم این کو ایسا ہی لکھا ہے (سروم کہلدم برہم) جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام نام روپ کائنات برہم یعنے (ذات حق) ہی ہے ۔

ہر چہ آید در نظر از خیر و شر ❊ جملہ ذات حق بود اے بیخبر ❊

طالب ۔ شعر بالا سے تو پھر میں یہی سمجھا کہ انسان کو ہی آتما بتلایا ہے ۔ میری سمجھ اس سے زیادہ نہیں پہنچتی ۔

جواب عارف ۔

کون کہتا ہے کہ تو انسان ہے ۔ کس طرف اللہ تیرا دھیان ہے
تو حقیقت میں خدا کی شان ہے ۔ تیرے دم سے عالم امکان ہے

ہے تماشاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے جستجو

کون کہتا ہے کہ تو ناپاک ہے ۔ کون کہتا ہے تو مشت خاک ہے
خوف کس کا تجھکو تو بیباک ہے ۔ خود سرور و مستی و ادراک ہے

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

کون کہتا ہے چراغ نور ہے ۔ دل ترا اے شخص کوہ طور ہے
یہ وہ فانوس سراپا نور ہے ۔ جس میں نور کبریا مستور ہے

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے جستجو

طاقتیں تجھ میں ہیں بے حد و حساب ۔ قوتیں ہیں بے مثال و لاجواب
دل ترا ہے قدرتِ حق کی کتاب ۔ اے شہ والا گہر عالیجناب

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے جستجو

تو نے دنیا کے ودی دیکھی نہیں ۔ سیر اس گلزار کی دیکھی نہیں
یاں کی کیفیت کبھی دیکھی نہیں ۔ ایک تو نے روشنی دیکھی نہیں

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

منعکس آئینہ میں چرخ بریں ۔ اندر آئینہ کے ہے باہر نہیں
یہ خلا اور یہ ملا سب بالیقین ۔ ہیں تجھی میں تو ہے کیوں اندوگیں

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

چاند کی سورج کی تاروں کی چمک ۔ رعد کی آواز بجلی کی کڑک
موتیوں کی آب ہیروں کی ڈلک ۔ سب تجھی میں ہیں عبث ہے تیرا شک

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

جز و تو ہے اور ذاتِ حق ہے کل ۔ جام تو ہے اور وہ مینائے کل

(۶) اگنی سے جل

(۷) جل سے پرتھوی

(۸) پانچ عناصر یا مہابھوت کے جو گن انش سے اندریاں پیدا ہوتی ہیں جو گیان اندریاں و کرم اندریاں کہلاتی ہیں۔

(۹) ستو گن انش سے ہم انتہ کرن پیدا ہوتے ہیں۔

(۱۰) اناج

(۱۱) طاقت جو اناج سے پیدا ہوتی ہے۔

(۱۲) ادمی جو طاقت سے پیدا ہوا اور اُسنے تپ کیا

(۱۳) تپ سے وید منتر۔

(۱۴) وید منتر سے یگیہ۔

(۱۵) یگیہ سے اونچے لوک۔

(۱۶) اونچے لوک پرشوں میں نام یعنے نام والے جیو۔

عارف جس آتما کا ظہور یا پرکاش پاؤں کے انگوٹھے سے لیکر سر کی چوٹی کے بال کی نوک تک ہو رہا ہے اور وہ ابھو ویاپک ہے۔ مدہم پران انو پران نہیں ہے ایسی آتما کا خاص استھان پوچھنا کہنا حقیقت و دانائی کے خلاف ہی۔ کیونکہ وہ تمام عام ہے خاص نہیں ہے۔ خاص مقام والا محدود ہوتا ہے۔ عام والا لا محدود ہوتا ہے۔ وید بھگوان نے مبتدی جگیا سو کو سمجھانے کی غرض سے اُسکے مقام یعنے آتما کے مقام بردے۔ تاہی کنشٹھ۔ یہ ہم اندر تبلاتے ہیں۔

عارف اِس امر سے آگاہی رکھتا ہے کہ اُس کا کوئی خاص مقام نہیں ہے۔ کیونکہ اگر خاص مقام ہوتا تو ہم پوچھتے ہیں تمہارے پاؤں میں ایک ذرا سا کانٹا لگنے پر تمکو فوراً محسوس ہوتا ہے۔ جہاں کہ مقام آتما کا نہیں لکھا ہی۔ اگر تمہارے بدن پر ایک مچھر آکے بیٹھے تو فوراً تمہارا دھیان اُس طرف جائیگا اور مچھر کو اُڑائے بغیر چین نہیں آئیگا۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آتما رم رم میں ویاپک ہی۔ بدن کا کوئی حصہ اُس سے خالی نہیں ہے۔

طالب۔ بدن کا کوئی حصہ اُس سے (آتما سے) خالی نہیں ہے تو کیا جسم آتما ہے۔

عارف۔ نہ این جسم نہ این جانم نہ این کفرم نہ ایمانم — نہ گریانم نہ خندانم۔ بروں از چار ارکانم
چہ شخصم من نمیدانم۔ کہ ہم دانا و نادانم — چو این و آں بدر گشتم۔ نہ این دانم نہ آں دانم
عجب شکلے کہ افتادم۔ کہ نہ بندہ نہ آزادم — نہ از خوا نہ از آدم۔ نہ از جسمم نہ از جانم
چو با ہر نقش و ہر رنگم۔ نہ از نقش و نہ از رنگم — نہ از گوہر نہ از سنگم۔ نہ از بحرم نہ از کانم
نہ مرد نام و ننگم من۔ نہ با اش صلح و جنگم — نہ دل شاد و نہ دل تنگم۔ نہ ذیانم نہ ز انسانم
نہ ادا قوام خوابا تم۔ نہ از اہبل مناجاتم — نہ مرد زہد و طاعت مانم۔ بروں از کفر و ایمانم

طالب۔ آپنے تو فرمایا کہ جسم و جان وغیرہ وہ نہیں ہے تو وہ اصل کیا ہے؟

عارف۔ مست شد کہ مہر ما از غیب ✦ نقطۂ مگوش ہوش خطاب ✦ کہ جز او نیست در سرائے وجود ✦ بحقیقت کسے دگر موجود

سلودیج - بایاں کان میں	جمدگن - بایاں آنکھ میں	کشیپ - بایاں ناک
بسوامتر - دہیاں آنکھ میں	وسشٹ - دایاں ناک	اتری - منہ

جسم انسانی میں وید کہاں مانے گئے ہیں - (رگوید بانی) - (یجروید من) - (شام وید - پران)

چتر دیوتا اور دہی کہاں مانے گئے ہیں - (بانی - دیوتا) - (من - پتر) - (پران - آدمی)

گہر کا گنبد انسانی جسم میں ہے - (ماں - بانی) - (باپ من) - (لڑکا - پران)

کتنے دیوتا اس جسم کو اٹھائے رکھتے ہیں - (پرشن اپنشد منتر - ۲)

(۱) آکاس (۲) بایو (۳) اگنی (۴) جل (۵) پرتھوی (۶) بانی (۷) من (۸) آنکھ (۹) کان ✦

سات اعضا

(۱) رس لسواتر - آتما کا سر حکمپا لوک یعنی دیو لوک ہے -

(۲) آنکھ - سب کو پرکاش کرنے والا سورج ہے -

(۳) پران - سب طرف چلنے والا ہوا ہے -

(۴) درمیانی حصہ جسم پھیلا ہوا آکاس ہے

(۵) جائے پیشاب - اناج پیدا کرنے والے بادل یا بارش ہے -

(۶) پاؤں یہ زمین ہے -

(۷) آگ جو باقی ہوئی اُسے منہ سمجھنا چاہیئے -

۱۹ منہ

۵ - گیان اندری - ۵ - کرم اندری - ۵ - پران - ۴ - انتہ کرن ✦

انسانی جسم میں چاروں ورن یعنے ذات

برہمن - اگنی - چھتری - اندر - ورن - سوم - رودر - پرجنیہ - یم - مرتیو - ایشان ✦

ویش - اسو - رودر - آدتیہ - وسوے دیوا - مرت - شودر - پرتھوی -

سعین انسان کہ نتیجہ ازمیاں ✦ اول آخر تماشہ عنیہ آن ✦ مطلب آں دی کار خدائی مکین ✦ آں ای طرف انیجا و ستگاہ و قدرت حق آں جہاں ست و جہاں جملہ بدن ✦ اقسام ملائکہ حواس ایں تن ✦ اجرام و عناصر و موالید اعضا ✦ توحید ہمین ست دگر حیلہ و فن

شد جہاں آئینہ رخسار دوست ✦ ہر دو عالم درحقیقت عکس اوست

ادھی بھوتک و ادھیاتم - اور ادھی دیو - کسے کہتے ہیں

جواب - ادھی بھوتک وہ چیزیں ہیں جو پانچ مہابھوتوں یا عناصروں سے ملکر بنی ہیں اور وہ انسانی اندریوں کے بشے ہیں -

ادھیاتم - اندریاں کہلاتی ہیں - کیونکہ جسم میں رہتی ہیں -

مرے ذہن نے تیرے بت کو تراشا — نقشہ نے تیرا دکھایا تماشا
ہنسی آتی ہے سوچکر یہ تماشا — نہ ہوتا جو میں تو بھی ہوتا تماشا
تجھے میں نے مسجود جب سے
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

یہ کفر اور دینداری میری اپج ہے — یہ دین و ریاکاری میری اپج ہے
خدا دیکھ کیا پیاری میری اپج ہے — تیری کچھ نہیں ساری میری اپج ہے
تجھے میں نے مقصود جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

[illegible] — [illegible]
یہ جو فلک اور یہ انسان و حیوان — یہ چرخ و زمین [illegible]
تجھے میں نے خلاق جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہوا سب کچھ خدایا

نہ تو ظلمت شب نہ تو ماہ تابان — نہ تو روز روشن نہ مہر درخشاں
نہ خلوت نہ جلوت میں تیرا بسیرا — یہ میں ہوں کہ جس سے ہوا تو نمایاں
تجھے نے مشہود جب سے بنایا
اُسی وقت سے تو ہوا سب کا خدایا

نفس انسانی دیوتاؤں کے چار دروازے

مشرقی دروازہ	پران	یہی آنکھ میں سورج	چھاندوگ اُپنشد۔ آنکھ کا پرش پرم ہے۔ اس پرش کی ہی شکل ہے جو اس پرش کی ہے۔ وہی جوڑ ہیں جو اس پرش کے ہیں۔ وہی نام ہے جو اس پرش کا ہے۔
جنوبی دروازہ	ویان	یہی کان میں چاند	
مغربی دروازہ	اپان	باق۔ اگنی	
شمالی دروازہ	اودان	ہوا۔ اکاس	اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان ہی سب کچھ ہے۔

انسان کا وجود ہی مسجد خدا کی ہے — وحدت میں ہوکے محو گزارو نماز کو
افسوس اُن پہ ہو جو کہ ایسے وجود میں — دلدار کا وصال نہ دل کھول کر سکیں
دیکھنے لایق تماشا ہے یہ مکت — خاک کے پتلے میں پنہاں نور ہے

گیتا ادھیائے ۱۳ منتر ۱۴

جتنے انسان کے ہاتھ پاؤں آنکھ، سر اور منہ ہیں۔ یہ سب اُسی علیم کے ہیں جو سب میں محیط ہے۔

ذاتت بہمہ صفات جامع در تو — زان نور حقیقت ہست لامع در تو — بر خود اعجب عجبت ہستی داری — حق ہست کہ شد قابل و سامع در تو

انسان کی آنکھ میں دیوتاؤں کی قیام گاہ

رودر - آنکھ کے لال ڈورے	اندر - سفیدی آنکھ کی۔	دیولوک - اوپر کی پلک
بارش - آنکھ کا پانی	سورج - پتلی آنکھ کی	سپت رشی یہی انسان کے جسم میں موجود ہیں
آگ - سیاہی آنکھ کی	زمین - نیچے کی پلک	گوتم رشی - دایاں کان ہے۔

تجھے میں نے مرغوب جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

نہ تھا کرسی و فلک و نہ املاک تھا تو   زمین و فضا اور نہ افلاک تھا تو
نہ آب و آتش و باد و خاک تھا تو   نہ پاکی تھی تجھ میں نہ ناپاک تھا تو
تجھے میں نے مضبوط جب سے بنایا
اُسی وقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

نہ جن و ملک اور نہ انسان تھا تو   نہ دانا تھا ہرگز نہ نادان تھا تو
نہ اشکال تجھ میں نہ آسان تھا تو   نہ عین حقیقت نہ امکان تھا تو
تجھے میں نے منسوب جب سے بنایا
اُسی وقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

نہ مقصد تھا تو دیر کا اور حرم کا   نہ مرکز تھا تو خلد کا اور ارم کا
نہ داتا تھا تو گبروں میں ہر کا   نہ تو بھوگتا گنج کا اور کرم کا
تجھے میں نے معبود جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

ہوا میرے سجدہ سے مسجود عالم   ہوا میرے معتقد سے معتقد عالم
بنا عبد میں تو ہے معبود عالم   ہوا نیت میں تو ہوا نمود عالم
تجھے عین حق میں نے جب سے بنایا
اُسی وقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

ہمہ اوست کہتے ہیں وہ جو ہیں نادان   نہیں ہمہ اوست کہنا ہی شایاں
نہ تو ہے سب تجھ میں او دیگر جاناں   کسی کا نہ تو کالبد تھا نہ ہی جان
تجھے جان جاں میں نے جب سے بنایا
اُسی وقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

نہ تو غنچہ میں اور گل میں ہے پنہاں   نہ تو جام میں اور نہ مل میں ہے پنہاں
خموشی میں ہے اور نہ غل میں ہے پنہاں   نہ بلبل میں ہے اور نہ گل میں ہے پنہاں
تجھے میں نے محبوب جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

نہ ہوتا جو میں تو نہ اظہار ہوتا   ظہور دو عالم نہ زنہار ہوتا
کسے تیری ہستی پہ اقرار ہوتا   نہ ملتا جو میں تو نہ دو چار ہوتا
تجھے میں نے موجود جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

یہ ہے شان میری ۔ تو کبریا ہے   میرے دم کی برکت ہے یہ تو خدا ہے
زباں نے مری تجکو سب کچھ کہا ہے   میرا کام ہے تجکو سب کر دیا ہے
تجھے میں نے مطلوب جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

جو قدرت ہے تجھ میں عطیہ ہے میرا   جو صنعت ہے تجھ میں عطیہ ہے میرا
جو کثرت ہے تجھ میں عطیہ ہے میرا   جو وحدت ہے تجھ میں عطیہ ہے میرا
تجھے جزو کل میں نے جب سے بنایا
اسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

تجھے شکل اور نام میں نے ہے بخشا   یہ آغاز و انجام میں نے ہے بخشا
دھرم ارتھ او کام میں نے ہے بخشا   غرض موکش کا نام میں نے ہے بخشا
تجھے میں نے سب کچھ ہے جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

کہیں عرش و کرسی پہ تجکو بٹھایا   کہیں میں نے بتخانہ میں بت بنایا
نہ تو نور روشن نہ تاریک سایا   تیرا کیا ہے ہے جو ہے سب میری مایا
تجھے ایشور جب سے میں نے بنایا
اُسی وقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

زبان بلبلاں آنانکہ میدانند میدانند ۔ دیگر ۔ کہ زاغ شوم دشمن نالۂ موزوں چہ میداند
طبیدن ہا چہ میداند دلِ افسردۂ زاہد ۔ ادائے کاوشِ نشتر رگِ بے خوں چہ میداند
فلاطوں علتِ بیتابیٔ مجنوں چہ میداند ۔ تو ایں حکمت ز مجنوں پرس افلاطوں چہ میداند
تغافل ہائے یوسف باز لیخا دیدم و گفتم ۔ کہ طفلِ نازپرور لذتِ شبخوں چہ میداند
گرامی ہم نشینی دیگرست و خم چیشی دیگر ۔ تو اسرارِ خم از من پرس افلاطوں چہ میداند

پیارے جگیاسو! برہدارنیک اُپنشد میں برہم کے دو روپ صورت بتائی گئی ہیں۔

باصورت	بےصورت
فانی	غیر فانی
ساکن	متحرک
ظاہر	باطن

باصورت وہ روپ ہے جو ہوا و خلا کے علاوہ ہے یہ فانی ہے اور ساکن ہے ۔

تجلی ہاست حق را در نقاب ذات انسانی ۔ شہود غیب گر خواہی جو بے نیجاست لامکانی
حجاب جلوہ ہم یکسر ہجوم جلوہ ہست اینجا ۔ نقاب بے نیست دریا را اگر طوفانِ عریانی
کمالِ خود شناسی شد دلیل قدرت عارف ۔ تو گر ایں رمز شناسی تو نیز اے بیخبر آنی
چمن را شوخی از نازت فلک را پردہ سازت ۔ دو عالم محو اندازت بہ فہم اے قطرۂ دانی

ہر چہ آید در نظر از خیر و شر ۔ جلوۂ ذات حق بود اے بیخبر ۔ پیارے طالب یہ جو کچھ تجھے دکھلائی دیتا ہے اسکو سب کو باصورت برہم جان۔ بے صورت برہم کا جاننا سخت مشکل ہے۔ نہ تیری اسقدر سمجھ ہے۔

خون خالص خود خور کہ شرابی بہ ازیں نیست ۔ دنداں بہ جگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست
در کنہ وہ دانا نتواں یافت خدا را ۔ در مصحفِ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست
اے بوالہوس سوز کہ آن عشق آتش ست ۔ ما آن سمندریم کہ آتش حیاتِ است

پیارے جگیاسو! آتما کا رنگ ہلدی رنگا کپڑا۔ خاکستری۔ اونی کپڑا۔ سرخ بیر بہٹی۔ آگ کا چمکارا چمکتا ہوا سفید کنول کا پھول یا یکدم بجلی چمکے۔ ایسا ہی یعنی شغل کرنیوالے کو اسطرح کی شکل دکھائی دیگی۔ اور آتما کا جلوہ جسم انسانی میں اسطرح ہوتا ہے جس طرح آئینہ میں عکس صاف نظر آتا ہے مگر اس میں پھنس جانا مناسب نہیں ہے بلکہ شغل مستحکم طور سے جاری رکھا جائے پھر آخر کار اصل حقیقت کی شناخت ہوگی۔ اور خود اپنا دیدار اپنے دل میں مشاہدہ کروگے۔ اور حقیقت کھلنے پر مستی کی حالت میں درویشِ کامل سے ایسے الفاظ بھی زبان سے نکلجاتے ہیں کہ نہ خدا کی ہستی اور۔ خدا کے اوصاف ہم سے ہی ظاہر ہوئے ہیں۔ ورنہ خدا کو جانتا ہی کون تھا۔ جیسا کہ نظم ذیل سے ظاہر ہے۔

ہر کہ صاحب شود از بادۂ عرفان سرمست ۔ ہمچو خورشید دریں دائرہ تنہا گردد

انتہ کرن	ادھیاتم ... من چت اہنکار بدھی	ادھی بھوت شے ملکہ قلب ... خیال کا ہونا میں میری کا پتہ کہہ یا معلوم	ادھی دیو دیوتا چندرماں کیشور کیا ہو فاعلی ترودھ برہسپتی
گیان اندریان	شروتر یا قوت سامعہ تواک یا قوت لامسہ چکشو یا قوت باصرہ	شبد یا آواز سپرس یا لمس روپ صورت	دیشا (سمت) کا دیوتا وایو دیوتا سورج

گیان اندریان	... قوت ذائقہ کرن یا قوت شامہ	... ذائقہ گندھ یا بو	... ورن اسونی کمار
کرم اندریان	ہاتھ یعنی قوت گرفت گویائی یا رسنا پاؤں آلہ تناسل۔ گدا۔	شے گرفتہ گفتگو چلنا یا کھڑے ہونا آنند شے خارج شدہ	اندر اگنی وشنو پرجاپتی یم۔

زنگ امکان سے ذرا آئینۂ دل صاف کر دیکھ تو پھر اس میں اپنے حسن کی جلوہ گری

بیا برآسمان دل چو خورشید رکوکب پاک کن لوح وسارا

کٹھ اپنشد ولی ۴ منتر ۱۲

انگوٹھے کے برابر پرش جسم کے بیچ میں رہتا ہے۔ وہ ماضی و مستقبل کا ایشور ہے۔

کٹھ اپنشد ولی ۶ منتر ۱۷

انگوٹھے کے برابر پرش جو اندرونی آتما ہے۔ آدمیوں کے قلب میں ہمیشہ جاگزیں ہے۔

تیتریہ اپنشد۔ انواک ۶ منتر ۱

جو ہردے کے اندر آکاس ہے اس میں یہ پرش نور ہی رہتا ہے۔

چھاندوگیہ اپنشد ادھیائے ۳ منتر ۳

قلب میں یہ آتما ہاں۔ جو سرسوں۔ سانک۔ اور سانک کے چاول سے چھوٹا ہے۔ پیارے طالب جو شخص اپنے قلب میں اسکو ڈھونڈتے ہیں وہ ضرور پاتے ہیں۔ مگر سعی و کوشش درکار ہے۔

اے سالک راہ حق طلبگار خدا (رباعی) رہ شاغل شغل و ذکر و اذکار خدا

جلدی سے نہیں کام نکلتا ہرگز ہو جائیگا رفتہ رفتہ دیدار خدا

دیگر

کر سعی کہ سعی سے ہے مطلب حاصل ہمت در پہ بار بار مت اے شاغل

اے مرد خدا رہ خدا ہے سیدھی تو چل تو سہی دور نہیں ہے منزل

طالب۔ ابتک میں یہ نہیں سمجھا کہ صورت و شکل کیا ہے اور رنگت کیا ہوگی۔ جبتک مجکو اس امر سے آگاہی نہ ہو جائے کوشش بیسود ہے اور میں اس راہ سے بالکل نابلد ہوں ؎

نگہ بر جلوہ آخر بہ مژگاں باد سے گردد کہ آزادی گرفتاری دست مرغ رشتہ بر پا را

انسان کیا چیز ہے؟

جواب - انسان کیا ہے تینوں لوک کا ہیچ و اکمل یعنی دستور تم ہے یا نمونہ -

انسان کیا ہے - ذاتِ مطلق کی مہا عظمت کا ظہور

انسان کیا ہے - دیوتاؤں کی قیام کی جائے

انسان کیا ہے - ذاتِ عالی کی جائے رہائش

انسان کیا ہے - منبع اظہار ذات باری -

انسان کیا ہے - اپنا آپ - ہ

مطلع دیدارِ حق دیدارما منبع گفتارِ حق گفتارما

ساشتر لوکا سپکار کر کہتا ہے

کہ انسان کا سر آسمان

انسان کے پاؤں زمین

انسان کے دونوں ہاتھ اطراف (سمت)

انسان کے دونوں آنکھ سورج و چاند

انسان کے بال درخت و بناسپتی

انسان کی ہڈی پہاڑ

انسان کا مادہ رقیق پانی یا سمندر

انسان حرارتِ غریزی (جٹھر اگن) آگ

بے شبہ جلوہ ہے سب جا اسی کا ماہ و بادل میں قیام اس کا

ملکہ ہے ٹھیک ٹھیک بات تو یہ

اس میں ہے بود و باش عالم -

کیا امیر - کیا غریب - کیا عالم - کیا جاہل کیا شاہ - کیا گدا - کیا حکیم کیا بیمار - کیا گیانی - کیا دھیانی - کیا جوگی - کیا بھوگی - کیا دانا - کیا نادان - کیا میں کیا تو - کیا یہ - کیا وہ - کیا انسان کیا حیوان - کیا نباتات کیا جمادات - کیا پہاڑ - کیا سمندر - غرض کہ جو کچھ دید و شنید و گفت و فہمید میں آتا ہے سب کچھ اس کا ہی ظہور ہے - اور اسی کی مہا عظمت ہے - بقول گسائیں تلسی داس جی -

آکر چار لاکھ چوراسی	جاتی جیو جل تھل باسی	سیا رام میں سب جگ جانی	کروں پرنام جور جگ پانی

چرن داس جی

جب لگ تو بچار کے کہے ایک اور دوئی
میں تو بہوہ بھول کر رہے جو بیج سمجھاؤ
گیان رہت گیا نار ہت اور رہت گیہ جان
چار کہاں ہیں لکھ چوراسی اور نہ کو اور دو جا
آپ ہی دوتا آپ ہی منگتا - آپ ہی جوگی بھوگی
آپے کارج آپے کارن وشو روپ درشایا

مہاتما پلٹو داس

برہم برت باندھے رہے تب لگ دھیان نہ ہوئے
آیا دیہہ اٹھائے کہ گیان سمادھ لگائے
لگی کبھی چھوٹی نہیں یہ سمادھ و گیان
آپ ہی ٹھاکر آپ ہی سیوک کرت آپنی پوجا -
آپ ہی شو آپ ہی شکتی آپ وید آپ روگی
پلٹو داس ورس جب آوے سنت کریں جب دایا

سوال - انسانی جسم میں تین لوک کون ہیں؟ جواب - دیو لوک - پران ہے - انتر کس لوک من ہے - دنیا - پانی ہے

جسم انسانی میں دیوتاؤں کے باسے کس طرح ہیں؟

نقشہ صفحہ ۱۴۸ سے تفصیل دیوتاؤں کی معلوم کریں

ویدانتی - جوتی - چت - برہم - کہتا ہے - سورج - چاند - ستارے - بجلی - آگ - روشنی نہیں کہلاتے - روشنی گیان ہے جیسے نطق کہو، کالسشن کہو، برہم کہو، جیو کہو - یا جو چاہو نام رکھ لو - اسی روشنی کا ذکر برہدارنیک اپنشد میں بڑی خوبصورتی سے آیا ہے

مکالمہ - راجہ جنک و یاگیہ ولکھ منی

سوال - اے یاگیہ ولکھ اس پرش یعنی آدمی کی جوتی کون ہے ؟

جواب - اے راجہ سورج ہے - کیونکہ سورج روپ جوتی سے پرش - چلتا - پھرتا - اور کام کرتا ہے -

سوال - اے یاگیہ ولکھ سچ ہے - لیکن جب سورج غروب ہو جاتا ہو - اُس وقت اُسکی جوتی کون ہے -

جواب - اے راجہ چاند ہے - چاند روپی جوتی سے پُرش چلتا - پھرتا - اور کام کرتا ہے -

سوال - اے یاگیہ ولکھ سچ ہے - مگر جب سورج غروب ہو جاتا ہے اور چاند چھپ جاتا ہو اس وقت جوتی کون ہے ؟

جواب - اے راجہ اگنی - اگنی روپی جوتی میں آدمی چلتا ہے - پھرتا ہے - اور کام کرتا ہے -

راجہ جنک - اے یاگیہ ولکھ سچ ہے - مگر جب سورج غروب ہو - چاند چھپ گیا ہو - آگ بجھ گئی ہو - اُس وقت آدمی کی جوتی کون ہے ؟

جواب رشی - اے راجہ بانی یعنے کلام - بانی روپی جوتی سے پرش چلتا - پھرتا - کام کاج کرتا ہے - جہاں ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا - وہاں آواز آئے تو آواز کے سہارے پہنچ جاتا ہے

جنک - اے یاگیہ ولکھ سچ ہے - مگر جب آواز بھی نہ ہو - اُس وقت جوتی کون ہے ؟

جواب رشی - اے راجہ آتما ہی اُسکی جوتی ہوتی ہے -

اِس مکالمہ سے صاف ثابت ہے کہ اصلی روشنی گیان سروپ آتما ہے - سپن و سشپتی میں آتما جوتی ہی باقی رہتی ہے اور سب جوتیاں شانت ہو جاتی ہیں -

طالب - مہاراج اب میں سمجھا - شدھ گیان کا نام برہم ہے -

عارف - ہاں شدھ گیان کو ہی برہم کہتے ہیں - آپ میرا اپنا - سارے جہان کا شدھ گیان لیا جائے تو ایک گیان سے دوسرے گیان میں کیا فرق ہوگا - کچھ بھی نہیں - کیونکہ فرق ڈالنے والی کوئی چیز نہیں ہے -

گیان کیا ہے ؟

جواب - آپکو تیاہارتھ (علم حقیقی)، جاننا کہ میں تین شریر (۱) استھول (کثیف)، ۲ سوکشم (لطیف)، ۳ - کارن (غفلت)، اور تین اوستھا (حالت)، ۱ - جاگرت (بیداری)، ۲ سپن (خواب)، ۳ - سکھوپت (خواب گراں)، اور پانچ کوش (غلاف یعنی خول) سے اتیت (فارغ) ہوں - اسی کا نام گیان ہے -

یہ بھی کہنا اک تعین ہے کہ تو خلاق ہے خالق و مخلوق ہو سکتا ہے کب تو بسیط	تو وہ ذات لاتعین بیچگون و بیچرا لم یلد ہے اور لم یولد کی ہے لب پہ صدا	جو ہے تو وہ ہے مگر کیا ہے یہ کہہ سکتے نہیں دعویٰ باطل نہیں ہے دعویٰ ارباب کشف	امر فنا ہے اہل سے قول مردان صفا ذات جسکی علم ہے معلوم وہ کب ہو سکا

سر عرفان الٰہی ہے مگر گونگے کا گڑ
آدمی کھاتا ہے لیکن کہہ نہیں سکتا مزا

پیارے طالب۔ اب بھی سمجھا یہ تو "نیتی نیتی" کی تعلیم نہیں ہے۔
جواب طالب۔ مہاراج مجھے اسقدر سمجھ نہیں ہے۔ مجھے تو شرح میں سمجھایئے۔
عارف۔ تو موٹی سمجھ کا آدمی ہے تجھے موٹے ہی طریق سے برہم سمجھاتا ہوں۔ ایک سوٹا اُسکے بدن پر رسید کیا۔
طالب رویا۔ چلایا۔ او۔ کہا مہاراج کیا کرتے ہو!! **عارف**۔ تو چلایا کیوں ؟
طالب۔ چلاؤں کیوں نہیں۔ مجھے چوٹ لگی درد ہوا۔
عارف۔ پیارے چیگیا سو ٹھیک ہے۔ یہ معلوم ہونا۔ یہ گیان ہی تو برہم ہے۔ اور کیا جاننا چاہتا ہے
طالب۔ اِس سے تو یہ ثابت ہوا کہ برہم گیان فانی ہے۔ کیونکہ میرا درد اب جاتا رہیگا۔
عارف پیارے طالب یہ درد ماضی تھا جو گیان آگیا تھا اُس کا ناش ہوا۔ نہ کہ گیان کا۔ گیان تو جوں کا توں بنا ہوا ہے باہر کی چیزیں سب گیان کے سمندر میں اُبھر اُبھر کر ناش ہو جاتی ہیں۔ مثلاً پہلے تو شیر خوار بچہ تھا۔ پھر نوجوان ہوا۔ پھر ادھیڑ بنا۔ اب بوڑھا ہے۔ یہ جسم کی حالتیں بدلتی رہتی ہیں یعنی ناش ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن اِن حالتوں کا جاننے والا ویسا کا ویسا ہے۔ تیرا تو ناش نہیں ہوگیا۔ اسی طرح جگوں سے کلپوں سے تو گیان سروپ آتما موجود ہے اور جگوں اور کلپوں تک رہیگا۔ ناش ہوتا ہے صورت کا اور نام کا۔ کیونکہ یہ خواب کے نقشہ کی طرح وہمیہ ہیں۔
طالب۔ مہاراج مجھے اور سمجھایئے۔ ابھی اچھی طرح نہیں سمجھ آئی ہے۔
عارف۔ ذرا غور کرو ایک مکان میں چراغ جل رہا ہے۔ اُس روشنی سے آدمی جانور گذر رہے ہیں۔ جبتک روشنی کے سامنے ہیں سب پر روشنی پڑتی ہے۔ جب روشنی سے دور ہوئے اندھیرے میں سب مخفی ہوگئے اب روشنی کا ناش نہیں ہوا۔ روشنی بدستور ویسی کی ویسی قائم ہے۔ چونکہ گذرنیوالے روشنی میں نہیں ہیں اس وجہ سے روشن نہیں ہیں اندھیرے میں ہیں۔ اسیطرح یہ سارا سنسار اندھیرا ہے گیان کی روشنی صرف برہم ہے۔ اگیان کے جو جو ورت اس روشنی میں آتے ہیں مثلاً سکھ دکھ۔ خواب۔ بیداری۔ سشپتی۔ سماوھی۔ سب کا پرکاش ہوتا ہے۔ جو چیزیں اس روشنی سے ہٹ جاتی ہیں وہ اندھیرے یعنی اگیان میں لے ہو جاتی ہیں۔ پس ناش اُس چیز کا ہوا نہ کہ روشنی کا۔ اس روشنی کو صوفی نور کہتا ہے

کہو تم شیخ و برہمنوں سے کیا کریں نہ گلا کبھی | جو تو ہوشیار ہے آئینہ کہے میں انکے ولا کبھی

نہ عدم میں ہے نہ وجود میں کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

پیارے جگیاسو! اب سمجھا؟ **طالب**. مہاراج اس تعلیم سے کوئی کیونکر سمجھ سکتا ہے یہ تو "نیتی نیتی" کی تعلیم ہے۔ یعنے برہم یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔ مجھے تو یہ بتائیے برہم کیا ہے؟

اک تری نور سے پرنور ہے ارض و سما | پرتوہ تیرا ہے شاہنشاہ خاور کی ضیا
اِس تماشا گاہ میں چشم تماشا بیں ہے تو | دیکھتا ہے تو ہی وحدت میں کثرت رونما
جس طرح سے عالم رؤیا میں کوئی آدمی | اپنی ہی افراد میں ہے سیر کثرت دیکھتا
کوہ و صحرا باغ جنگل شہر و بازار و مکان | آدمی ہر وضع کا اور جانور ہر قسم کا
مختلف افعال اور ان کے نتائج مختلف | مختلف اعمال اور انکی جزا انکی سزا
ذاتِ بینا ہے یہاں جمع عالم و معلوم و علم | ذاتِ واحد میں ہے کثرت کا تماشا ہو رہا
خالق و مخلوق دونوں ایک اس عالم میں ہیں | بلکہ کثرت آپ ہے آئینہ وحدت نما
عالم اِسا میں بھی شخصِ خواب خواب میں | خالق و مخلوق دونوں ایک کا ہے پرتوا
غیر ہے پرخاش کس کو وہ تو زیبِ حسن ہے | زینتِ محفل ہے محفل نشیں تو کب تھا
جس طرح شاہی محل میں کاخ عالیشان ہو | اس میں آئینہ خانہ روح پرور دل فزا
سقف پر اور سطح پر دیوار و در پر ہر طرف | راست و چپ پائیں بالا ہو لگا شیشہ جڑا
واں ہے مصروفِ خود آرائی کوئی زیبا نگار | جس طرف دیکھے نہ دیکھے دوسرا اپنے سوا
آئینہ خانہ ہے عالم تو ہے وہ زیبا نگار | تو ہی تو ہے ہر طرف کوئی نہیں ہے دوسرا
گرچہ تو سب میں ہے سب سے اور سب پر ہے محیط | پھر ورا سب سے ہے سب سے الگ سب سے جدا
جس طرح ہے گرچہ جنبش میں ہی نیرنگِ سراب | لیکن اس سے ریگ صحرا تر نہیں ہوتی ذرا
چھپتے چھپتے میں جس طرح رسی نظر آتی ہے سانپ | اصل میں لیکن ہے رسی مار سے ہے وہ جدا
جس طرح ہے خواب کی کیفیت امید و بیم | بن نہیں جاتی ہے حصہ خواب بیں کی ذات کا
جس طرح ہے برگ نیلوفر نہیں ہوتا ہے تر | سب طرف سے گرچہ وہ پانی میں ہے ڈوبا ہو گھرا
تو بھی ہے اس طرح ہر شے میں مگر سب سے الگ | تو بھی ہے اس طرح ہر شے میں مگر سب سے جدا

پاک ہے آکاش جیسے ہر طرح کی لوث سے | کوئی شے اسکو ملوث کر نہیں سکتی ذرا
پھر اسی آکاش میں جب ابر ہوتا ہے محیط | اک اندھیرا سا نظر آتا ہے بس چھایا ہوا
دمبدم بجلی چمکتی ہے گرجتا رعد ہے | زور ہے اور شور ہے چلتی ہے طوفانی ہوا
مینہ برستا ہے چھما چھم اور اک دریائے آب | چشم بینا دیکھتی ہے موجزن امڈا ہوا
کون کہہ سکتا ہے اس حالت کو دم بھر دیکھ کر | یہ بھی آکاس ہے جیسی پہلے کچھ نہ تھا
ٹھیک جو طوفان کے پہلے تھا وہی طوفان کے بعد | اور طوفان میں بھی ہے آکاش جوں کا توں کھڑا
ابر و باد و برق و رعد و بارش و باران آب | ایک سے بھی وہ ملوث ہے نہ ہوگا اور نہ تھا
یوں ہی تجھ میں کائنات اٹھ کے اپنی لو بسیط | اور کچھ دم ٹھہر کر ہو جاتی ہے آپ ہی فنا
کیوں اٹھی اور پھر کیوں مٹ گئی آخر ہے کیا | اعترافِ عجز کرتی ہے یاں طبع رسا
فہم قاصر ہے یہاں ادراک قاصر ہے یہاں | یہ تماشا ہو کیوں جلوہ گر تجھ میں ہوا
گرچہ سب ہے تو ولیکن پھر بھی کہتا ہے وجود | چشم بینا دیکھ تو ہے کیا تماشا ہو رہا
کارخانہ تیری قدرت کے سمجھتا کون ہے | ہے تماشا دوست بس تو ہی ہے آنکھیں کھولتا
قادرِ مطلق ہے تو ہر جزو اور کل پر قدیر | صانع بے منت اسباب بیچون و چرا
ایک شمہ تیری قدرت کا ہے سارا ہی جہان | اک کرشمہ تیری صنعت کا ہے یہ ارض و سما
ہے مکان تجھ میں سقیم افلاک سے تا خاک | ہے زماں پر تو محیط از ابتدا تا انتہا
تیرا ایوان نہی ہی کا کمترین حاکم قدر | تیرے ایوانِ شہی کا کارکن ہے قضا
تابع فرماں ہیں تیرے سب جماد اور عقول | ہیں مطیع حکم تیرے سب عناصر اور قویٰ
خوف سے تیرے رواں ہے مہر روشن ماہ ہے | خوف سے تیرے رواں ہے آب چلتی ہے ہوا
اپنی قدرت میں نہ تجھ کو خواہش ہے نہ سعی کی | اپنی صنعت میں نہیں محتاج تو آلات کا

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

نہ عتیقہ اس کا جدید ہے۔ نہ جدید ہو کے کہن ہوا
نہ کلام اس کا مجید ہے وہ کلیم اب ہے نہ پہلے تھا

نہ کسی صحیفے میں ہے نشاں نہ کسی کتاب میں کچھ پتا
نہ ملا رچاؤں میں وید کی نہ وہ پوتھیوں میں ہمیں ملا

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے۔ کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

کہو شیخ سے کہ وہ کعبہ میں نہ تو اب ہے اور نہ پہلے تھا
کہو برہمن سے کہ مندروں میں ملے گا اس کا نہ کچھ پتا

کہو گیانیوں سے کہ گیان میں نہ وہ جب ملا نہ وہ اب ملا
کہو یوگیوں سے کہ یوگ سب ہے نظر میں میری ڈھکوسلا

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے۔ کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

نہ وہ ہست ہے نہ وہ نیست ہے۔ نہ وہ ظلمت اور نہ نور ہے
نہ وہ راستی ہے نہ کذب ہے۔ نہ وہ حلم ہے نہ غرور ہے

نہ وہ عرض ہے نہ وہ طول ہے نہ قریب ہے نہ وہ دور ہے
نہ فرشتہ ہے نہ وہ دیو ہے نہ پری ہے اور نہ حور ہے

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے۔ کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

نہ تو اسکی صورت و شکل ہے کہ ہے کسی کے وہ دھیان میں
نہ وہ چیز کوئی ہے خارجی جسے لائیں کھینچ کے گیان میں

نہ کثیف جسم و لطیف وہ کہ ملے زمان و مکان میں
ادھر آؤ اے مرے دوستو کہوں بات رمز کی کان میں

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے۔ کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

نہ وہ عرش پر نہ وہ فرش پر نہ جہان و کون و مکان میں ہے
نہ خلا میں ہے نہ ملا میں ہے نہ زمیں میں ہے نہ زماں میں ہے

نہ وہ موسموں میں ہے جلوہ گر۔ نہ بہار اور خزاں میں ہے
نہ وہ دل میں ہے نہ دماغ میں نہ کسی کے وہم و گماں میں ہے

نہ عدم میں ہے نہ وجود میں۔ کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

نہ وہ مندروں میں نہ مسجدوں میں نہ معبدوں میں مقیم ہے
نہ وہ دیر اور حرم میں ہے۔ نہ وہ حادث اور قدیم ہے

نہ سمیع ہے نہ خبیر ہے، نہ رحیم ہے نہ کریم ہے
یہاں صوفیوں کو ہیں حیرتیں یہاں دنگ عقلِ حکیم ہے

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے۔ کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

تجھے آہ کسکی تلاش ہے، شب و روز کسکی ہے جستجو
تجھے کس سے ملنے کی چاہ ہے تجھے کس کے وصل کی آرزو

وہاں احدیت ہے نہ فردیت نہ انانیت کی ذرا بھی بو
وہاں نام ہیں نہ صفات ہیں نہ وہاں میں نہ وہاں ہے تو

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے، کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

نہ وہ ملتوں میں ملا کبھی نہ وہ مذہبوں میں ملا کبھی
نہ فضول بحث و مباحثے نہیں نکت کچھ بھی صلا کبھی

مجھ سے گل پوچھتے ہیں باغ میں گلشن کیا ہے ۔ دید گلزار کا برسوں سے ہمیں سودا ہے
آدمی پوچھتا ہے مجھ سے خدا کیا شے ہے ۔ عمر برباد گئی ہم نے نہ جانا ہتے ہتے
چشم بینا پہ ہے کچھ پردۂ غفلت طاری ۔ کیا سوالاتِ جہالت ہیں زباں پر جاری
مجھے سُن سُن کے ہنسی آتی ہے اللہ اللہ ۔ واہ کیا بات ہے کیا بات ہے کیا بات ہے واہ
مچھلیاں بحر میں ہیں بحر سے آگاہ نہیں ۔ گو ہوا میں ہیں طیور اُن کو ملی راہ نہیں
گل میں گلزار میں پر اُنہیں گلزار کی چاہ ۔ اور انسان کو اللہ کے دیدار کی چاہ
جس خدا کی تجھے رہتی ہے شب روز تلاش ۔ وہ جدا تجھ سے کبھی بھی نہیں ای نیک معاش
ہے پس و پیش وہی اور چپ و راست وہی ۔ دُور ہرگز نہیں ہر دم ہے ترے پاس وہی
دُور نزدیک کا لاؤ نہ طبیعت میں خیال ۔ کمت تم آپ ہو پھر کیسی جدائی و وصال۔

پیارے جگیاسو مجھے جواب بالکل نہیں مجھے تو اِس طرح سمجھا دیجئے جیسے ہتیلی پر رکھی ہوئی کوئی چیز ہے۔

عارف۔ آنپشد میں آیا ہے کہ جاننے والے کو کس طرح جانیں۔ برہم کوئی جاننے کے لائق ہے جو میں بتاؤں نیتی نیتی“ یعنے برہم یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔

جائے رہایش خدا۔ ”نیتی نیتی“

یعنی برہم یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

سنو ذاتِ حق نہیں وید نی کہ تمہیں پکڑ کے دکھائیں ہم ۔ نہ وہ شے ہے کوئی شنید نی کہ تم آؤ اور سنائیں ہم
نہ سُراغ اُس کا نہ کچھ نشاں کہ پتا کسی سے لگائیں ہم ۔ کہیں سب سے کیوں نہ کھلا کھلا ہمیں کیا غرض جو چھپائیں ہم
نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

نہ وہ خاک ہے نہ وہ آگ ہے نہ ہوا ہے اور نہ آب ہے ۔ نہ وہ جاگنے کی مثال ہے نہ بسان عالم خواب ہے
نہیں بے خودی سے غرض اُسے نہ ہی خودی سے خراب ہے ۔ نہ نمود اُسکی ہے واقعی نہ وہ مثلِ موجِ سراب ہے
نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

سنو میری وہ غلطی ہے یہ جو کہتے ہیں خدا ہے وہ ۔ یہ غلط ہے اور یہی دوستو کہ ہم اور تم سے جدا ہے وہ
نہ وہ وہم لوں کا [illegible] نہ دلیل اہلِ [illegible] ہے وہ ۔ میرے دل پہ نقش نگیں کی طرح بس اس طرح سے کھدا ہے وہ

نہیں دکھایا۔ بلکہ تمہارے دوست کیشو آنند کو بھی دکھا کر تمہارے پاس بھیجا۔ تم خود بھی اُسے دوبارہ دیکھ آئے۔ اور گاؤں میں سے جا ہے جسکو آج روانہ کرو وہ بھی دیکھ آئیگا۔ وہ ہے کچھ نہیں میرے من کا کھیل ہے۔ شنکر! جس جگت کو تم جاگرت کا سچا کھیل سمجھے بیٹھے ہو۔ وہ کچھ نہیں ہے صرف ایک خواب ہے۔ رات کو جو تماشے تم دیکھتے ہو وہ ایک طرح کے خواب ہیں۔ کیونکہ تم نے انکو ایسا ہی مان رکھا ہے۔ بیداری کے خواب کو تم نے اور طرح کا مان رکھا ہے۔ لیکن ہیں دونوں خواب روز دیکھتے ہو کیا کیا عجیب تبدیلیاں تمہاری نظر کے سامنے ہوتی ہیں۔ کہ نہ مکان کوئی چیز ہے نہ زمان کوئی چیز ہے۔ نہ علت کوئی شے ہے۔ خواب میں بھی یہی حال ہوتا ہے۔ تبدیلیاں ان دونوں طرح کے خوابوں میں ہیں۔

تم ذات غیر متبدل ہو۔ تم دیکھنے والے ہو۔ تم سچ آنند گھن چیتن آتما ہو۔ یہ درشیہ جات جو کچھ ہے سب برہم روپ ہے۔ اس بھرم کو چھوڑو۔ اور اپنے سروپ میں ستھیت ہو جاؤ۔ جو آنند کا سمندر ہے۔ یہ کہکر بھگوان وشنو انتردھیان ہو گئے۔

شنکر نے جب یہ باتیں سنیں اور غور کیا تو جاگرت کا عالم اُسے بالکل خواب کی طرح معلوم ہونے لگا۔ اور پھر گنگا و جسم بعینہٖ یہ معلوم ہونے لگا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ یہ صورتیں جو میری نظر کے سامنے ہیں میں ان سے علیحدہ چیز ہوں پھر یہ منظر بھی اسکی نظر کے سامنے سے ہٹا اور اس نے یہ ظہور دیکھا کہ اوپر نیچے۔ آگے پیچھے۔ دائیں بائیں ایک سچ آنند گھن ستو ایک ہے اور وہ میں ہی ہوں جس سے وہ سرور حقیقی حاصل ہوا کہ اندیہ ہو سکتا ہے۔ لیکن بیان کی حد سے باہر ہے۔ سمادھی سے کچھ دیر بعد آنکھ کھلی تو بیرونی دنیا اُسے پھر نظر آئی لیکن تمام دنیا اُسے اپنی آتما ہی نظر آتی تھی۔ اور دوئیت بھاؤ طبیعت سے بالکل نکل گیا تھا۔ اب وہ جیون مکتوں کی زندگی بسر کرنے لگا۔

اندرپرست میں جب راجسو یگیہ ہو چکا اور سب مہمان رخصت ہو چکے۔ پانڈوں نے بڑی محبت سے دریودھن کو کچھ دنوں اپنے پاس ٹھہرایا۔ اور بڑی خاطر تواضع کی۔ ایک دن دیو دانو کا بنایا ہوا عجیب و غریب محل اُسے دکھانے لگے۔ اس محل کے فرش میں ایک جگہ بیش بہا شفاف پتھر اور شیشے اس خوش اسلوبی سے جوڑے تھے کہ آب رواں معلوم ہوتا تھا۔ جھلکیں کھاتا ہوا دریا نظر آتا تھا۔ اس جھوٹ موٹ کے لہریں مارتے ہوئے پانی کو دیکھ کر دریودھن دھوکا کھا گیا۔ اُسے موجزن آب سمجھ کر پار جانے کی خاطر کپڑے اتارنے لگا۔ یہ دیکھ کر بھیم سین اور دروپدی وغیرہ حاضرین نے زور سے قہقہہ لگایا۔ پیارے جگیاسو! یہ عالم مایا کا رچا ہوا (تعمیر کردہ شدہ) ایسا ہی مکان ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا +

برہم کیا ہے؟ جواب۔ شدھ گیان۔ وہ اپنا آپ ہے۔

مچھلیاں پوچھتے ہیں مجھ سے سمندر کیا ہے	باہر اس نحبت کے کیا چیز ہے اندر کیا ہے
پوچھتے مجھ سے ہیں طائر کہ ہوا ہے کیا چیز؟	متحرک ہے کہ ساکن ہے نہیں ہے کو تمیز

جاگتے میں مجھے کیوں سچا نظر آیا۔ بھگوان وشنو پھر مسکرائے اور کہنے لگے کہ شنکر جسے تم سچی دنیا سمجھے ہوئے ہو وہ سچی نہیں ہے۔ خواب کی طرح محض عالم خیال ہے۔ دنیا سچی ہوتی تو ہمیں اشیائے خارجی کا علم ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ گیاتا اور گیہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ عالم اور معلوم میں بعد المشرقین ہے۔ معلوم مجرد ہے۔ عالم چیتن ہے۔ اِن دونوں میں تعلق کیسے ہو سکتا ہے۔ دنیا کے شاستر کار فلسفی اور حکیم ٹکریں مار کر مر گئے۔ لیکن بیرونی اشیا کے علم کا عقدہ کسی سے حل نہیں ہوا۔ یہ لوگ یہی غلطی کر رہے ہیں کہ جھوٹے جگت کو سچا سمجھ رہے ہیں حالانکہ بیداری کا تمام عالم بھی اِسی طرح گیان کے سمندر آتما میں آدرے ہوتا ہے۔ جس طرح خواب کا عالم۔ پس شنکر تمہارے پانچ مہینے کا سفر اور مایا نگر وغیرہ جو تم نے اِس سفر میں دیکھے سب تمہارے اسی من کا کھیل تھے جس نے گنگا کے جل میں تمہیں تماشا دکھایا تھا۔

شنکر نے کہا مہاراج میں آپکی کرپا سے سمجھا کہ گنگا میں غوطہ مار کر جو تماشہ میں نے دیکھا وہ میرا منوراج تھا۔ اور چونکہ وہ میرے من میں بس گیا تھا اور مجھے شب و روز اسی کا خیال لگا رہتا تھا عالم بیداری یعنی سفر میں بھی وہی صورتیں میری نظر کے سامنے رہیں۔ اور مجھے یہ معلوم ہوتا رہا کہ میں سچی دنیا دیکھ رہا ہوں۔ لیکن گنگا میں جو نظارہ نظر سے گذرا اور بعد میں سفر میں جو تماشا دیکھا وہ دونوں میرے منوراج تھے۔ سری مہاراج منوراج اسی آدمی کو نظر آیا کرتا ہے جسنے وہ منوراج رچا ہے۔ مثلاً میں اس وقت یہ تصور کرتا ہوں کہ ہاتھی میرے سامنے کھڑا ہے۔ وہ ہاتھی مجھے ہی نظر آئیگا۔ اور کسی کو نظر نہیں آ سکتا۔ پھر میرا منوراج میرے دوست کیشو آنند کو کیونکر نظر آیا۔ وہ وہاں کیونکر پہنچے اور اُنہوں نے مہینوں سفر کرنے کے بعد مجھے کیونکر آ کر کہا۔

یہ سنکر مہاراج مسکرائے اور کہا شنکر تمہارا بھرم نہیں جاتا پنڈت اور سمجھدار ہو کر کیسی بچوں کی سی بات کر رہے ہو جو من گنگا میں چانڈال کی تمام زندگی رچ سکتا ہے۔ جو من پانچ مہینے باہر پھرا کر مایا نگر وغیرہ کی بہتر رچنا آپ چکر دیکھ سکتا ہے کیا اُس میں اتنی شکتی نہیں ہے کہ ایک دوست کو وہی رچنا دکھا کر اور اپنے پاس بلا کر اُس کا حال سُنے۔ کیا وہ یہ نہیں کر سکتا کہ تمام نند گاؤں کے رہنے والے نکل جائیں اور سارا تماشا دیکھ آئیں اور آ کر کہیں ہم نے یہ تماشا دیکھا۔ تمہیں میں یہ سب طاقت موجود ہے لیکن چونکہ تم نے اپنے آپ کو محض بے طاقت سمجھا ہوا ہے۔ اِس واسطے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔

چونکہ میں اِس بھرم یا پندار کے پنجے میں گرفتار نہیں ہوں اس وجہ سے ستیہ سنکلپ ہوں۔ اپنی من سے جو رچنا رچتا ہوں وہ سبکو ویسی ہی نظر آتی ہے جیسی لگاہِ تصور سے میں خود دیکھتا ہوں۔ چونکہ تم مایا کا تماشا دیکھنے کے خواہشمند تھے۔ میں نے اپنے سنکلپ میں تمہارا چانڈال کے گھر پیدا ہونا۔ اور پھر مایا نگر میں راجا ہونا رچا۔ اور اُسے صرف تمہیں ہی

بھتنی یونی وناٹوں کے دلچسپ حالات سنائے۔ اب شنکر گھر پر رہنے کو رہتا تھا لیکن کیا سفر میں اور کیا گھر پر اُس کی طبیعت نہایت بیقرار تھی۔ رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ چانڈال کے گھر جنم اور مایا نگر کا راج جو میں نے گنگا میں غوطہ مار کر دیکھا وہ محض میرا تصور و منوراج تھا۔ لیکن جاگرت یعنی عالم بیداری میں پانچ مہینے سفر کر کے ہمنے اُسے کیونکر دیکھا۔ سوچتا تھا لیکن معاملہ سمجھ میں نہیں آتا تھا عقل حیران تھی اور دل کو سخت پریشانی تھی۔ آخر سوچا کہ بھگوان وشنو جی اِس عقدہ کو حل کرینگے انہیں سے پوچھئے یہ سوچکر وہ پھر سابق کی طرح بھگوان وشنو سے آرادھنا کرنی شروع کی اور وشنو بھگوان نے پھر اُسے درشن دیئے۔ شنکر نے ہاتھ باندھ کر صدق دل سے اُنکی استتی کی۔ مہاراج نے مسکرا کر پوچھا کہو شنکر تم نے مایا کا تماشا دیکھا؟ اور تمہارا شوق پورا ہوا؟ شنکر نے کہا مہاراج! تماشا تو ایسا عجیب دیکھا کہ عمر بھر نہیں بھولونگا۔ لیکن سمجھ میں کچھ نہیں آیا سخت حیران و پریشان ہوں۔ مہاراج نے کہا شنکر اس میں حیرانی کی کیا بات ہے مایا کے تو معنی یہی ہیں کہ چیز کا وجود نہیں ہے اور وہ آنکھوں کے سامنے کھڑی ہے۔ جیسے رسی میں سانپ۔ ریگ صحرا میں امواجِ سراب۔ آکاش یعنی خلا میں باغ عالم خواب کی دنیا سب اُسی کی مثالیں ہیں۔ یہ واقع میں کچھ بھی نہیں لیکن ہر ایک چیز ایسی صاف صاف و جیتی جاگتی نظر آتی ہے کہ کسیکو اُسکے وہمیہ ہونے کا خیال تک بھی نہیں گذرتا۔ اسیطرح تمنے اپنے من کی واسنا سے گنگا میں غوطہ مار کر تمام تماشہ کا نظارہ کیا ہے۔ شنکر بولا بھلا مہاراج میں اپنی واسنا یا خواہش سے چنڈال کے گھر جنم کیوں لینے لگا اور پھر اتنی تکلیفیں اُٹھانا اور اپنے باپ اور خسر کو جوتیوں سے پٹوانا۔ اِس تماشے میں میری واسنا کا دخل ہرگز نہیں ہو سکتا۔

بھگوان مسکرا کر بولے شنکر جیو انادی ہے ایک نہیں اسکے اننت جنم ہو چکے ہیں اور ہر ایک کی لا انتہا واسنائیں یا خواہشیں اُسکے ساتھ ہیں۔ انہیں کے مطابق اور کرم پھل کے موافق اُسے جاگرت اور سپن میں سکھ یا دکھ کا بھوگ ہوتا ہے۔ اُسے معلوم نہیں ہوتا کہ اپنے تمام سکھ یا دکھ کا کارن خود میں ہوں۔ لیکن بات یہ ہے کہ اُسکے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ پس تمنے جو چنڈال کے گھر جنم لیا۔ وہ تمہاری ہی پُرانے سنسکار کے باعث سے تھا۔ تمہارے پاپ کرم ودے ہوئے ہیں اور انہوں نے تمہیں یہ تماشا دکھایا ہے۔ گو تمہیں اُنکی خبر نہیں ہے۔ رہا تمہارے باپ اور خسر کا جوتیوں سے پٹنا وہ بھی تمہارے سلسلۂ خیالات کا نتیجہ ہے۔ اِس سے زیادہ اور کیا قدرتی بات ہو سکتی ہے کہ نیچ آدمی شراب پئیں گھڑا بھر کر اُن میں گالی گلوچ جوتی پیزار ہونی لازمی امر ہے اور مہمان نوازوں کا پٹنا بھی ضروری ہے۔

شنکر کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور کہنے لگا مہاراج گنگا جل میں میں نے جو تماشا دیکھا وہ بیشک میرا ہی تصور یا منوراج تھا۔ اور میری تشویش و واسنا سے اِسی طرح پیدا ہوا جس طرح سوتا ہوا آدمی خواب دیکھتا ہے۔ لیکن میں تو عالم بیداری میں پانچ مہینے پھر کر بھی صورِ خیالیہ کو دیکھتا رہا ہوں۔ خواب کی صورتیں تو بیداری میں غائب ہو جاتی ہیں۔ اگر مایا نگر خواب تھا۔ تو

اُنکے سی میرے پرانے دوست ابتک مجھ پر ہنسا کرتے ہیں۔ کسی مسخرے نے آپ کو بھی یہ قصہ سنا دیا ہوگا۔ لیکن انکو سزا بھی خوب ہی ملی۔ کمبخت غلیظ میلے آدمی۔ نہ کبھی نہائیں نہ دھوئیں۔ برسوں کی پھٹی پرانی گلی سڑی گندڑیاں جمع کرکے رکھیں تھیں۔ آخر یہاں سے دو روز کی راہ ایک گاؤں ہے وہاں جاکر سب وہیں مر گئے۔ ہم گاؤں والے اب چین سے رہتے ہیں اور چوری چکاری کا پہلا سا اندیشہ نہیں رہا ہے۔ شنکر وہ سب کی باتیں سنکر ہنستا رہا۔ رات اُسنے وہاں گذاری۔ صبح اپنا رستہ لیا۔ تیسرے روز اُس گاؤں میں پہنچا جہاں اُسکے کئی رشتہ دار وہیں مرے تھے۔ یہاں سے وہ جنگل میں داخل ہوا اور کئی ہفتہ میں جنگل طے کرکے اُس میدان میں پہنچا جہاں ہاتھی نے اُسے راجہ بنایا تھا۔

دروازہ سے وہ شہر میں داخل ہوا۔ تمام بازار اور گلی کوچوں سے چپے چپے سے واقف تھا کہ یہ فلاں امیر کی حویلی ہے یہ فلاں امیر کا مکان ہے۔ یہ پردھان کا محل ہے۔ یہ فلاں بازار ہے یہ فلاں کوچہ ہے۔ مکان اسباب سے بھرے ہوئے بدستور کھڑے تھے لیکن آدمی اور آدمزاد کا نشان نہیں تھا۔ چلتے چلتے وہ اپنے محلوں میں پہنچا۔ اُس کا ایک ایک کمرہ جانا پہچانا تھا وہ روز کے جلسہ عیش وعشرت کے سامان۔ ریاست کے کاروبار سب اُسکی نظر میں پھر رہے تھے کیا ہی تعجب خیز اور حیرت انگیز خواب تھا۔ آدمی تمام خواب خیال ہوگئے لیکن مکان ویسے ہی کھڑے ہیں محلوں سے نکل وہ گاؤں کے قریب آیا۔ یہاں کئی آدمی کھڑے تھے۔ اِن میں سے بعض آس پاس کے گاؤں کے پٹیل نمبردار زمیندار تھے شنکر انہیں دیکھتے ہی پہچان گیا اسکو حیرت زدہ دیکھکر ایک آدمی کہنے لگا کہ مہاراج اس نگر میں جو آتا ہے وہ حیرت سے عالم تصویر بن جاتا ہے۔ آپ ذرا چار پانچ مہینے ہوئے ایک سادھو کیشو آنند آیا تھا۔ وہ بھی اسی طرح حیران ہو گیا تھا۔ شنکر کو یہ سنکر اور بھی حیرت ہوئی۔ لوگوں نے اُسے تمام حال سنایا۔ یہاں دس برس تک ایک چانڈال حکومت کرتا رہا اور سب اسکے ساتھ کھاتے پیتے رہے۔ نگر باسیوں کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو دھرم کے نشٹ ہو جانے سے سب پرائسچت میں جل کر مر گئے۔ ایک نے کہا ان میں میرا باپ بھی تھا۔ دوسرے نے کہا میرے دو بڑے بھائی بھی تھے۔ غرض ہر ایک شکایت کرتا تھا اور شنکر چانڈال کو گالیاں دیتے تھے۔ شنکر نے پوچھا تم میں سے کسی نے اس چانڈال کو دیکھا بھی تھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ دیکھا کیوں نہ تھا سب نے دیکھا تھا ایک نے کہا۔ مہاراج آپ کا سا رنگ گندمی۔ بدن چھریرا۔ اور قد چھوٹا سا ہے۔ دوسرے نے کہا وہ مہاراج نہیں وہ تو توے کی طرح کالے رنگ کا تھا۔ اُسکی عمر بھی ساٹھ برس سے کم نہ تھی۔ اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے سب وہاں سے چلے۔ رات کو شنکر نے نمبردار کے گاؤں میں اسکے مکان پر قیام کیا۔ راجگی کی حالت میں بھی وہ کئی مرتبہ اس گاؤں میں آیا تھا اور نمبردار کے ہاں رہا تھا۔ صبح ہوتے شنکر نے گھر کا رخ کیا۔ انہیں مقاموں سے گزرتا ہوا کوچ و مقام کرتا ڈھائی مہینے بعد گھر پہنچا۔ اس آنے جانے میں قریباً پانچ مہینے لگے۔ گھر والے اور گانو والے اسکے واپس آنے سے بہت خوش ہوئے۔ شنکر نے انہیں جنگلوں اور

کیشوآنند کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں مہینوں سے زیادہ ہوئے مایانگر کو میرا دوست اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہے کیسی تعجب کی جگہ ہے اور کیا ہی حیرت کا مقام ہے۔ کیشوآنند نے جو اُسے اِس طرح دریائے استعجاب میں غرق دیکھا تو کہا کہ مجھے بھی تمہاری طرح حیرانی ہوتی تھی۔ لیکن ایشور کی مایا کے عجیب و غریب کارخانے ہیں۔ شنکر نے اُس سے دریافت کیا کہ مایانگر یہاں سے کس طرف واقع ہے اور کتنی دُور ہے اور راستے میں کون کون سے مقامات آتے ہیں۔

کیشوآنند ہنسنے لگا۔ کیا آپکا وہاں جانے کا ارادہ ہے۔ شنکر نے مُسکرا کر جواب دیا کہ ایسا عجیب شہر تو بیشک قابل دید ہے۔

کیشوآنند نے کہا دور بہت ہے۔ یہاں سے ٹھیک جانب جنوب دو ماہ۔ کیشوآنند دوایک روز ٹھہر کے رخصت ہو گیا۔ اُس وقت شنکر نے جنوب کا رستہ لیا۔ سات روز تو ایسے مقامات سے گذرتا رہا جن میں پہلے ہو آیا تھا۔ گر ہفتہ عشرہ جنوب کی طرف چلتے چلتے اُسی گانو میں پہنچا جہاں وہ چنڈال کے گھر پیدا ہوا تھا اور طفلی و جوانی میں اکثر آنکر رہا تھا اور اُسکی حیرت و تعجب کی حد نہیں رہی۔ کیونکہ وہاں کا حال چپہ چپہ اسے معلوم تھا۔ کہ اس درخت پر چڑھ کر جامنیں توڑا کرتا تھا اور اپنے بھائی بہنوں کے لئے نیچے بھی پھینکتا جاتا تھا۔ اِس نالے کے کنارے ایک دفعہ تمام قبیلہ ایک ماہ سے زیادہ ٹھیرا تھا۔ اِس راستے سے سب اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ اُس نے بہت سے آدمی دیکھے جو صورت آشنا معلوم ہوتے تھے۔ اِس میں شک نہیں جنہیں بچّا سا دیکھا تھا وہ اب ادھیڑ تھے۔ اور جنہیں جوان دیکھا وہ اب بڈھے ہو گئے تھے۔ لیکن بہت سی صورتیں صاف پہچانی جاتی تھیں اور بہتوں کے نام اُسے معلوم تھے۔ وہ اُن سے شنکر چانڈال اور اُسکے قبیلے کی نسبت پوچھا بھی چاہتا تھا۔ لیکن ہمت نہیں ہوئی۔ رات کو اُسنے اسی گانو میں قیام کیا۔ دوسرے روز یہاں سے چلا تو جہاں سے گزرا وہ تمام مقامات اچھی طرح سے جانے پہچانے معلوم ہوتے تھے۔ کیونکہ خانہ بدوشی کے زمانے میں وہ اکثر یہاں سے گزرا تھا اور رہا بھی تھا کئی روز اسی طرح چلتا رہا۔ آخر اُسے وہ گاؤں ملا جہاں اُسکی شادی ہوئی تھی۔ شنکر نے گاؤں کے باہر وہ جگہ دیکھی جہاں دعوت اور دعوت کے ساتھ جوتی پیزار ہوئی تھی۔ گانو میں آیا تو اکثر لوگوں اور اُنکے ناموں سے واقف تھا۔ بزاز کی دکان جہاں سے کپڑا خریدا تھا۔ اور درزی کی دکان جہاں سلوایا تھا۔ بدستور موجود تھیں۔ لیکن دوکاندار بڈھے ہو گئے تھے۔ چلتے چلتے۔ وہ دوکان ملی جہاں سے اُسکی ماں نے لوٹا اُٹھایا تھا۔ بوڑھا دوکاندار بیٹھا تھا۔ شنکر اُسے اشیرباد دیکر بیٹھ گیا۔ دوکاندار نے اُتھی و برہمن سمجھکر شنکر کو بھوجن کرایا۔ پھر اِدھر اُدھر کے تذکرے ہونے لگے۔ باتوں باتوں میں شنکر نے اُس سے پوچھا کہ یہاں کنجروں کا ایک قبیلہ آیا تھا۔ اور اُس میں ایک نوجوان کنجر شنکر بھی تھا۔ آپ کو ان لوگوں کا حال معلوم ہے۔؟

بوڑھا دوکاندار مسکرایا اور کہنے لگا۔ مہاراج بڑی پرانی بات پوچھی۔ ہاں یہ لوگ آیا کرتے تھے۔ اور کیا بتاؤں بڑے ہی بدمعاش تھے۔ شنکر کی ماں میرا لوٹا چرا لے گئی۔ اور اُسکے شیطان بیٹے نے اُلٹا دو روپیہ جرمانہ مجھ پر کرایا۔ جگ ہنسائی ہوئی سو

آپکو منکلر ہے آپکی مایا اپرم پار ہے۔

شنکر اپنی کٹی میں بیٹھا یہ سوچ رہا تھا کہ ایک سادھو وہاں آیا یہ شنکر کا پرانا رفیق تھا۔ آتے ہی اُسنے کہا کہ شنکر مہاراج آج تو بڑے چنتا ساگر میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہو۔ شنکر نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا۔ کیشوانند جی آئیے آپنے تو بڑے دن بعد درشن دیئے۔ کہاں رم گئے تھے۔ پھر شنکر اُٹھا اور کیشوانند سے بغلگیر ہوا۔ اور پوچھا تم دبلے سوکھ کر کانٹا کیسے ہو رہے ہو۔ کیشوانند نے کہا کہ کچھ نہ پوچھو میں ایک بڑے ان ارتھ کے ستھان میں جا پھنسا تھا۔ اس پاپ کے پرائشچت میں مجھے سخت برت رکھنے پڑے یہی باعث ہے کہ اتنا دبلا ہو گیا ہوں۔ یہ سنکر شنکر کو مایا نگر میں اپنا ان ارتھ یاد آیا۔ اور نہایت شوق سے پوچھا کہ بات تو کہو کیا ہے؟ کیشوانند نے کہا کہ میں ایک عجیب مقام میں پہنچا۔ شہر بڑا عالیشان تھا بازار فراخ۔ مکان پختہ اور دو منزلے۔ سہ منزلے۔ باغ۔ کنوئیں۔ تالاب کثرت سے۔ لیکن اس بڑے شہر میں آدمی زاد کا نام و نشان نہ تھا۔ مکان کھلے پڑے تھے۔ اسباب جوں کا توں رکھا ہوا۔ مگر اُسے برتنے والا کوئی نہیں۔ میں بڑی حیرت میں تھا کہ ہے پرماتما یہ ماجرا کیا ہے۔ بڑے بازار سے گذرتا ہوا آخر راجہ کے محلوں تک پہنچا۔ وہاں بڑا میدان تھا اور اُس میں ایک بڑا بھاری تالاب تھا۔ اُسکے کنارے دو آدمی کھڑے تھے۔ اس تالاب میں بجائے پانی کے راکھ بھرا ہوا تھا۔ میں نے اِن آدمیوں سے پوچھا کہ یہ شہر خبات کی بستی ہے۔ تم آدمی ہو یا کوئی اور مخلوق ہو۔ مجھے بتاؤ تو کیا ماجرا ہے؟

اِن میں سے ایک نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ مہاراج کچھ نہ پوچھو یہاں بڑا ان ارتھ ہوا ہے۔ یہ شہر نہایت آباد تھا۔ اور یہاں بڑے بڑے راجا ہو گزرے ہیں اُنہیں کے یہ محل اور تالاب ہیں۔ سب سے پچھلا راجہ ایک چانڈال تھا جو دس برس راج کرتا رہا۔ سب اُسکے ساتھ کھاتے پیتے رہے اور کسی کو معلوم نہوا۔ آخر اُسکے کچھ رشتہ دار چانڈال یہاں آئے۔ اُنہوں نے بھانڈا پھوڑ دیا۔ نگر باسیوں کو اپنے دہرم بھرشٹ ہونیکا بڑا رنج ہوا۔ اور وہ اس اگنی کنڈ میں جل جل کر مر گئے۔ اسی میں وہ چنڈال بھی جان سے گذر گیا۔ ہم پاس ہی کے گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ اِدھر سے جاتے تھے دم کے دم کھڑے ہو گئے ہیں۔ مکانوں میں مال و اسباب بھرا ہوا ہے لیکن پاپ کے خیال سے اُسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ اتنے آدمیوں کا اِس طرح مرنا سنکر مجھے بھی سخت رنج ہوا۔ اور ایسے ان ارتھ استھان میں چلے جانے سے بڑے پاپ کا اندیشہ ہوا۔ اسکی شانتی کے لئے میں نے چاندراین برت رکھے۔ میرے دبلے ہونے کی یہی وجہ ہے اور عرصہ سے تم سے نہ ملنے کی یہی وجہ ہے۔ میں اُس نگر سے آتا ہوں وہ یہاں سے کم از کم دو ماہ کی راہ ہے۔

سادھو کیشوانند سے یہ حال سنکر شنکر کا اوپر کا دم اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ فرطِ حیرت سے بولا نہیں جاتا تھا۔ اور سوچتا تھا کہ یہ واقعات میرے من کے بھرم تھے۔ اور میں نے ابھی پانی میں غوطہ مار کر انہیں خواب کی طرح دیکھا تھا۔

اکرام دیکر رخصت کرو اور کہہ دو کہ پھر اس نگر میں نہ آئیں ۔

پردہان اور اعلیٰ عہدہ دار رخصت ہوئے اور انہوں نے کنجروں کو انعام و اکرام دیکر رخصت کیا۔ شہر میں راجہ کے کنجر ہونے کی افواہ پہلے ہی خوب مشہور ہو چکی تھی۔ پردہان اور اعلیٰ عہدہ داروں سے لوگوں نے آ آ کر پوچھنا شروع کیا اور جب انہیں بھی کہتے سنا کہ راجہ بیشک کنجر ہے تو سب کو بڑا رنج ہوا۔ اعلیٰ عہدے دار راجہ کے ساتھ کھاتے پیتے رہے تھے۔ اور اور لوگ ان عہدہ داروں کے ساتھ کھاتے پیتے رہے تھے۔ اہل شہر نے ایک بڑی سبھا کی اور باہم مشورہ کیا کہ بڑا غضب ہوا ہے کہ ہم ایک چنڈال کے ساتھ کھاتے رہے ہیں۔ ہمارا دوج دھرم نشٹ ہو گیا۔ اب کیا پرائشچت کرنا چاہیئے۔ سب کی یہ رائے قرار پائی کہ جس پاپ سے دھرم نشٹ ہوتا ہے اس کا پرائشچت سوائے اسکے کچھ نہیں کہ اگنی میں پرویش کر کے شدھی حاصل کی جائے یعنے ہم سب لوگ آگ میں جا کر مر جائیں۔ اس رائے کو سب نے منظور کیا ۔

راجہ کے محلوں کے نیچے ایک بڑا بھاری تالاب مدت سے خشک کیا گیا تھا وہاں لکڑیوں کے انبار کے انبار لوگوں نے گھروں سے لا لا کر ڈالنے شروع کئے۔ کواڑ، تختے، چھت کی کڑیاں غرض جہاں جہاں سے کاٹھ ملا سب لا لا کر اس میں ڈال دیا۔ اور ہر جگہ سے ایک مرتبہ ہی آگ لگا دی۔ جب آگ خوب دہک گئی تو اول پردہان اس میں کودا۔ اور پھر ہزاروں مرد و عورتیں اس طرح سے اس میں گرنے لگیں جس طرح شمع پر پروانہ گرتے ہیں اور جل جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں۔ رشنا اپنے محل پر سے یہ خطرناک نظارہ دیکھ رہا تھا۔ دل میں کہا دھکار ہے تیرے جینے پر۔ ارے پاپی تیرے باعث سے یہ شہر کا شہر جل جل کر مر رہا ہے تو بھی اس اگنی کنڈ میں کود اور جل کر مر جا۔ یہ سوچ کر رشنا اچھل پڑا۔

دیکھے تو کہیں ایا گھر ہے نہ اگنی کنڈ ہے۔ نہ لوگ اس میں کود کود کر جل جل کر مر رہے ہیں بلکہ آپ ہی گنگا کے نرمل جل میں غوطہ لگا کر سر اٹھایا ہے۔ دھوتی اور پوجا کی سامگری کنارہ پر رکھی ہے۔ غوطہ لگانے اور سر ابھارنے میں بھلا کتنی دیر لگتی ہے۔ اس لحظہ بھر میں اس نے کیا کیا منظر دیکھے اور کس طرح دیکھے۔ رشنا کو اس وقت یوں سمجھا کہ گنگا میں نہیں نہا رہا تھا۔ بلکہ دریائے حیرت میں غوطہ زن تھا۔ اور دریائے حیرت بھی وہ کہ جس کا وار نہ پار۔ وہ جوں توں نہا کر دریا سے باہر نکلا اور باغ میں آ کر سوچنے لگا۔ کیسی حیرت کی جگہ ہے کہ لحظہ بھر میں میں نے نپا پور گانو میں ستر برس جی کر اپنی وفات دیکھی۔ چانڈال کے گھر میں اپنا جنم، شیرخواری، طفلی، جوانی دیکھی۔ چانڈالنی کے ساتھ اپنی شادی دیکھی۔ چھ لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوتا دیکھا۔ سارے خاندان کا مرنا دیکھا۔ مایا نگر کا دس برس کا راج عیش و عشرت کے تمام سامان اور پھر اگنی کنڈ میں اس کا خاتمہ دیکھا۔ ایک لحظہ بھر میں دو جنم کے جنم بیت گئے۔ اور کیسے کیسے عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔ کیسے کیسے حیرت افزا مناظر نظر سے گزرے کہ وہم و گمان بھی ان کے خیال سے قاصر ہے۔ یہ وشنو کی مایا ہے۔ او ہو کیا اندر جال ہے کہ سمجھنے سے سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ بھگوان رشنا

خوش ہو سکتا تھا اس طرح مایا نگر میں اس نے دس برس سلطنت کی۔ گو ساٹھ برس کی عمر ہو چکی تھی لیکن بدن ویسا ہی گٹھیلا
قد ویسا ہی کشیدہ اور صحت ویسی ہی اچھی تھی۔ یہاں بھی رانیوں کے بطن سے اسکے چار لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں
جنکی خوشی میں بڑے بڑے جشن شاہانہ ہوئے۔ شنکر کا ہر روز روز عید تھا اور رات شب برات تھی۔

اِن دنوں دسہرہ کا میلا تھا۔ مایا نگر کا میلا دور دور مشہور تھا۔ چونکہ راجہ خود جلوس کے ساتھ میلے میں شریک ہوا کرتا تھا
چنانچہ دور دور سے لوگ تماشا دیکھنے آیا کرتے تھے۔ ایک روز راجہ جلوس کے ساتھ میلے سے واپس آیا تھا۔ اور خلق خدا کے ٹھٹ
کے ٹھٹ کھڑے سواری کا تماشا دیکھ رہے تھے ایک جانب کچھ کنجر بھی الگ کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے
کہا۔ ارے کوڈو ایدھر آ۔ اسنے کہا کیوں کدھیرا۔ وہ بولا ہو بہو یہ راجہ تو ہمارا رشتہ دار شنکر ہے جسکی شادی میری موسی کی بیٹی چندری
سے ہوئی تھی۔ کدھیرا نے کہا ارے وہی شنکر جس کا باپ اور سسر دونوں رات کو شراب پیکر خوب جوتیوں سے پٹے تھے۔
ہاں ابھی معلوم تو وہی ہوتا ہو۔ یہ یہاں آکر راجہ کیونکر ہو گیا۔ ان بے تہذیب وحشیوں نے یہ کلمات ایسی آواز سے کہے
تھے کہ آس پاس کے لوگوں ہی نے نہیں سنا۔ بلکہ راجہ اور پردھان نے بھی جو راجہ کے پیچھے ہاتھی پر بیٹھا تھا۔ صاف صاف سُنے
راجہ نے فوراً حکم دیا کہ ان کنجروں کو پکڑلو اور دربار میں لیچلو۔ سواری تو آگے نکل گئی۔ اور کنجر گرفتار ہو کر پیچھے پیچھے آئے جس نے
انہیں پکڑا ہوا تھا اُسنے پوچھا۔ انہوں نے کہا گناہ کیا ہے؟ اور اسے بھی یہی معلوم ہوا کہ یہ راجہ کو کنجر کہتے تھے۔ یہ افواہ شہر میں
آندھی کی طرح پھیل گئی چھوٹے بڑے سب کو معلوم ہو گیا کہ راجہ کنجر ہے۔ لوگ سرگوشیاں کرنے لگے اور جگہ بجگہ اس بات کا
چرچا ہونے لگا اور زد کرواد کا رنبد ہو گئے۔

کنجروں کو پکڑکر راجہ کے پاس لائے تو اُسوقت پردھان اور بڑے بڑے عہدہ دار سب موجود تھے راجہ نے اُن سے پوچھا
ارے تم ہمیں بازار میں ہمیں کیا کہتے تھے یہ سنکر کوڈو بولا کہ مہاراج آپکی صورت اور آواز بالکل ہمارے رشتہ دار چنڈری کے
خاوند کی سی ہو یہی جسنے بازار میں کہا تھا۔ اور یہی ہم یہاں کہتے ہیں۔ مارو یا چھوڑو۔ یہ سنکر شنکر کی نظر میں اپنی زندگی کے
تمام واقعات پھر گئے۔ اور وہ دیر تک دریائے حیرت میں غوطہ زن رہا۔ اسکی خاموشی سے پردھان اور تمام عہدہ دار بھانپ
گئے کہ راجہ حقیقت میں کنجر ہے اور انہیں کنجروں کا رشتہ دار ہے۔ جس ہیئت کذائی سے وہ روز اول مایا نگر میں آیا تھا
اور اسکی بے علمی اور شریفانہ اوضاع و اطوار کی ناواقفیت بھی اسکی تائید کرتی ہے۔ پردھان نے کہا کہ مہاراج مہاپرش سچ کو
کبھی نہیں چھپاتے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ درحقیقت آپکے رشتہ دار ہیں۔ اب آپ کہیئے اصل ماجرا کیا ہے۔ ہم نے کئی
بار پچھلا حال پوچھا لیکن آپنے کبھی نہیں بتایا۔ اس سے اور بھی یقین ہوتا ہو کہ یہ سچ کہہ رہے ہیں مثل مشہور ہے کہ ناش
کے سمے آدمی کی بدھی بپریت ہو جاتی ہے۔ شنکر کے منہ سے اس وقت یہی نکلا کہ تم انہیں میرا رشتہ دار سمجھتے ہو تو انعام

بیٹا یا دھوکا زندگی بسر کیا ہوں اور جوتے بیاز جنگلوں ہی میں ٹکریں مارتا پھرا۔ کہاں یہ خوشحالی و فارغ البالی کہ ایک ریاست کا راجہ ہوں تمام شہر میرے نام کے جے جے کار بولتا ہے اور میری زبان میں یہ طاقت ہے کہ حکم کرنے کی دیر ہے کہ جو چاہتا ہوں فوراً مہیا ہو جاتا ہے۔ قدرت کے عجیب کارخانے ہیں عجب طرح کا مایا جال میری آنکھوں کے سامنے ہے جتنا غور کرتا ہوں اتنی زیادہ حیرت ہوتی ہے۔ پلنگ پر پڑا پڑا شنکر سوچ رہا تھا اور نیند آنکھوں سے اسطرح کافور ہو گئی تھی کہ تین چار بج گئے نہیں آئی جب صبح کا نور مشرق میں نمودار ہونے لگا تو شنکر کو خیال ہوا کہ امیر و وزیر آتے ہونگے اِن سے مجھے کیا برتاؤ کرنا چاہیئے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے راج نیتی میں دخل نہیں ہے اسلئے سب سے بہتر تجویز یہ ہے کہ راج کے معاملات میں فی الحال کچھ دخل نہ دوں وزیروں پر چھوڑ دوں۔ اسطرح کام بھی اچھا چلا چلیگا اور یہ سب مجھ سے خوش بھی رہیں گے۔ دوسرے پڑھنا لکھنا گھوڑے کی سواری اور شرفا کے اطوار و آداب سیکھنے چاہئیں ورنہ قدم قدم پر لوگ میرا تمسخر اڑائیں گے۔ پر دہان منتری یعنے وزیر اعظم سن رسیدہ اور معقول آدمی معلوم ہوتا ہے اسپر اعتماد کیجئے اور اس سے سب کچھ سیکھئے۔

ارباب موسیقی صبح کی چوکی کو آئے ہی تھے اور انہوں نے اپنے ساز لا کر گانا شروع ہی کیا تھا کہ شنکر بستر سے اٹھا۔ اور حوائج ضروری سے فارغ ہو کر دربار خاص میں جا کر بیٹھا۔ تھوڑی دیر میں پردھان آیا اور کرنے کا غذات پیش کرنے شروع کئے۔ پہلا کاغذ کسی صوبہ دار کے تقرر کا تھا۔ شنکر نے پوچھا پردہان جی آپ اِس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اُس نے کہا کہ مہاراج یہ شخص لائق اور فائق اور راج کا وفادار نوکر ہے۔ بیشک اِسے مقرر کر دیجئے۔ راجہ نے کہا منظور ہے۔ اُسنے جو دستخط کو کاغذ پیش کئے تو شنکر نے کہا کہ مجھے لکھنا پڑھنا نہیں آتا۔ وزیر یہ سنکر چونکا تو سہی لیکن تھا دانا اور سمجھدار آدمی کہنے لگا کہ مہاراج یہ ریاست مایا نگری کہلاتی ہے اور شہر کا نام بھی مایا نگر ہے۔ یہاں کے راجہ مہیشور کہلاتے ہیں۔ چھ آپ سے پہلے ہو چکے ہیں اور ساتویں آپ ہیں۔ دیکھئے پہلے راجہ کے دستخط یہ ہیں۔ اِس طرح آپ بھی مشق سے لکھنے لگیں گے۔ دیوناگری حروف ایسے آسان ہیں کہ آدمی ہمت کرے تو چار روز میں لکھنا پڑھنا سیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ راجہ نے پہلا سبق پردہان سے سیکھا۔ اسیطرح گھوڑے کی سواری کی مشق کی شرفا کے اوضاع و اطوار اخذ کئے اور قلیل تر عرصہ میں سب باتیں اِس طرح کرنے لگا۔ گویا پشتینی رئیس زادہ ہے۔

شنکار سے راجہ کو قدرتی شوق ہوتا ہی تھا کیونکہ تمام عمر یہی کام کیا تھا۔ چنانچہ گرد و نواح میں شہرت ہو گئی کہ راجہ قدر انداز ہے۔ ریاست کے کاروبار میں چونکہ زیادہ دخل نہیں دیتا تھا اِس وجہ سے اعلیٰ عہدہ دار اس سے زیادہ خوش تھے۔ شنکر خود افلاس کی مصیبتیں جھیل چکا تھا اِس واسطے غربا اور مستحقین کو خیرات بہت کیا کرتا تھا۔ اِن وجوہات سے وہ ریاست میں روز بروز ہر دلعزیز ہو گیا اور روز بروز اسکی خوشی بڑھتی گئی۔ محلوں میں حسین رانیاں تھیں۔ رہنے کے مکان ترک و شان کے تھے۔ اچھے سے اچھا کھانا ملتا تھا۔ ہر طرح کے عیش و آرام کے سامان میسر تھے۔ سب طرح کا اقتدار حاصل تھا اِس وقت شنکر سے زیادہ اور کون

گردن جھکائے تھیں لیکن وزرا حیرت سے سمجھداری سے مجبور وہ کسی سے نہ تو کچھ بولا نہ کسی سے کچھ بات کی۔ تھوڑی
دیر میں محل کے دروازے پر پہنچا۔ وہاں داروغہ محلسرا نے نذر گذرانی۔ اور ہاتھوں ہاتھ راجہ کو محل کے اندر لے گئے
لونڈیاں۔ باندیاں۔ نوکرانیاں دوڑیں اور سر جھکا جھکا کر نمسکار کرنے لگیں۔ پھر پنڈت، وزیر، اہلکار آئے۔ غسل وغیرہ کا
سامان پہلے سے تیار تھا۔ راجہ کو غسل کرایا۔ اچھے اچھے کپڑے اور زیور قیمتی پہنائے۔ خوشبوئیں لگائیں اور چاندی سونے
کے تھالوں میں قسم قسم کے لذیذ کھانے کھلائے۔ شنکر بھوکا پیاسا تھا اور کبھی ایسے کھانے کب دیکھے تھے جواب پیٹ
بھر کر کھائے اور چونکہ تھکا ماندہ بھی تھا تکلف پلنگ پر پڑ کر سو رہا۔ آرام کرنے کے بعد راجہ اٹھا۔ اور جلوس و سواری کی
تیاری ہونے لگی۔ اعلیٰ وزرا نے راجہ سے باتیں کرنی اور اس کا پہلا حال دریافت کرنا چاہا۔ لیکن وہ یہ کہکر خاموش
ہو گیا کہ تم لوگوں نے مجھے اپنا راجہ تسلیم کر لیا ہے اور مجھے گدی پر بٹھا چکے ہو۔ اب دریافت کرنے سے کیا حاصل کہ میں
پہلے کون تھا۔ یہ سوال آیندہ مجھ سے کوئی نہ کرے۔ لوگ خوف سے چپکے ہو رہے۔ سواری سے پہلے تمام ملازمین کو ایک
ایک مہینے کی تنخواہ انعام دی گئی۔ اور فقراء و محتاجین کو بہت سی خیرات تقسیم کی گئی۔ اس سے شنکر ہر دلعزیز ہو گیا۔ اور شہر
میں اس کی بڑی تعریف ہوئی۔ شام کو شہر کے بڑے بڑے دروازوں سے بازاروں میں راجہ کی سواری کا گشت ہوا۔ ہاتھیوں
پر جھلا جھلی کی جھولیں اور سونے چاندی کے ہودے تھے۔ خاصے کے گھوڑوں پر تکلف ساز کسے ہوئے اور سب زیور
میں لدے ہوئے۔ یہ صنعت کاری کے نمونے۔ سواروں کے دستے کے دستے۔ پیادوں کی صفیں کی صفیں۔ امرا و وزرا
کی سواریاں اور خاص جلوس۔ خود راجہ کی سواری جو ترک و احتشام میں سب پر فوق رکھتی تھی۔ غرض قابل دید تماشا تھا۔ اہل شہر
نے شہر میں آئینہ بندی کی تھی۔ ہر بازار کو بڑے خاص تکلف سے سجائے گئے تھے۔ جگہ جگہ پر تکلف دروازے اور محرابیں بنائی
تھیں۔ جا بجا نوبت و نقارے بج رہے تھے اور گانا ہو رہا تھا۔ مرد و زن لباس فاخرہ پہنے گشت کرتے پھرتے تھے یا چھتوں اور
جھروکوں سے محو تماشا تھے۔ راجہ کی سواری پر جا بجا پھولوں کی برکھا ہوئی اور خوشی کے جے جے کار سے بولے گئے۔ شہر کا چکر
کھا کے سواری محلوں کے نیچے بڑے میدان میں آئی۔ یوں تو روشنی سب جگہ اچھی تھی۔ اور تمام شہر بقعہ نور نظر آتا تھا۔ لیکن
رات میں دن کا سماں پیش نظر تھا۔ راجہ کے آتے ہی آتشبازی چھوڑی گئی اور واہ واہ کا غل زمین سے آسمان تک بلند
ہوا۔ نصف شب کے بعد راجہ محلوں میں داخل ہوا۔ لوگ تو گھر جا کر آرام سے سوئے ہونگے لیکن اس رات شنکر کو نیند نہ آئی
وہ پڑا سوچتا تھا کہ میں جاگتا ہوں یا خواب دیکھ رہا ہوں۔ الٰہی کیا اسرار ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہاں وہ شنکر کہ ایک چنڈال
کے گھر پیدا ہوا۔ اول عمر سے چوری کرنی اور بھیک مانگنی سیکھی نہ رہنے کا ٹھکانہ نہ کھانے پینے کا سامان۔ تنگدستی گویا
نہ پیٹ کو روٹی۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر پچاس ساٹھ آدمیوں کا خاندان طعمہ نہنگ اجل ہو گیا۔ اور آپ یکہ تنہا۔

شنکر جب اپنی بیوی کے ساتھ رہنے لگا اور ڈیڑھ سال کے بعد اُسکے ہاں لڑکا تولد ہوا۔ اور اس موقعہ پر ویسی ہی دعوت
کی گئی جیسی اوپر بیان ہوئی۔ شنکر کے چار بھائی۔ تین بہنیں۔ ماں۔ باپ اور کچھ قریبی رشتہ دار تھے۔ اسی طرح سے
شنکر کی زندگی کے پچاس برس بسر ہوئے۔ انہیں ایام میں وہ ایک قصبہ کے کنارے مقیم تھے کہ لوگوں میں وبا پھیلی
یہاں تک وہ دو چار چار روز مرہ موتیں ہونے لگیں اور آخر کار شنکر اکیلا رہ گیا۔ اور ایک طرف کو چل کھڑا ہوا۔ اور چلتا ہوا
سوچتا جاتا تھا کہ کیا تھا کیا ہو گیا۔ اور میں کیا سخت جان ہوں کہ اسقدر قبیلہ گذر گیا اور صدمے سہے اور مجھے موت نہیں آتی
دنیا آنکھوں میں اندھیر تھی۔ اور دل میں رنج ایسا بھرا ہوا تھا کہ آنکھوں سے آنسو نہیں نکل سکتے تھے۔ سفر کرتے کرتے آبادی
کے قریب پہنچا اور شنکر نے دور سے دیکھا کہ ایک فراخ میدان میں آدمیوں کا ایک کثیر مجمع جمع ہے۔ یہ اسی طرف چلا۔
پہلے بعض مقاموں میں یہ رواج تھا کہ راجہ لاولد مر جاتا تھا تو راجدھانی کے لوگ باہر میدان میں جمع ہوتے تھے اور ایک
ہاتھی کو چھوڑ دیتے تھے وہ اپنی سونڈ سے جس شخص کو اٹھا کر اوپر بٹھا لیتا تھا اُسی کو شہر کا راجہ بنا دیا کرتے تھے۔ یہاں کا
راجہ مر چکا تھا اور انتخاب راجہ کے لئے ہاتھی چھوڑا گیا تھا۔ شنکر غریب کو اِس حال کی خبر نہ تھی وہ سمجھا کہ کچھ تماشا ہو رہا ہے
اور آپ جا کر کھڑا ہو گیا۔ اور چونکہ حالت شکستہ تھی ایک طرف سب سے بچکر کھڑا ہو کر دیکھنے لگا کہ ماجرا کیا ہے۔ ہاتھی سب
طرف سے گذرتا ہوا شنکر جہاں کھڑا تھا اِس مقام پر آیا۔ اور اس نے فوراً سونڈ سے شنکر کو اٹھا کر اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا۔ شنکر خوف
سے چلایا کہ ہاتھی نے مجھے مارا۔ لیکن لوگوں نے جے جے کار کے نعرے بلند کئے۔ جسکے یہ معنی تھے کہ شنکر کو اپنا راجہ تسلیم
کر لیا۔ چونکہ شنکر کی یہ ہیئت گدائی تھی اُس وقت بازار سے نکلنا مناسب نہ سمجھکر باہر ہی باہر محلوں کو لے چلے تا کہ شام کو
جلوس و سواری نکالا جائے۔ ہاتھی شنکر کو سونڈ سے پکڑے ہوئے اپنی پیٹھ پر رکھے ہوئے تھا۔ اور شنکر چلا رہا تھا کہ لوگو
مجھے خدا کے واسطے بچاؤ۔ آخر ایک فیلبان پوچھ پکڑ کر ہاتھی پر چڑھا۔ اور شنکر کو سہارا دیکر بولا۔ مہاراج گھبرائیے نہیں۔ یہ ہاتھی
پلا ہوا اور بہت غریب ہے۔ اور آپ اِسکے اور ہمارے راجہ ہیں۔ آپکو کیونکر تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ شنکر حیران ہوا کہ یہ شخص کیا کہہ رہا
ہے۔ اسی اثناء میں نقیب نے یہ آواز بلند کی۔ راج گنیو جی اسوقت محلوں کو جاتے ہیں۔ سواری رات کیوقت نکلے گی۔
سب شہر میں آئینہ بندی کرو سب شہر میں آئینہ بندی کرو سب اپنے اپنے گھر اور دوکان میں روشنی کرو۔ آج بڑا مبارک دن
ہے آج بڑا مبارک دن ہے" یہ سنکر خلق خدا گھروں کو سدھاری۔ وزرا اور اہلکاروں نے آکر نئے راجہ کو نذر گذرانی اور کہا کہ مہاراج
آپ ہمارے راجہ ہیں اور ہم آپکے نوکر و رعیت ہیں۔ ہم پر دیا کی نظر رکھنا۔ شنکر کو سخت حیرت تھی کہ معاملہ کیا ہے۔ اُسے بالکل یہ
خیال تھا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ کہاں میں کنگال محض۔ جسکو کل تک روٹیوں کے لالے پڑے ہوئے تھے اور جسکے
ہاتھ کا کوئی پانی پینے تک کا روادار نہ تھا۔ کہاں یہ بڑے بڑے راج۔ یہ پیش آکر مجھے اپنا راجہ کہتے ہیں اور میرے سامنے

نشانہ تیر و شکاری نگاہ تیزی کی ہوا کرتی تھی۔ اور چالاکی و دست میں بھی مشہور تھا۔ ایک دفعہ گاؤں میں [illegible]
اٹھایا اور وہ مالک کی نگاہ پڑ گیا۔ اور مالک پکڑ کر تھانہ میں لایا مع مسروقہ مال پکڑی گئی شنکر بھی ساتھ تھا شنکر نے
چالاکی سے لوٹا اٹھا کر اپنی بہن کو دیکر چلتا کیا جس وقت رپورٹ تھانہ میں لکھی گئی تو شنکر نے واویلا مچایا کہ یہ لوگ ناحق ہم
لوگوں کو تنگ کرتے ہیں مثل مشہور ہے کہ غریب کی جورو سب کی بھابی جبھی تو چوری ہمارے ذمہ لگاتے ہیں جبکہ مدعی کو
لوٹا نہ ملا تو وہ سٹ پٹایا تھانیدار سمجھا کہ حقیقت میں الزام جھوٹا ہے۔ اُنے ایک ایک روپیہ ماں بیٹیوں کو اس مدعی سے
دلایا۔ فرودگاہ پر پہنچکر ماں نے بیٹے کی بلائیں لیں اور اُس دن سے یہ کارنامہ شنکر کا مشہور ہو چلا اور سب قہقہہ مارکر ہنسا
کرتے تھے۔ ایک دفعہ جنگل میں دوسرا قبیلہ کنجروں کا آکر انہیں کے پاس ٹھیرا۔ ان میں ایک لڑکی جوان تھی اور وہ شنکر
سے باتیں و ہنسی مذاق کر رہی تھی۔ دونوں کی ماؤں نے ایسا دیکھا تو کہا کہ انکی آپس میں شادی ہو جائے تو کیسی اچھی
بات ہو۔ چنانچہ مردوں میں بھی تذکرہ ہوا اور شادی قرار پا گئی۔ لیکن دقت یہ پیش آئی کہ نہ تو دولہا کے پاس کپڑے تھے۔ نہ
دلہن کے پاس۔ آخر دوسرے روز صلاح کر کے قصبہ میں گئے اور کپڑا لائے اور دولہا اور دلہن کے لئے دو جوڑے تیار ہوئے
اور ایک ایک کم قیمت زیور چاندی کا دولہا و دلہن کی ماں نے دلہن کو دیا۔ شادی سے ایک روز پہلے دعوت ٹھیری شنکر کے
خسر و والد و والدہ و خوشدامن گاؤں کے آس پاس جاکر کچھ مرغ چرا لائے اور ایک بکری اور سور کا بچہ اڑا لائے اِس طرح کئی
طرح کے گوشت مٹی کی ہنڈیوں میں ایک ایک کر کے پکا کر تیار کیا اور دو گھڑے کم قیمت شراب کے آئے۔ چاول و روٹیاں
تیار ہوئیں اور رات کیوقت سب دعوت میں بیٹھے اور سبھوں نے خوب کھایا اور شراب کا دور چلا ہنسی مذاق میں شنکر کے
والد اور خسر خوب لڑے اور جوتہ پیزار ہوا۔ جو لوگ کچھ ہوش میں تھے اُنہوں نے دونوں کو آپس میں بیچ بچاؤ کر کے چھڑا دیا۔
اِسی طرح آپس میں عورتوں کا بھی یہی حال تھا۔ کیونکہ شراب خانہ خراب کے نام سے مشہور ہے۔ شنکر بھی دولہا کی حالت میں اسی
زمرہ میں تھا۔ مقام حیرت ہو کہ شنکر برہمن ذات اور شوچ و شدھی کا ایسا سخت پابند۔ اس کا یہ حال زار ناگفتہ بہ ہے۔

دوسرے روز شادی کی اُمنگ میں سب نہائے اور کپڑے بدلے۔ شنکر کے جوڑے میں ایک گاڑھے کی دھوتی اور گاڑھے
ہی کا کرتا تھا۔ اور سر پر مختصر سی سرخ رنگ کی پگڑی۔ لیکن انہی کپڑوں کو پہن کر اپنے کو عالیجاہ سمجھتا تھا۔ بیوی کو بھی ایسے ہی موٹے
کپڑوں کا جوڑا تیار ہوا تھا اور چاندی کے کم قیمت دو زیور لیکن وہ بھی زمین پر پاؤں نہیں رکھتی تھی اور اسی طرح اتراتی اتراتی
پھرتی تھی کہ کسی رانی کو بھی کیا فخر و ناز ہوگا۔ دوپہر کے وقت شادی ہو گئی اور رات کیوقت دعوت موقوف رہی کیونکہ نہ تو
شنکر کے والد و خسر کے پاس دام تھے کہ وہ شراب خرید کر لاتے۔

شنکر کو جہیز میں ایک مریل گدھا ملا۔ اور شنکر جو اسباب اپنی پیٹھ پر لاد کر چلا کرتا تھا۔ اب گدھے پر لاد کر لیجا [illegible]

چونکہ وہ دن بھی آیا کہ اپنے کو چارپائی پر دھاڑ دیکھا اور بیماری کے زور نے اسقدر تکلیف دی کہ بھی ہے کہ پاؤں کو ہلا بھی نسکے گھر والوں نے اُس سے گائے پُن کرائی۔ روپیہ پیسہ کپڑے دان اُسکے ہاتھ سے چھواکر مستحقین کو تقسیم کئے۔ اِس اثنا میں اُسکی تکلیف اور بڑھ گئی اور تین اونچے اونچے سانس لیکر دم نکل گیا۔ گھر میں کہرام برپا ہوگیا۔ آخر محلہ کے لوگ آئے اور سب کو تسکین و دلاسا دیا کہ مرنیوالا مر گیا اب انکی لاش کے اٹھانے اور شمشان میں لیجانیکی اور جلانے کا فکر کرو۔ چنانچہ شنکر کی لاش کو ارتھی پر رکھکر شمشان کی طرف چلے اور وہاں چتا پر رکھا۔ شنکر یہ تمام ماجرا اپنی نظر سے خود دیکھ رہا تھا۔

نوٹ :- مرنا یہ ستھول شریر یعنی قالب خاکی ہے سوکشم شریر یعنی جسم لطیف اور جیو اس قالب خاکی کے ساتھ نہیں مرجاتے۔ یوں سمجھو مرنے کے یہ معنی ہیں کہ جیو نے جو موٹا چولا پہن رکھا تھا وہ اُتر گیا۔ اور اب وہ لطیف کپڑے پہنے ہوئے موجود ہے۔ اِسی سوکشم شریر والے شنکر نے اپنے قالب خاکی کو مرتا دیکھا۔ عزیز و اقارب کی گریہ وزاری دیکھی۔ اور لاش کو چتا پر رکھا ہوا دیکھا۔ جسوقت چتا میں آگ دیجئی اور ہولی سی دیکھی تو چونکہ برسوں سے ستھول شریر میں خودی وہم تھا۔ شنکر کے دل کے سخت تہلکہ پہنچا اور بیہوشی کی سی حالت طاری ہوگئی۔ اِس بیہوشی سے آنکھ کھلی تو اپنے کو ماتا کے گربہ میں پایا۔ مٹھیاں بند ہیں جسم مڑ تڑ کر چھوٹی سی جگہ میں اِس طرح جکڑا ہوا ہے کہ حرکت ممکن نہیں ہے۔ ناف سے غذا کا رس جسم میں پہنچتا ہے اور اس سے جسم کی نشو و نما ہوتی ہے۔ ماتا چرچری یا چٹپٹی چیزیں کھاتی ہے تو اُس کا اثر اپنے تئیں محسوس ہوتا ہے۔ اور اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ غرض یہی بیکسی اور بے بسی کی حالت ہے کہ ناگفتہ بہ ہے۔ یہ انسان ضعیف البنیان کی بنیاد ہے۔ ایسی ایسی تکلیفیں اُٹھاتا ہے اور ایک دفعہ نہیں بیشمار بار۔ کیونکہ آواگون کا سلسلہ لاانتہا ہی ہے۔ مگر کیسی حیرت کا مقام ہے کہ پھر بھی بیدار نہیں ہوتا۔ یہی اسکے لئے دنیا ہے اور یہ خود ہے۔ بار بار یہاں آتا اور جاتا ہے۔ سخت تکلیفیں اور عذاب اُٹھاتا ہے۔ لیکن یہ تدبیر نہیں کرتا کہ مجھے اِس عذاب الیم سے نجات حاصل ہو۔ اور میں موکش پد کو پہنچوں۔ قوانین قدرت کے مطابق میعادِ حمل جب ختم ہوچکی تو شنکر ماتا کے بطن سے باہر کی اِس دنیا میں پیدا ہوا۔ اور جس گھرانے میں آکر شنکر نے جنم لیا تھا وہ کنجروں کا ایک قبیلہ تھا۔ یہ ایک خانہ بدوش قوم ہے۔ کتوں کو ساتھ لئے جنگلوں میں پھرتے ہیں شکار مار کر پیٹ بھرتے ہیں سرکی کی چھوٹی چھوٹی جھانپی یا ترپال تان کر سو رہتے ہیں۔ مرد کچھ محنت و مزدوری کرتے ہیں اور عورتیں سرکیاں و چھاج وغیرہ بیچکر کما لاتی ہیں۔ یا بھیک مانگتی پھرتی ہیں اور داؤں لگتا ہو تو چوری کر لاتی ہیں۔ اب غور کرنیکا مقام ہے کہ وہ برہمن ذات شنکر کہاں آکر پیدا ہوا ہے اور کیا کھاتا ہے اور کیونکر رہتا سہتا ہے۔ اب شیر خواری کا زمانہ ختم ہوا تو بچپن میں داخل ہوا۔ کنجروں کے بچوں اور کتوں کے پلوں سے کھیلتا اور درختوں کی جڑیں پھل اور جانوروں کا گوشت کھاتا۔ ابتدا سے شکار کی تعلیم ہوئی۔ سرکیاں چھاج بنانے سیکھے۔ چوری کے رموز و نکات سے واقف ہوا۔ اور طفلی سے عالم شباب میں داخل ہوا۔ اور قبیلہ میں شنکر کی تعریف

خواب سے اِسکو تعلق ہے نہ بیداری سے ہے | بے تعلق ذات ہے وہ بے تعین بے صفا
اِس تماشا دوست کے دونوں تماشا گاہ ہیں | خواب و بیداری کے عالم اور اسکے کاروبار
بے تعین نعلق ہے وہ بے تقید علم ہے | راحت بے شکل ہے انداز و وحد و شمار
یہ مسائل سوچے جاتے کنج تنہائی میں ہیں | یہ نرالی لذتیں۔ یہ لطف یکتائی میں ہیں

شنکر نامی ایک کرم کانڈی برہمن نندپور گانوں میں گنگا کنارے رہاکرتا تھا۔ اُسکی رچی (طبیعت) ایشور بھگتی کی طرف مائل اُسنے بھگوان سے آراوہنا یعنے خواہش ظاہر کی کہ مجھے درشن ہوں۔ چونکہ شنکر کو پریم اور بھگتی تھی اور اِن سے انسان عین الیقین وحق الیقین کے درجوں پر پہنچ جاتا ہے شنکر نے تپ کرنا شروع کیا اور یقین ہوتا گیا کہ مجکو وشنو بھگوان کے درشن ضرور ہونگے۔ چونکہ دنیا من کا کھیل ہے مرادیں مانگنے والا خود من ہے۔ تپ کرنیوالا خود من ہے۔ پھر تماشہ یہ کہ مرُاد بخشنے والا خود من ہے جتنا کسی کا یقین اور من کا بھاؤ پر زور اور تیز ہوگا۔ اُتنی ہی جلدی کامیابی ہوگی تمام سدھیوں کا بھنڈار تمام طاقتوں کا خزانہ تمام صورتوں کا اٹھسال تم خود آپ ہو جس اعتقاد کو من میں رکھکر ابھیاس یا مشق شروع کرتے ہو وہی صورت جلوہ پذیر ہوتی ہے۔ لیکن غلطی سے یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں امداد غیبی ملی۔ حالانکہ امر واقعی یہ ہے کہ تمنے اپنی مدد خود کی ہے۔ اور اُس نے من سے جو تمام مرادوں کا سرچشمہ ہے اور تمام آرزوؤں کا پورا کرنیوالا ہے اپنی مراد اور آرزو خود پوری کرلی ہے۔ ہاں پندار و غفلت کا وہ حجاب حائل ہے کہ مخزن قوت یعنی انسان اپنی ذات کو تو محض بیطاقت اور ذلیل سمجھتا ہے اور مرادوں کا دینے والا خارجی قوتوں اور اسباب کو سمجھتا و تصور کرتا ہے۔ بعینہ یہی حال شنکر کا ہوا کہ ایک روز اُسے وشنو بھگوان کے درشن ہوئے۔ وہ سری گنگا کے نرمل جل میں چھاتی تک ڈوبا کھڑا تھا۔ سر اونچا کئے آنکھیں بند آسمان کیطرف منہ۔ پریم کے سمندر میں مگن غرض اسوقت کی حالت بالکل درشنوں کے لائق تھی۔ یکایک اپنی بند آنکھوں کیا دیکھتا ہے کہ شاکسات وشنو بھگوان سامنے کھڑے ہیں۔ شنکر نے صدق دل و جوش عقیدت کے ساتھ ہاتھ جوڑکر مہاراج کی حمد و ثنا کی۔ اُسکی پریم کی بانی سے مہاراج خوش ہوکر مسکرائے اور بولے ہم تم سے بڑے پرسن ہیں۔ مانگو کیا مانگتے ہو۔ شنکر نے ہاتھ جوڑکر عرض کی کہ مہاراج میری تمنا ہے کہ مایا کو دیکھوں۔ بھگوان نے مسکراکر کہا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اور جلدی ہوگا۔ یہ کہکر انتردھیان (غائب) ہوگئے۔ شنکر اب باغ باغ تھا۔ کہ جس آرزو کیواسطے تپ کیا تھا وہ آج پوری ہوئی۔ اُسے بھگوان وشنو کے درشن ہوئے اور مایا کے اہم مسئلہ کے سمجھانے کا خود وعدہ فرمایا۔ اِس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔ چنانچہ چند روز بعد وہ گنگا میں اشنان کی غرض سے اترا غوطہ لگانے کی دیر تھی کہ کیا دیکھتا ہے کہ نندپور میں اپنے مکان کو چلا گیا ہے اور حسب معمول کاروبار کرتے کرتے اُسکی عمر سو برس کی ہوگئی اور بڑھاپے میں

متصور ہے۔ مگر گیان کی دھن میں لگا کر ذرا بتاؤ تو سہی کہ کبھی لا محدود بھی ایک سے زیادہ ہو سکتا ہے ؎

وحدت اندر دُوَیا دَالا ✤ آو تسے غیر نہ آیا جایا ✤ ناکوئی اغیور ناکوئی مایا ✤ آپے آپ نہ کھویا پایا

مایا نت ہیں مایا کو اَنر چند کہا ہے یعنی جس کا نروچن (دیبان) نہیں ہو سکتا۔ خواب میں ہم سب روز دیکھتے ہیں کہ ہاتھی سامنے کھڑا ہے چشم زدن میں وہی بدل کر گھوڑا بن گیا۔ پھر مکان بن گیا۔ پھر آدمی بن گیا۔ فرمایئے کوئی کیا کہے کہ ہاتھی کا گھوڑا گھوڑے کا مکان۔ پھر آدمی کیوں کر بنگیا۔ صورتیں بیشک آنکھ کے سامنے موجود تھیں اور من وعن واقعی و سچی نظر آتی تھیں لیکن جہاں آنکھ کھلی اور خواب کی دنیا کی دنیا مفقود ہے۔ روز رات کیوقت ہماری نظر کے سامنے ایک نئی دنیا ہوتی ہے اور روز خواب میں ہم ایک نئی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جس کا صبح ہوتے ہی پتہ نہیں ملتا۔ بعینہ یہی حال عالم بیداری کا ہے۔ جس عالم کو ہم اپنے ذہن میں بھول یا غلطی سے عالم بیداری یا سچی دنیا مانے ہوئے ہیں وہ عالم خواب سے کسی پہلو سے بھی مختلف نہیں ہے۔ ہاں اس خواب سے آدمی کو بیداری اُس وقت نصیب ہوتی ہے جب اسکے گیان کی آنکھ کھلے ایکگیان سروپ آتما سچا ہے۔ باقی جو جو چیز نظر آتی ہے وہ خواب کے نقشے کی طرح محض نمودی ہے واقعی میں نہیں۔ اسی کا نام مایا ہے یعنی چیز کا وجود نہیں ہے اور نظر آتی ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

خواب و بیداری میں ہے کیا فرق کہہ اے نیکنام   ایک سے ہیں دونوں عالم ایک سی باتیں تمام
صورتیں بیشک نظر آتی ہیں دونوں حال میں   اور ان شکلوں سے ہے اپنا تعلق لا کلام
یہ ہے بیٹا یہ ہے بھائی یہ عدو یہ دوست ہے   یہ میرا آقا ہے اور یہ شخص ہے میرا غلام
دوست ہے یہ لازمی ہے اس سے کرنی دوستی   یہ ہے دشمن اس سے لینا ہے ضروری انتقام
اختلاف موسم و نیرنگی لیل و نہار   تنگ حالی و فراخی بر ہمی و انتظام
روز کے جھگڑے وہی اور روز کے قصے وہی   وہ عوارض روز کے وہ روز کا کوچ و مقام
اس تماشاگاہ میں آخر بہت پردوں کے بعد   آخری پردہ ہے مرگ ناگہانی کا پیام
دیدۂ حق بیں کو وا کر اور خود تو ہی بتا   خواب و بیداری میں ہے کیا فرق اے مرد خدا
بس یہی جب خواب سے ہوتا ہے کوئی ہوشیار   خواب کا عالم عدم ہے خواب کے سب کار و بار
لیک جیسا خواب جھوٹا آگے بیداری میں ہے   ہے یہ بیداری بھی جھوٹی خواب میں کر اعتبار
ایک کا کیجے تقابل دوسرے سے لِسبتاً   ایک سچا دوسرا جھوٹا نہ کیجے اعتبار
دونوں عالم محض جھوٹے ہیں اگر سچا کوئی   ہے یہاں تو اسکا ناظر ہی ہے بس انجام کار

بارہ برسوں میں مختلف نظارے دیکھے گئے۔ سیا یا ہی ویشاستر کی کتھا بیان ہوئی۔ گرونیا دی مایا کو لیجئے۔
پرش یوسف زلیخا کے آئینہ دل قیدگاہ میں مقید ہے (یہ کیسی قید)
نیا یدجز خیالات در دل من ٭ بجز یوسف بزندان کہ در د ٭ یوسف گم گشتہ بازآید بکنعاں غم مخور ٭ کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور
یہ عکس یار ہے جو زلیخا (یعنی پرکرتی) کے اندر داخل ہو کر دنیا روپی قیامت ڈھاتا ہے۔ یہی عکس قطرۂ منی کی طرح پرکرتی کے بطن میں شیر کی شکل موجودات میں پیدا ہوتا ہے۔ گیان آنے پیچھے پرکرتی کے کل کل بند ہو جانے کو انوکھے ڈھنگ سے ذیل میں بیان کیا ہے (کارکا ۶۱) جسکا ترجمہ یہ ہے کہ میری رائے میں پرکرتی نہایت شرم و حیا والی ہے۔ جب اسے خیال گذرتا ہے کہ میں دیکھی گئی ہوں تو بس پھر پرش کے روبرو دوبارہ کبھی نہیں آتی تشریح جیسے کوئی راجکماری راج محل کے جھروکے میں بیٹھی ہوئی سنگار کر رہی ہو تو جہاں تک اسے خیال رہتا ہے کہ مجھے کوئی مرد نہیں دیکھ رہا اپنے بناؤ سنگار میں لگی رہتی ہے۔ جوہیں کسی نے یہ سمجھا کہ مجھے پرش نے دیکھ لیا ہے جھٹ کھڑکی کو بند کر ایسی چھپ ہوتی ہے کہ پھر صورت نہیں دکھاتی۔ یہی حال پرکرتی (مایا) کا ہے۔ جب یہ جان پڑا کہ میرا گیان (علم) ہو گیا ہے فوراً روپوش ہو جاتی ہے۔ عارف نے اسے یوں خطاب کیا ہے ؎ زال جہاں شنو سخن عشوہ و ناز کی مکن ٭ دل بتو نیست مبتلا تن تملا تلا تلا ٭
پھر مایا حسب ذیل صدا بلند کرتی ہوئی پرش میں فنا ہوتی ہے ؎ کہ من نیم آنچہ ہستی تو ئی ٭ کہ من نیستم ہر چہ ہستی تو ئی ٭
؎ ہم اسم تو ئی و ہم مسمیٰ ٭ عاجز شدہ عقل ازیں معمیٰ ٭ کس طرح پرش میں فنا ہوتی ہے ؎

جائے خود چوں مہرۂ شطرنج خالی میکنم ٭ دشمن خود میشوم در خانۂ خود میہمان
دیگر
دکھا یا پرکرتی (مایا) نے ناچ پورا ٭ جلے میں اڑ گئی ہے بے ستم ہے
غلط گفتی شکایت کی نہیں جا ٭ بنی خود پرش وہ عدل و کرم ہے

(کارکا ۶۲) کا ترجمہ یہ ہے کہ کوئی بھی شخص در اصل نہ تو مقید ہوتا ہے نہ نجات پاتا ہے نہ آواگون کے ماتحت ہوتا ہے۔ پرکرتی ہی سب پرشوں کے آگے پھنستی ہے۔ آزاد ہوتی ہے اور تناسخ میں گرتی ہے جس طرح ایک سپاہ مدتی لڑتی جیتتی ہے۔ مگر کہا یہ جاتا ہے کہ بادشاہ ہارا جیتا۔ ایسے ہی گو کہا یوں جائے کہ پرش (آتما) قید حیات میں پھنسا۔ مکت ہوا یا آواگون (آمد و شد) میں رہا مقلد پر فی الواقع پرکرتی پابند ہوتی ہے۔ رہائی پاتی ہے۔ یا مکت ہوتی ہے۔ آتما ہرگز آلودہ دامن نہیں ہوتا۔ جیسے ناریل کی جل گری (جو گری پہلے رنگ پکنے پائی تھی) تو پانی میں بند ہو جاتی ہے۔ تیرتی ہوا اور ڈوبتی ہے پھر اسکے ڈوبتے وقت پھنستا گری یال ہو۔ گجر بجنے لگی۔ اسی طرح پرکرتی (جسم وغیرہ) تو پرش۔ جبس اور چکر میں آتی ہے لیکن نام پرش کا ہوتا ہے۔ مر گیا جسم نادان لوگ کہہ اٹھے کہ فلاں پرش مر گیا۔ پرش انیک میں یہ سانکھ والوں کا

ٹکڑے ہو جاتے ہیں سب کا انجام موت ہے۔ کیا رشی منی اور کیا پاپی و جاہل سب ہی مر جاتے ہیں مگر زندگی کی چاٹ ہر ایک کو لگی ہوئی ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ خواہشِ زندگی کیوں ہے۔ اور اسکو چھوڑ بھی نہیں سکتے۔ پس یہی مایا ہے۔

(۴) ماں باپ بچہ کو بہت احتیاط سے پالتے ہیں۔ اُنکی جان اُنکی سوچ وہ بچہ ہے۔ مگر وہ بچہ ہی بڑا ہو کر بد معاش نکلتا ہے اور ماں اور باپ کو لات اور گھونسوں سے مارتا ہے مگر والدین بچہ پر فدا ہیں اور اُنکے دل میں بچہ کیطرف سے محبت ہی محبت بھری ہوئی ہے انہیں کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ہم محبت کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شے میری رگ و پے میں پیوست ہو گئی ہے اور اسکو گلے سے نہیں اُتار سکتے یہی مایا ہے۔

(۵) موت شب و روز پھرتی نظر آتی ہے مگر کسی کو یہ خیال نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ جینے کی دھن لگی ہوئی ہے۔ راجہ یدہشٹر نے کیا خوب جواب دیا ہے کہ دنیا میں عجیب چیز ہے تو یہ ہے کہ ہمیشہ مرتے ہیں اور اس کا خیال نکر کے کہتے ہیں کہ کبھی نہ مرینگے۔ یہی مایا ہے۔ پس مایا کائنات کا حق الامر بیان ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ جو جو شے زمان و مکان و علت میں محدود ہے وہ مایا میں داخل ہے۔

(۶) ایک دفعہ نارد رشی نے سری بھگوان کرشن چندر جی سے کہا کہ مہاراج مجھے اپنی مایا دکھلا دیجے۔ کچھ دنوں بعد بھگوان نارد کو ساتھ لے صحرا کو چلے۔ چند میل جا کر بھگوان نے نارد سے کہا کہ مجھے پیاس لگی ہے۔ پانی لاؤ۔ نارد نے کہا کہ بھگوان آپ یہاں ٹھیریں میں ابھی پانی لاتا ہوں۔ اسجگہ سے کچھ فاصلہ پر کوئی گاؤں تھا۔ نارد اُس گاؤں میں پانی لینے گیا اور ایک گھر کے دروازہ پر دستک دی تو ایک نہایت حسین نوجوان عورت باہر آئی۔ اُسکی صورت دیکھ کر نارد اُسپر فریفتہ ہو گیا اور یہ خیال نہیں رہا کہ مہاراج بھگوان جنگل میں پیاسے بیٹھے ہیں اور میرا انتظار کر رہے ہیں یہ تمام باتیں بھول گیا اور اُس حسینہ سے باتیں کرنے لگا۔ اور دن بھر وہیں رہا اور دوسرے روز پھر اُسی مکان میں جا کر اُس حسینہ سے باتیں کرنے لگا اور اُسکے باپ کی اجازت سے اُسکے ساتھ شادی کر لی اور پھر وہیں رہنے سہنے لگا۔ اور لڑکے بالے پیدا ہو گئے یہانتک کہ بارہ برس گذر گئے۔ خسر کا انتقال ہو گیا تو مال اسباب و جائداد مویشی سب نارد کے ہاتھ آیا اور زندگی خوشی سے بسر ہونے لگی۔ ایک رات پاس کے دریا میں چڑھاؤ آیا اور پانی چڑھتا چڑھتا گاؤں میں آ گیا اور مکانات گرنے لگے۔ نارد کو بھی وہاں سے بھاگنا پڑا۔ ایک ہاتھ سے عورت کو پکڑا اور دوسرے سے دو بچوں کو پکڑا۔ تیسرے بچے کو کندھے پر بٹھا لیا اور طوفان آب سے باہر چلا۔ چند قدم پر پانی کے زور سے بچہ کندھے سے گرا۔ اور بہہ چلا۔ نارد نے چلانا بے اختیار رنج و غم سے شروع کیا اور لڑکے کو پکڑنے کے واسطے ہاتھ بڑھایا تو دونوں بچے جو ہاتھ پکڑے ہوئے آتے تھے وہ بہہ چلے صرف بیوی رہ گئی اُسے زور سے پکڑے رہا مگر رو کے زور نے اُسے بھی چھڑا کر بہا دیا اور خود نارد بہتا بہتا کنارے لگا۔ نارد نے زار و قطار رونا اور سر پیٹنا شروع کیا۔ یکایک پیچھے سے دستِ شفقت پھیرا اور کہا کہ بچے پانی کہاں ہے۔ تو پانی لینے گیا تھا اور گھڑی بھر سے بیٹھا میں یہاں تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ اب نارد کو ہوش آیا اور دل میں کہا کہ ادہو گھڑی بھر۔ اور اس گھڑی بھر میں بارہ برس گذر گئے اور ان

کچھ فاصلہ نہیں ہے صرف اتنی بات لانے میں پیدا ہونا کہ جو چیز از اقتدار معلوم ہوتی ہے اُسے زہر کی نگاہ سے دیکھے۔
وشیوں کا پھیلاؤ بڑا ہے۔ اِس بات کو بار بار شرح کرلینے من سے چھڑانا چاہیئے۔ من کا طلوع آدمی کا ناش ہے۔ من کا
ناش بڑی بھاری خوش بختی کی دلیل ہے۔ گیانی کا من ناش ہو جاتا ہے۔ اگیانی کیواسطے من زنجیر ہے۔
گیانی من کو اِس طرح جانتے ہیں کہ نہ کچھ سکھ ہوا اور نہ کچھ دکھ۔ نہ متحرک ہے نہ ساکن۔ نہ ہست ہے نہ نیست۔ بلکہ ان متضاد صفات
کے بیچ کی چیز ہے۔ **معترض**۔ جو سنکلپ اُٹھتے ہیں اُنکو چھوڑ کس طرح سکتے ہیں؟ **جواب**۔ یہ بھاؤنا کرنی کہ میں
کرتا نہیں ہوں (۲) یہ بھاؤنا کرنی کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اِس سب کا ایک میں ہی کرتا ہوں۔
(۳) اِن دونوں بھاؤناؤں کو چھوڑ کر اپنے حال میں مست رہنا جو بہت ہی اعلیٰ مقام ہے۔ بندھ صرف درسنا کا
رہنا بندھ ہے۔ موکش درسنا نہ رہنے کا نام ہے۔
طالب۔ روحانی ترقی کا رستہ کیا ہے؟ **جواب**۔ اول آدمی گرو سے شاستر کا اُپدیش لے اور اُس پر عمل کرکے
جنم جنمانتر کے بعد موکش پد پر پہنچے (۲) یہ کہ آدمی کچھلا یق و بیدار مغز ہو اور اُسے ایکدم خود بخود ہی گیان کا چمکارا اِس طرح
ہو جائے جس طرح پھل پک کر خود بخود زمین پر گر پڑتا ہے۔

مایا کسے کہتے ہیں؟

مایا سروگ شکتی کا نام ہے۔ اور وہ تین پرکار کی ہوتی ہے یعنی ست رج
تم۔ گویا قدرتِ کاملہ کا نام ہی مایا ہے۔ شاستر کار اسکو اگیان سے پرکرتی
مایا وغیرہ کے نام سے نامزد کرتے ہیں مایا کوئی غیر چیز نہیں ہے بلکہ برہم کا دوسرا نام مایا کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اگیانی مایا کے نام سے
نامزد کرتے ہیں۔ گیانی برہم کے سوائے دوسرا کوئی وستو نہونا کہتے ہیں کیونکہ اصل میں برہم ہی برہم ہے مایا نہ تھی۔ نہ ہے۔ نہ ہوگی
ایک ذاتِ احد قائم بخود ہے صرف اگیانیوں کے سمجھانے کے لئے مایا کا نام فرض کیا گیا ہے جسطرح کہ اقلیدس کے اندر شکال
کھینچنے کے لئے خط فرض کیا جاتا ہے۔ گویا مایا ایک لفظ ہے اور اُسکے معنے کچھ نہیں۔
(۲) شاستروں میں مایا کو نٹنی سے مثال دی گئی ہے جسطرح نٹنی کہ جو اسکی طرف مخاطب ہوتا ہے اور غور سے اُسکے ناز و ادا کو دیکھتا ہے
اُسکے سامنے ہی طرح طرح کے راگ و رنگ و کرشمہ دکھلا دکھلا کر اپنی طرف فریفتہ و گرویدہ و از خود رفتہ بناتی ہے۔ اور جو شخص اُسکی
طرف مخاطب نہو اُسکی طرف پشت کر لیتی ہے۔ بلکہ شاستروں میں تو لکھا ہے کہ جس شخص کو گیان ہو گیا مایا یعنی (نٹنی) اُس سے منہ چھپا کر
بھاگ جاتی ہے اور پھر کبھی گیانی کو دکھلائی ہی نہیں دیتی۔
(۳) تمام دنیا مری چلی جاتی ہے۔ ہر چیز کے ساتھ موت لگی ہوئی ہے۔ ہماری دولت ہمارا علم ہماری عیش و عشرت سب کا خاتمہ
موت کر دیتی ہے۔ شہر تعمیر ہوتے ہیں اور برباد ہو جاتے ہیں سلطنتیں قائم ہوتی ہیں اور بگڑ جاتی ہیں۔ سیارے و ستارے ٹکڑے

دوسرے کی نگاہ میں جو اگیانی ہو شریک کے ساتھ شامل اور پابند کا بھوگنا معلوم ہوتا ہو اسکی علت دور کرنیکے واسطے پاس جسکا باقی رکھا گیا ہو ورنہ تمام گیان کے ظاہر ہونے پر کرم اور اسکے پھل شبدہ الفاظ اپنے معنی کے کالعدم یعنی نیست ابجاؤ ہو جاتے ہیں۔ تاوقتیکہ طالب میں علم ذات کے حاصل کرنیکی قابلیت پیدا نہو عارف کو لازم ہو کہ وہ اسکی توجہ افعال کی طرف سے نہ ہٹائے اور اسکو اخلاق اور نیک افعال سیکھنے کی ہدایت کرتا رہے۔ برخلاف اسکے فی زمانہ دنیا پرست فقرا چھوٹی چھوٹی عمر کے لڑکوں کو سر منڈا کے اور گیروے کپڑے پہنا کے اپنا چیلا بنا لیتے ہیں اور اس امر کا خیال نہیں کرتے کہ ان لڑکوں سے جو اس کے لازمی فرائض ادا نہیں کئے ہیں۔ اور وہ تحصیل علم سے فارغ ہو علم ذات کے سبق لینے کے قابل نہیں ہوئے ہیں۔ گیتا میں سری بھگوان نے ادھیائے سوم منتر ۲۶ میں فرمایا ہے۔ ؎

باخبر مرتاض نیک افعال کی ترغیب دے　　عامل کم فہم کو ان سے برگشتہ کرے

بندھ اور موکش کے لگاؤ کی تشریح کیجیئے

ایک جسم ہے اور دوسرا جسم والا آتما ہو۔ ان دونوں میں سے آتما کا خیال چھوڑ کر جو صرف جسم پر یقین کئے بیٹھا ہو۔ اس کا لگاؤ بندھ کے لئے ہے۔ کیونکہ آتما تو غیر محدود ہے اسے محدود سمجھ کر دنیوی سکھوں میں جو لگائے وہ بندھ کے لئے ہی ہو اسکے برعکس طبیعت کا یہ لگاؤ کہ جو کچھ ہے سب آتما ہو میں کسے اختیار کروں۔ کسے چھوڑوں جیون مکتی پر پہنچانیوالا ہو جس شخص کو یہ یقین ہو کہ نہ میں کچھ ہوں اور نہ اور کوئی کچھ ہے۔ جو کچھ ہے سو آتما ہی آتما ہے اِس خیال کے باعث سے دنیاوی سکھوں میں نہیں پھنستا۔ وہ موکش کا بھاگی ہے۔ بے لگاؤ آدمی وہ کہلاتا ہے کہ نیش کرم کی حالت میں خوش نہو گا۔ اور کرموں میں پھنسا نہیں ہو۔ جسنے کرم پھل کا خیال چھوڑ دیا ہے وہ سب حالتوں میں یکساں رہتا ہے۔

لگاؤ دو طرح کا ہوتا ہے۔ اچھا۔ دوسرا برا۔ اچھا گیانیوں کو ہوتا ہے۔ برا اگیانیوں کا یعنی آتم گیان سے خالی ہوتا ہے۔ بے لگاؤ ہونا یہ ہو کہ تمام اعمال و افعال جن سے چھوٹے جائیں نہ یہ کہ ہاتھ سے نکرے۔ بے لگاؤ ہونے سے ہی تمام پھیلے ہوئے کرموں کا علاج ہوتا ہو اور آدمی مدارج اعلیٰ پر پہنچتا ہے۔ کرموں کے پھیلاؤ میں پھنساؤ سے ہی جیو دکھ سکھ بھوگتے اور بار بار کیڑے مکوڑے کی جونوں میں پڑتے ہیں۔ یہ لگاؤ کا ہی باعث ہو کہ جیو بار بار پیدا ہو کر اس طرح مرتے ہیں جس طرح سمندر میں موجیں اٹھ اٹھ کر سمندر میں غائب ہو جاتی ہیں۔

سنسار میں دکھ بہت ہے اس سے رہائی کی تدبیر بتایئے

جواب۔ اسکے رفع کرنے کی تدبیر صرف ایک ہے "من کا ضبط کرنا" بنا یہ صرف بھوگ کی خواہش کا نام ہو اسکا چھوڑنا ہی موکش کہلاتا ہو۔ شاستروں کے مجموعہ کے مجموعہ پڑھنے سے یا رچنے دیکھنے سے

اِنسان کرموں سے رہت یعنی فارغ کس وقت ہو سکتا ہے؟

جواب۔ جس وقت اپنے آپ کا گیان ہو جائے کہ میں کون ہوں۔ سوال۔ کرم کون کون سے ہیں؟ جواب۔ سنچت۔
اگامی۔ پرابدھ۔ سوال۔ انکی کیا تعریف ہے؟ جواب۔ سنچت کرم اُن کو کہتے ہیں جو پچھلے جنموں کا ذخیرہ چلا آتا ہو
اور جس سے یہ جسم ملا ہے۔ اگامی وہ کرم ہیں جو اب کئے جاتے ہیں اور جن کا پھل آئندہ ملیگا۔ پرابدھ۔ جو شریر سے بھوگے
جاتے ہیں وہ پرابدھ کرم ہیں۔ سوال۔ اسکے دور کرنے کی بھی کوئی تدبیر ہے؟ جواب۔ جس وقت انسان کی اسقدر بدھی
تیز ہو جائے کہ اسکو کل کائنات برہم روپ بھاسے اور اپنے سروپ کا گیان ہو جائے کہ میں جنم مرن سے الگ ہوں اُسوقت
پچھلے کرموں کا جن سے یہ شریر ملا ہے ناش ہو جاتا ہے۔

جبکہ یہ گیان ہو جائے اور نشچے طور سے سرایت کر جائے تو اگامی کرم بھی جلتے رہتے ہیں۔

معترض۔ جبکہ شریر و اندریاں۔ انتہ کرن ہیں کرم تو ہوتے ہی رہیں گے۔

جواب۔ ضرور ہوتے تو رہیں گے لیکن گیانی کی نگاہ میں اس کا تعلق شریر و اندریوں وغیرہ سے نہیں ہے۔ تعلق کے ساتھ
لگاؤ باقی رہتا ہے چونکہ تعلق نہیں رہا ہے اسواسطے اگامی کرموں کا ناش ہو جاتا ہے۔ پرابدھ کرم بلا بھوگے نہیں کٹتے۔

معترض۔ پھر گیان ہونے کا نتیجہ ہی کیا ہوا۔ جبکہ پرابدھ کرم نہیں کٹے۔

جواب۔ دراصل گیان وان (عارف) کی نگاہ میں تو پرابدھ کرم ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ انکی نگاہ میں تو موجودہ شریر ہی جھوٹا
ہے اور وہ اپنے آپ کو جانتا ہے کہ میں ست چت آنند روپ ہوں۔ اور اسکو یقین کامل ہو کہ یہ جسم نہ تو پہلے تھا نہ اب ہے اور
نہ آئندہ ہوگا۔ اور میرا کبھی کہیں شریر سے تعلق نہیں ہوا۔ نہ میں پرابدھ ہوں اور نہ اس کا بھوگنے والا۔

معترض۔ پرابدھ کرم کو بھوگتے دیکھنے میں آتے ہیں۔ جواب۔ چونکہ عارف کی نگاہ میں یہ شریر جھوٹا اور فرضی ہے اس
واسطے عارف کی نگاہ پرابدھ کرم پر نہیں ہے مثال جیسے کوئی شخص بحالت خواب کسی مکان سے گر جائے اور اسکو چوٹ
آ جائے تو وہ اس تکلیف کا علاج کرتا ہے اسیطرح اگیان خواب میں جو کرم کئے گئے اور انکا بھان کیا گیا اس کا نتیجہ یہ شریر مثل
زخم کے اس جیو کو لگا ہے۔ اب اگرچہ بیداری یعنی گیان بھی حاصل ہوا ہے مگر تاہم اس چوٹ کی میعاد بھی باقی ہے اسلئے اس کا
علاج آپ سے آپ کرنا پڑتا ہے۔ اگر بغور دیکھیں تو گیان وان کے یقین میں پرابدھ بھی نہیں ہے کیونکہ وہ موجودہ شریر کو جھوٹا
اور ناشمان سمجھکر آپکو اس سے الگ ست چت آنند روپ جانتا ہے۔ اسکو نشچے ہے کہ یہ شریر نہ آگے تھا اور نہ اب ہے اور نہ
آئندہ ہوگا۔ تعلق شریر سے کبھی نہیں ہوا ہے۔ نہ پرابدھ ہے نہ میری پرابدھ ہے نہ میں بھوگنے والا ہوں۔ پرابدھ وہیں شریر کی ہے
اور یہ شریر اگیان کلپت (مفروضہ) ہے اس لئے پرابدھ بھی فرضی ہے۔

کیونکہ جیسا وہ پہلے تھا ویسا اب بھی اسکے بعد اور شاید اب نہیں رہیگی اور اپنے کو اسی پہلی حالت کی طرح مفلس و قلاش پائیگا جس شخص کو
پرماتما کا گیان ہوا اسکو یہ جہان یقین ہو رہا ہے۔ ورنہ کوئی جہان ہے اور نہ کوئی جہان کا سامان ہے۔ نہ دُکھ ہے نہ درد ہے
اور اس حالت کے بہم پہنچانے سے ہی مکت و رستگاری ہے جو شخص کسی چیز میں "میں" "میری" یعنے محبت نہیں کرتا۔
بلکہ شریر یعنی جسم تک بھی اپنا نہیں سمجھتا۔ آپ کو سب سے الگ اور سب کا شاہد۔ ست۔ چت۔ آنند روپ جانتا ہے وہ کسی
حال میں نہ غمگین ہوتا ہے نہ خوشی ہی مناتا ہے۔ اسکی نظر یکساں ہوتی ہے۔ نفع و نقصان۔ امیر و غریب۔ دوست و دشمن
اپنا و بیگانہ۔ خاک و زر۔ زہر و آبحیات اُسکی نگاہ میں سب برابر ہیں۔ گیتا میں سری بھگوان فرماتے ہیں۔

شادی و غم سے نہیں جسکو مسرت اور ملال — سب سے جُدا بے لوث ہے وہ آدمی ہے باکمال
ہے وہ عارف جسکو غصہ۔ شوق اور نفرت نہیں — رنج سے کلفت نہیں آرام سے اُلفت نہیں
دل عبادت سے چُراتا اور جنت کی طلب — کام چور۔ اس کام پر کس منہ سے اُجرت کی طلب
بطن مادر ہی سے جب پیدا ہوا تکلیف سے — یاں کہاں راحت کہ تو کرتا ہے راحت کی طلب

اِنسان کو ہر کام میں تجربہ درکار ہے

انسان کے لئے تجربہ ایسی چیز ہے کہ کسی کام میں نیچا نہیں دیکھ سکتا۔ کوئی کام خراب نہیں جاتا۔ ہر کام میں عقل کی مدد درکار
ہے۔ جو کام کرنا ہو غور و فکر سے کرے جلدی کرنے میں سوائے نقصان کے نفع نہیں ہو سکتا۔ کلام کرے تو سوچ سمجھکر کرے
اکثر انسان نہایت متانت سے گفتگو کرتے ہیں کہ سامع کو اگرچہ وہ دشمن ہی ہو بُرا نہیں معلوم ہوتا۔ بہت سے کام ایسے
ہیں کہ بغیر دماغی طاقت کے چل نہیں سکتے تجربہ درکار ہوتا ہے اور بہت سے ایسے ہیں کہ ذراسی دیر میں نقصان ہو جاتا
ہے۔ جہاں وقت گذر گیا ہاتھ ملکر پچھتانا پڑتا ہے۔ جلدی کا موقعہ ہو تو خبرداری سے کام کرے۔ مگر فکر ضرور کرے۔ جلدی بات کرنا
بھی عقلمندوں کا کام نہیں ہے مگر یہ نہیں کہ اُسپر چوک جائے۔ خاموشی کیوقت زبان درازی بیکار ہے۔ عابدوں مرتاضوں
کا قول ہے کہ اپنے سے بڑے لوگوں کی خدمت کرنا چاہیئے۔ عالم ودیاوان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ذی شعور شخصوں کا کام
ہے۔ اُنکی صحبت سے فیض اُٹھانا عقلمندوں کا دستور ہے۔ دیوتاؤں کو پوجا کرنا اسی واسطے روا رکھا گیا ہے کہ نارائن کے نام سے
گناہ زائل ہو جاتے ہیں اور بھگتی نصیب ہوتی ہے۔ دیوتاؤں کتھا پُران سننا مناسب ہے۔ سادھوؤں کی صحبت میں وقت کو ضائع
کرنا فضول نہیں کسب علم میں اگر وقت صرف ہو جائے تو نہایت مفید ہے تاکہ دھرم ادھرم میں خوب ادراک حاصل ہو یعنی
سمجھ بوجھ کر دھرم کے کام کرنا جائز تصور کیا جاتا ہے۔ اپنے آقا کی خدمت گذاری میں جلدی نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ شانتی اور دل
جمعی سے انجام دینا چاہیئے۔

بات ہے وہ جانب بات سے چاہا دل ایک پر وہ دیا کہ کبھی ہی رہ گئے
جل میں ترنگ جیسے جیا در بہم اپنے آپ سے پکڑ کے کوئی بکر ہی چلے گئے

نظم

نہ کسی سے لینا دینا نہ کسی سے ناطہ رہے — بھولا بھولا کیوں پھرے جگت میں کیسے تیرا ناطہ رہے
نہ کسی کی بہن بھائی۔ نہ کسی کی ماتا جگت میں — پر سبھی روشنے پہنچی آتے ہے آ وشتے ملن خاص رہے
نار زار تیری آ آ مرتے۔ بہن روو سے دس ماس رہے — شال دوشالہ سب کوئی اوڑھے انت خاک میں تیرا جگت میں
مرگھٹ میں تیری تیار ہو دسے جس اکیلا جاتا جگت میں
کوڑی کوڑی مایا جوڑی جوڑی لاکھ پچاسا رہے — کہت کبیر سنو بھائی سادھو سنگ چلے نہ ماملے

جیو یعنی انسان دکھ کیوں پا رہے ہیں

جواب۔ چور کو کبھی شانتی نہیں ملتی۔ ہر وقت اُس کا دل مانند پارہ کے مضطرب و لرزاں رہتا ہے۔ کیا وجہ کہ وہ اپنی چوری سے ڈرتا رہتا ہے کہ میں کب پکڑا گیا اور مجھے سزا ملی۔ قید خانہ گیا اور مار پڑی۔ بس یہی حال نا شُدہ دنیا انسان کا ہے کہ یہ چور ہے اور خیانت دار ہے۔ اپنی ملکیت جو کہ دوسرے کا مال ہے سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرا گھر ہے۔ یہ میرا اسباب اسپ و فیل و زر و مال و جائداد ہے جس مالک کے یہ سب ہیں اُس کا نام بھی نہیں لیتا۔ بلکہ اُسکو ہزار ہا دشنام و گالیوں سے یاد کرتا ہے کہ میرا مال چرا لیا میرا اسباب بہا دیا میری جائداد کھو دی۔ میرا لڑکا مار ڈالا۔ کوئی پوچھے اِس نادان سے کہ جب تو پیدا ہوا تھا تیرے ساتھ کیا کیا سامان ہمراہ تھا ساتھ میں۔ اور جب مریگا تیرے ساتھ کیا کیا ساتھ جائیگا۔ بقول کسے

نہ لایا ساتھ کچھ اپنے۔ نہ کچھ ہمراہ جائے گا — جیسے آیا خالی ہاتھوں۔ خالی ہاتھ جائے گا۔

پس یہ بد دیانتی و خیانت ہے جو دکھ کا کارن ہے۔ امانت میں خیانت کرنا دکھ کا مول ہے۔ خدا و رحیم و رام و کرشن وغیرہ جس نام سے مالک کو یاد کرو اُسکو درمیان سے اُٹھا کر خود مالک تا بعض بننا دکھ کا سبب ہے۔ یہ نہیں سمجھے کہ جو میری پیدائش سے اول تھی اور بعد مرگ کے بھی رہیگی میں اُسکی موجودگی میں پیدا ہوا ہوں۔ اور پھر اُسکے ہوتے ہوئے ہی چلا جاتا ہوں۔ تو میں اُس کا مالک کس طرح ہو سکتا ہوں۔ اسکا مالک حقیقی وہی ہے جو جہان کی پیدائش سے اول تھا اور جہان کے فنا کے بعد قائم رہیگا۔ وہ ایشور پرماتما۔ خدا۔ اللہ۔ رام۔ رحیم ہے۔ ہم تمام لوگ مانند چرند و پرند کے اس جہان میں گذارہ کر کے چلے جاتے ہیں اور ہمارے جیسے بیشمار ہوئے ہیں اور ہونگے۔ ملکیت کسی کی نہیں رہ سکتی یہی غفلت انسان کو باعث دکھ و گرفتاری ہے۔ مثلاً خواب میں کوئی بادشاہ ہو گیا۔ اور اس بادشاہی پر نازاں ہو کر اپنے کو مالک ملک سمجھے تو وہ عاقل نہیں ہے بلکہ محض نادان ہے کہ جو

لگ گیا۔ اُسنے اُسکو بکریوں اور بھیڑوں میں شامل کر دیا۔ وہ بچہ اُنکا دودھ پیتا رہا۔ اور صحبت اُنکے ساتھ کرتا رہا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی اصلیت شیر کو بھولکر آپ کو بکری و بھیڑ ماننے لگا۔ اُسی طرح بسے اور اُسی طرح گھاس چرے۔ ایک دن کسی دوسرے شیر نے اُسے اجاڑ جنگل میں دیکھا۔ اور حیران ہوا کہ شیر ہوکر بکریوں میں چر رہا ہے۔ جب اُسکے نزدیک گیا تو وہ مثل بکریوں کے اُس سے خائف ہوکر بھاگ گیا۔ اُسنے اُسے جبراً پکڑا اور جتلایا کہ ای جیتل تو آپ کو بھولکر اسقدر اندھا ہو گیا ہے کہ اپنے ہمجنس سے خائف ہوتا ہے اور غیر جنس سے جو ہماری خوراک ہیں ملکر رہتا ہے۔ آ تو میری مانند شیر جنگل کا بادشاہ سب پر غالب بکریوں کا مارنیوالا ہے۔ اِس سخن سے اُسے یقین نہ آیا۔ اِسپر شیر اسکو لب آب پر لیگیا کہ اُسے اپنا اور اُس کا عکس دکھایا۔ اور کہا دیکھ تو اور میں یکساں صورت والے ہیں۔ اِس سے اُسکو یقین ہوا کہ میں بھی شیر ہوں پھر وہ گرجا جسے دیکھکر دوسرا گرجا۔ تب اُس شیر نے اُس بچہ کو کہا کہ اب جاکر بکریوں میں گرج۔ اور پھر اپنی شان دیکھ۔ اُسنے اسیطرح کیا۔ تمام بکریاں اُسکی آواز سنکر خوف سے بھاگ گئیں۔ وہ اکیلا جنگل کا بادشاہ ہوکر رہنے لگا۔

اِسی طرح یہ روح شیر بچہ۔ حواس ظاہری و باطنی سے جو مثل بکریوں اور بھیڑوں کے ہیں ملکر آپ کو بھول گیا ہے اور اُنکے ساتھ ملکر لذت نفسانی کی گھاس چرتا ہے۔ اور جسم و اسم و صفت میں مثل بکریوں کے میں میں کرتا ہے۔ جب کوئی دوسرا شیر یعنی عارف اسکو اس حالت میں دیکھکر اُسے ہدایت کرتا ہے کہ تو عین ذات ہے تو یہ اُس سے خائف ہوکر نفرت کرتا ہے۔ جب کتب متعدد جو مثل آب کے ہیں دکھاتا ہے سمجھاتا ہے۔ تو اُسکو اپنی اصلیت سوجھتی ہے اور پھر وہ نعرہ خودشناسی سے تمام حواس سے الگ جسم جنگل میں بادشاہ ہوتا ہے۔ اِس تمثیل سے ظاہر ہے کہ روح کو صحبت جسمانی سے ذاتِ حق کی طرف سے گمراہی ہوئی۔ کیونکہ لطافت میں جب کثافت شامل ہوتی ہے اُس وقت لطافت فراموش ہو جاتی ہے۔ دوسری وجہ اِسکی فراموشی کی یہ ہے کہ جو چیز بالکل ہی قریب ہو اُس کا علم نہیں ہوتا۔ جیسے آنکھ میں سرمہ ہے۔ اُسکو آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ یا آنکھ میں جو مردمک ہیں اُنکو آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ یا بینائی کو بینائی دیکھ نہیں سکتی۔ اِسیطرح روح جو بالکل ہی حق کے قریب ہے بلکہ اُسکے آسرے ہے اُسکو بھول گیا ہے۔ جب اُسکو جستجو کرتا ہے تو وہی ذات سمجھنے سے واصل ہوتا ہے۔ سوائے اُسکے اور کچھ دیکھ نہیں سکتا تو ثابت ہوا کہ قرابت ہی باعث فراموشی ہے۔ تیسرا روح کو لباس جسمانی کی آلایش سے غفلت ہوتی ہے جس وجہ سے آپ کو محدود و موسوم و موجود سمجھتا ہے۔ اور یہی گمراہی اور غفلت کی وجہ ہے کہ جب ذاتِ بیچون و چرا میں خواہش چون و چرا ہوئی تو واحد سے کثیر اور بیحد سے محدود اور عالم سے غافل ہوا یعنی وہ خواہش ہی باعث گمراہی ہے۔ جب خواہش زیادتی دور ہو وحدت باقی رہے یہ اصلیت ہے۔ کبت۔ بھولو ساد ھ جاپ بھول گئو پن پاپ کون یہ کون آپ کہاں تو بجانے

برسوں سنجوگ بھئے مرگ اُلٹ بھوگ بھئے سرجن یہ جوگ بھئے کیسے جی آننے

صفائی قلب کے اُصول

قدرت نے جو جسم اور حواس دل دماغ وغیرہ بنائے ہیں اُنکا آتما سے تعلق ہے۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ زبان۔ ہاتھ۔ یعنی
حواس خمسہ کو خود ہی حقیقت معلوم نہیں۔ لیکن آتما انکو اپنا مظہر سمجھتی ہے۔ دنیا میں اندریوں سے آتما اِس طرح کام لیتی
ہے جسطرح چابکسوار گھوڑے سے۔ اندریوں سے اشرف ارتھ سے من۔ من سے بُدھی (یعنی عقل) بُدھی سے مہاتتو
(یعنی وہ عناصر سے افضل طاقت) مہاتتو سے اویکت (یعنی قدرت کاملہ) اور اس سے زیادہ کوئی ہے تو آتما۔ جنے
آتما کو پہچانا وہ نجات وہی پا گیا۔ عام ذی روحوں کو آتما نظر نہیں آتی۔ اُسکی روشنی اِن لوگوں کی چشم دل کو نظر آتی ہے
جو برہم گیانی ہیں۔ جو دھیان یوگ اور تپ کی طاقت سے اندریوں پر غالب یعنی خواہشاتِ نفسانی پر قابو پا کر مہاتتو کے
نشان سے آگاہ ہو جاتا ہے جسکو پریم برہم کا گیان ہو گیا یعنی سمجھ لیا کہ برہم میں ہی ہوں۔ یا یہ یقین ہو گیا کہ برہم مجھ ہی
میں ہے وہ اور جنم جنموں سے چھوٹکر موکش کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو کچھ اور بھی نہیں سو لوگ نفس کے قابو
میں ہیں۔ جنکو آتما کا گیان نہیں جنہیں خواہشات نے مغلوب کر رکھا ہے وہ زندگی موت کے جھگڑوں میں پھنسے رہتے ہیں
آفریں ہے اُن اشخاص پر جو کہ تعلقاتِ نفسانی سے علیحدہ ہو کر برہم سے دل لگاتے ہیں اور قلب کی ضلالت کو گیان کے
پاک اور لطیف پانی سے دھوکر بہاتے ہیں۔ نہ پن سے غرض اور نہ پاپ سے مطلب ہے۔ وہ پہاڑ کی طرح اٹل ہو کر نارائن کے
دھیان میں مگن ہو جاتے ہیں اُنکو ہر وقت آنند ہے۔ اِن اُمور کو ہر ایک شخص نہیں جان سکتا ہے۔ نہ شاستر پڑھنے والے ہی
اِن بھیدوں سے واقف ہیں۔ ایسی باتیں قدرت کیطرف سے دل میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہی جان بھگتی اور پریم کا ہے۔ پریم کا
دل خاص جوہر ہے۔ وہ خود ہی پیدا ہوتا ہے اُسکا سکھلانے پڑھانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ پریم جسکو ہم محبت کہتے ہیں وہ دیا
پڑھنے سے نہیں آتی۔ معبود حقیقی میں جب دل لگ گیا تو پریم پیدا ہو گیا۔ اور جب پریم ہوا تو پرماتما کے درشن ہونا لابدی ہیں
جس طرح دہی سے مکھن اور کاٹھ سے اگنی پیدا ہوتی ہے۔ یہ گیان دس ہزار ویدوں کی رچاؤں سے متھ کر آبحیات کی طرح نکالا
گیا ہے۔ آدمیوں کو لازم ہے کہ اپنے بیٹے پوتے۔ ناتی نواسے کو اس گیان کی تلقین کریں۔ یا جو بھگت پریم کے بس ہو اُنکو اپدیش
دیں۔ اُن لوگوں کو ایسا گیان سکھانا لازمی نہیں ہے جو حواس خمسہ کے مطیع اور بندے ہیں۔ ریاکار۔ کبر و نخوت کے پابند
لوگوں پر یہ گیان اپنا اثر نہیں دکھلاتا۔ سعدی کا قول ہے۔ نصیحت کن مرا چندانکہ خواہی ✦ کہ نتواں شستن از زنگی سیاہی

انسان اپنی اصلیت سے کیوں گمراہ ہو گیا ہے؟

جواب۔ بباعث نشہ کثرت و غفلت گمراہ ہو گیا ہے ✦ اسپر ایک مثال دیجاتی ہے۔ ایک شیر کا بچہ کسی گدھے کے ہاتھ

مرنے سے پہلے مرنا ہو تو سن لے یہ تدبیر
بیٹھ رہو چھپ کے کسی گوشہ میں ہو کر خاموش

دیگر

ملک عدم یقیناً فردوس جاوداں ہے
آرامیوں کا گھر ہے آرام کا مکان ہے
بےفکریوں کی منزل خوشیوں کا آستاں ہے
راحت کی سرزمیں ہے عشرت کا آسماں ہے

دیگر

دنیا کے رنج و غم کی ہر بابت ہے پوچھو
اہل عدم کی خوشیاں اہل عدم سے پوچھو

دیگر

طفل یہ رو رو کے کہتے ہیں زبانِ حال سے
جو عدم میں چین تھا دامانِ مادر میں نہیں

غزل

ہستی میں یاد آئے نہ کیونکر عدم مجھے
وہ آدمی نہیں جسے حب الوطن نہ ہو
دلا غافل نہ ہو یکدم کہ دنیا چھوڑ جانا ہے
باغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے
بدن نازک گلوں جیسا جو لیٹے سیج پھولوں پر
ہوویگا ایک دن مردہ یہی کیڑوں کا کھانا ہے
نہ بیلی ہوویگا بھائی نہ بیٹا باپ نہ مائی
کیا پھرتا ہے سودائی عمل نے کام آنا ہے
پیارے نظر کر دیکھو پڑی ہیں ماڑیاں خالی
گئے سب چھوڑ خالی دیہہ دغا بازی کا بانا ہے
غلط فہمی یہی تیری ہے نہیں آرام ہو اس جا
مسافر بے وطن ہے تو کہاں تیرا ٹھکانا ہے

دیگر

چیست دنیا مرحلہ پرسیدم از فرزانہ
گفت یا خواب است یا بادست یا افسانہ

منزل عدم

رہنے والوں کا عدم کے حال کس سے پوچھئے
اِس طرف کو آج تک واں سے پھرا کوئی نہیں

دیگر

جو پھر کے آئے مسافر کوئی تو ہو معلوم
عدم کی راہ میں ہیں یا نہیں نشیب و فراز

دیگر

ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام عدم میں
جو جاتا ہے واں سے وہ دوبارا نہیں آتا

دیگر

یارانِ رفتگاں کا کھلے حال کس طرح
بھیجا نہیں کسی نے بھی لکھ کر عدم سے خط

دیگر

پہنچی نہ رفتگانِ عدم کی جو کچھ خبر
کیا جانے کیسی جاتے ہی منزل پہ بن گئی

دیگر

جانفزا کس درجہ ہے سیرِ عدم آبادہی
جا رہا ہے جان دیکر اک جہاں زیرِ زمیں

دیگر

گئے منہ پھیر کر یوں رہروانِ منزلِ ہستی
سوئے پس ماندگاں مڑ کر نہ ہنگامِ سفر دیکھا

دیگر

حالت اقلیم عدم کی کس سے پوچھیں اے عزیز
رہنے والے تو وہاں کے کچھ نہیں دیتے جواب

دیگر

پتہ دے ایسی منزل کا بھلا گمنام کیوں آکر
کرینگے آہ مجبوراً اسے معلوم خود جاکر

ہوا۔ ہوا سے بارش اور بارش سے زمین پر آتے ہیں۔ زمین میں اناج کی کسی دانہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر مرد کے جسم میں جا کر ویرج بنتا ہے۔ پھر عورت کے گربھ میں آتا ہو جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ شرتی کہتی ہے کہ اس طرح یہ آگیانی ایک لوک سے دوسرے لوک میں پڑے چکر لگایا کرتے ہیں اور یہ چکر کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتا۔

اب ان لوگوں کے لیئے جو نہ گیان اپاسک ہیں نہ کرم کانڈی ہیں یہ شخص ظاہر ہے کہ نہ دیویان پر چلنے کے ادہکاری ہیں نہ پتریان پر محض دنیوی ہوس میں پھنسے اور دنیا کے کتے بنے رہتے ہیں اسواسطے انہیں نہ برہم لوک میں جانا نصیب ہوتا ہے نہ پتری لوک میں۔ بلکہ یہیں دنیا میں مرتے اور پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ وحشی یا نیچ ذاتوں کے آدمی بن گئے یا کیڑے مکوڑے ہو گئے۔ پنچ اگنی ودیا کا نقشہ بھی ذیل میں دیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	اگنی	ایندھن	دھواں	شعلہ	انگارے	چنگاریاں	آہوتی	پیدائش
۱	دیولوک	سورج	کرنیں	دن	اطراف	گوشے	شردھا	سوم راجہ
۲	ابر	سال	بادل	بجلی	پتھر	کڑک	سوم راجہ	بارش
۳	یہ لوک	پرتھوی	آگ	رات	چاند	تارے	بارش	اناج
۴	مرد	کھلا منہ	پران	بانی	آنکھیں	کان	اناج	ویرج
۵	عورت	متعلقہ عضو مخصوص	زیرناف	شہوت	مجامعت	لذت مباشرت	ویرج	پرش

پیارے جگیاسو شرتی پکار پکار کر کہتی ہے کہ جب تک آتم گیان نہیں ہوتا موافق رہٹ کے چکر گھومتا رہیگا کبھی اوپر اور کبھی نیچے۔

طالب۔ آپنے تو بہت سا حال تحریر کیا ہو جو میری سمجھ میں نہیں آتا مجھے مختصر طور پر سمجھا دیجئے۔

عارف۔ پیارے طالب اپنشدوں میں مرنے کے بعد انسان کے دو راستے بتلائے ہیں۔ دیویان۔ پتریان۔

جو لوگ کامل تیاگی۔ پورے گیانی اور ذات مطلق وخود میں ابہید ہو گئے ہیں وہ براہ دیویان جاتے ہیں اور وہ عین حیات جیون مکت ہیں۔ بعد مرگ مکت ہوتے ہیں۔ اور وہ دنیا میں پھر لوٹ کر نہیں آتے۔

(۲) جو لوگ نشکام۔ یگیہ۔ دان۔ تیرتھ۔ برت۔ پراوپکار وغیرہ کام کرتے ہیں وہ لوگ بعد مرگ براہ پتریان جاتے ہیں اور جسقدر انکے شبھ کرم ہیں انکا پھل بھوگتے ہیں اور جسوقت انکا کرم پھل ختم ہو جاتا ہے انکی واپسی اس سنسار میں پھر ہوتی اور ان پانچ اگنیوں کے ذریعہ پھر شکم عورت میں حمل قرار پاکر پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں۔ دائمی آرام وخوشی میسر نہیں ہوتی اور جو لوگ اس دنیا میں بداعمال وبدکردار ہی ہمیشہ رہے ہیں وہ اس دنیا میں نیچ ذات میں پھر پیدا ہوتے ہیں۔ غرضیکہ کیڑے مکوڑے تک جون بھوگتے ہیں۔ یہ ہے "مرنے کے بعد کیا ہوگا" اسکی تشریح۔

صدا یہ قبر سے بیدار دل کو آتی ہے ۔۔۔ عمل جو نیک ہوں تو ایسی خواب کا ڈر نہیں
مرنے کو پیچھے نہیں جو تو ہے سبحان ۔۔۔ پاپ پُن کو بھوگ لے ویہے اتی جان

کو۔ دیولوک سے سورج کو۔ سورج سے بجلی کی لوک کو۔ یہاں ایک پرش اگر جو آدمی نہیں ہے انہیں برہم لوک میں لیجاتا ہے
برہم لوک میں لاتعداد برسوں تک رہتے ہیں انہیں بازگشت نہیں ہوتی۔

منتر ۱۶۔ جو لوگ یگیہ دان۔ تپ سے لوکوں کو جیتتے ہیں وہ دھوئیں کی طرف جاتے ہیں۔ دھوئیں سے رات کو۔ رات سے اندھیرے پندرھواڑے کو۔ اندھیرے پندرھواڑے سے چھ دکشنائن مہینوں کو۔ ان مہینوں سے پتری لوک کو۔ پتری لوک سے چاند کو۔ چاند میں پہنچکر اناج بنتے ہیں۔ اور جس طرح یگیہ میں پجاری پیالے میں بار بار سوم رس بھر بھر کر آخر پیالہ خالی کر دیتے ہیں۔ اسیطرح انہیں دیوتا کھا لیتے ہیں جب کرم بھوگ ختم ہونے پر واپس پھرتے ہیں۔ تو پہلے آکاس میں آتے ہیں۔ آکاس سے ہوا میں۔ ہوا سے بارش میں۔ بارش سے زمین میں۔ زمین پر پہنچکر اناج بنتے ہیں پہلے مرد روپ اگنی میں ہوم کئے جاتے ہیں۔ پھر عورت روپ اگنی میں پیدا ہوتے ہیں۔ اسیطرح ایک لوک سے دوسرے لوک میں جاتے ہیں۔ یہ چھوٹے چکر کھایا کرتے ہیں۔ جو ان دونوں رستوں کو نہیں جانتے وہ کیڑے پتنگے اور مچھر بنتے ہیں۔

تشریح۔ دیویان کا ادھکاری مندرجہ ذیل ہیں (۱) جو پنچ اگنی ودیا جانتے ہیں۔ یہ گرہستی ہوں یا بان پرست یا سنیاسی پہلا (۲) گورو کے گھر برہمچاری رہنے والے اپاسک جو بان پرست ہوں یا سنیاسی یہ اپاسنا شردھا یعنی دلی اعتقاد سے ستیہ یعنی سوتنتر آتما پران یا ہرن گربھ کی جو لوک پرلوک سب کا خالق اور رما یا ہوا چیتن ہے منزلیں رستہ کی منتر نمبر ۵ میں تفصیل آچکی ہے یہاں سے کوئی پرش جو برہم لوک کا دیوتا ہے آکر اسے برہما پرجاپتی کے لوک میں لیجاتا ہے یہاں کلپ کے آخر تک وہ رہتا ہے۔ اور آخر ہرنیہ گربھ یا پرجاپتی کے ساتھ مکتی پاتا ہے۔ اس رستہ میں ترقی ہی ترقی ہے۔ آدمی گرنے نہیں پاتا یعنے اسے بازگشت نہیں ہے موکش پاتا ہے۔ پتریان پر چلنے کے وہ لوگ ادھکاری ہیں جو یگیہ یعنی ویدک کرم کرتے ہیں۔ دان یعنی پروپکار وغیرہ کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ تپ یعنی خاص قسم کی ریاضتیں یا یوگ کے ابھیاس کرتے رہتے ہیں۔ مگر سمادھی کے درجے کو نہیں پہنچنے پاتے اور بیچ میں مر جاتے ہیں۔ انکا رستہ تاریک ہے یعنی وہ نچے لوکوں میں یہ ادھکار نہیں پاتے۔ نہ آگے روحانی ترقی کرتے جاتے ہیں بلکہ پتریان لوک میں کرم پھل بھوگ کر پھر دنیا میں لوٹ آتے ہیں۔ اس رستہ کی منزلیں سابق میں درج ہو چکی ہیں۔ یہاں پہنچکر وہ اسی طرح دیوتاؤں کے اناج یعنی بھوگ بنتے ہیں جس طرح راجہ کا خاندان و ارکین سلطنت و ملازمین راجہ کے بھوگ ہوتے ہیں۔ آخر یہی دیوتا انہیں چر جاتے ہیں بھلا کس طرح جس طرح یگیہ میں براہمن چکھتے ہوئے سوم رس کے پیالے بار بار بھر کر اور پی کر آخر خالی کر دیتے ہیں اسیطرح سورگ لوک میں ان لوگوں کے کرم ادے ہوتے رہتے ہیں اور دیوتا انکے مطابق پھل دیتے رہتے ہیں۔ یہ بار بار پیالہ کا بھرنا ہے آخر وہ دن آتا ہے کہ کرم پھل ختم ہو جاتے ہیں۔ یا یہ پیالہ کا خالی کرنا ہے اور سورگ سے دھکے دیکر نکال دیئے جاتے ہیں۔ یہ پیالہ کا خالی کرنا ہے۔ نکل کر یہ جیو سورگ سے آکاس۔ آکاس سے

منتر ۱۲۔ اے گوتم تحقیقاً مرد اگنی ہے۔ کھلا ہوا منہ اس کا ایندھن ہے۔ پران دھواں ہیں۔ باتی شعلہ ہے۔ آنکھیں انگارے ہیں۔ کان چنگاریاں ہیں۔ اِس آگ میں دیوتا ان کی آہوتی دیتے ہیں اس آہوتی سے ویریج پیدا ہوتا ہے

منتر ۱۳۔ اے گوتم تحقیقاً عورت اگنی ہے۔ مقام مخصوص اسکا ایندھن ہے۔ موئے زہار دھواں ہیں۔ شہوت شعلہ ہے مجامعت انگارے ہیں۔ لذت مباشرت چنگاریاں ہیں۔ اِس آگ میں ویریج کی آہوتی دیتے ہیں اور اس آہوتی سے پرش پیدا ہوتا ہے۔ وہ جب تک زندگی ہے جیتا ہے۔ جب مرتا ہے۔

تشریح۔ اِس میں دوسرے اور تیسرے سوالوں کا بھی جواب آگیا۔ کہ جیو دنیا میں کیونکر واپس آتے ہیں۔ اور وہ لوک بھر کیوں نہیں جاتا۔ کہ جیو وہاں جاتے ہیں تو سب ٹھیر ہی نہیں جاتے بلکہ اس دنیا میں واپس آنیکا تار بابر لگا رہتا ہے۔ جیسے سرائے میں مسافر آتے جاتے رہتے ہیں اور وہ کبھی بھرنے نہیں پاتی۔ اِسی طرح عالم عقبیٰ بھی کبھی بھرتا نہیں۔

منتر ۱۴۔ اُسے پھونکنے کے لئے لیجاتے ہیں۔ آگ ہی اُسکی آگ ہو۔ ایندھن ہی اُس کا ایندھن ہے دھواں ہی اُسکا دھواں ہو۔ شعلہ ہی اُس کا شعلہ ہے۔ انگارا ہی اُس کا انگارا ہے۔ چنگاریاں ہی اُسکی چنگاریاں ہیں۔ اِس میں دیوتا لاش کی آہوتی دیتے ہیں اِس آہوتی سے درخشاں رنگ کا پرش پیدا ہوتا ہے۔

غرض۔ سورگ۔ ابر۔ بھولوک۔ مرد۔ عورت۔ پانچ ایسی چیزیں ہیں جن میں اگنی کی درشٹی کرنی چاہیئے۔ انہیں جیو کی آہوتی دی جاتی ہے اور آخر وہ صورتِ انسان میں نمایاں ہوتا ہے۔ جب تک اُسکی زندگی رہتی ہے جیتا رہتا ہے جب مرجاتا ہے تو جس طرح آگ سے پیدا ہوا تھا اُسی طرح آگ میں ہی پھونکتے ہیں۔ اِس شمشان کی آگ میں کوئی درشٹی کرنی ضروری نہیں۔ بلکہ اسکی آگ معمولی آگ ہو۔ ایندھن معمولی ایندھن ہے وغیرہ وغیرہ۔ لاش جل چکتی ہے تو جیو سوکشم شریر میں لپٹا ہوا جیو الگ ہوجاتا ہے۔ اور اونچے نیچے لوک میں کرم پھل بھوگنے کے لئے جاتا ہے۔ اِسی طرح آواگون کا سلسلہ متواتر اور متوالی چلا جاتا ہے۔ کرموں سے اُونچے نیچے لوک ملتے ہیں۔ بھوگ ختم ہوجاتا ہے تو آدمی پھر دنیا میں آتا ہے یہاں اور کرم کرتا ہے۔ اُنکے پھل بھوگنے بھی اُونچے نیچے لوگوں میں جاتا ہے اِس طرح یہ سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ دوسرے اور تیسرے اور چوتھے سوالوں کا جواب گوتم رشی کو سمجھا کر اب راجہ پھر پہلے اور پانچویں سوالوں کے جواب دینے شروع کرتا ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ مرکر سفر آخرت کرتا ہے تو اُسکے راستے کیونکر جدا ہوتے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ دیویان اور پتریان کی پراپتی کیونکر ہوتی ہے۔

منتر ۱۵۔ جو ایسا جانتے ہیں اور جو جنگل میں شردھا اور ستیہ کی اُپاسنا کرتے ہیں وہ شعلہ کی طرف جاتے ہیں۔ شعلے سے دن کو۔ دن سے اجیالے پندرھواڑے کو۔ جیلے پندرھواڑے سے چھ اُترائن مہینے کو۔ اِن مہینوں سے دیولوک

ہیں۔ یہ سنکر سویت کیتو نے کہا کہ میں اِن سوالوں میں سے ایک کا جواب بھی نہیں جانتا۔
سویت کیتو کو چونکہ راجہ کے سوالوں کا جواب نہیں آیا۔ اس واسطے شرمندہ ہوکر گھر واپس آیا اور باپ سے شکایت کی۔ باپ نے کہا مجھے خود اِنکا جواب نہیں آتا۔ اِس لئے بہتر ہے کہ راجہ کے چیلے بنکر اُس سے یہ تیا سیکھیں۔

منتر ۴۔ باپ نے کہا کہ اے عزیز مجکو ایسا جان کہ جو کچھ مجھے آتا تھا وہ سب میں نے تجھے بتا دیا۔ اب یہ کر کہ وہاں واپس چلکر ہم چاریوں کی طرح رہیں۔ سویت کیتو نے کہا کہ آپ ہی جائیں۔ یہ سنکر گوتم رشی جہاں جیلی کا بیٹا پرواہن تھا وہاں پہنچا۔ راجہ نے اُسکے بیٹھنے کو آسن دیا۔ اور پانی منگوا کر رگیہ کو دیکر کہا کہ بھگوان گوتم ہم آپ کو بر دیتے ہیں۔

منتر ۵۔ گوتم نے کہا آپنے جو مجھے بر دینے کا وعدہ کیا ہے اسکے انعام میں میرے بیٹے سے آپنے جو سوال پوچھے تھے اُنکے جواب مجھے بتلایئے۔

منتر ۶۔ راجہ نے کہا کہ اے گوتم تمہارا بر دیوتاؤں کے متعلق ہے۔ آدمیوں کے متعلق مانگو!

منتر ۷۔ پھر کہا کہ تم چاہتے ہو کہ میرے پاس۔ سونا۔ گائے۔ گھوڑے۔ لونڈیاں۔ نوکر۔ چاکر۔ کپڑا۔ بافراط موجود ہے۔ گوتم نے جواب دیا۔ کہ آپ بہت سی۔ بعید۔ اور لا انتہا دولت کو دینے میں مجھ سے بخل نکریں۔ راجہ نے پوچھا کہ اے گوتم کیا تم پرانی رسم کے بموجب مجھ سے بدیا چاہتے ہو۔ گوتم نے جواب دیا کہ میں آپکا چیلا بنکر پاس آیا ہوں۔ پہلے زمانہ میں یہی الفاظ بولکر لوگ اچاریوں کے پاس آتے تھے۔ پس اُسنے پاس آنیکے الفاظ کہکر ہی راجہ کے ہاں رہنا شروع کیا

منتر ۸۔ راجہ نے کہا کہ اے گوتم تم اس میں ہمیں اِس طرح قصور وار نہ ٹھیراؤ جس طرح بزرگوں نے ٹھیرایا ہے۔ اب سے پہلے یہ بدیا کسی برہمن کو نہیں ملی۔ میں اُسے آپکو بتاؤنگا بھلا جس طرح تم بول رہے ہو ایسے آدمی سے کون انکار کرسکتا ہے۔

منتر ۹۔ اے گوتم تحقیقاً وہ لوک اگنی ہے۔ سورج اُسکا ایندھن ہے۔ کرنیں دھواں ہیں۔ دن شعلہ ہے۔ اطراف انگارے ہیں گوشے چنگاریاں ہیں۔ اِس آگ میں دیوتا سردھا کی آہوتی دیتے ہیں اور اس آہوتی سے سوم راجہ پیدا ہوتا ہے۔

منتر ۱۰۔ اے گوتم ابر اگنی ہے۔ سال اس کا ایندھن ہے۔ بادل دھواں ہے۔ بجلی شعلہ ہے۔ بجر انگارے ہیں کڑک چنگاریاں ہیں۔ اِس آگ میں دیوتا سوم راجہ کی آہوتی دیتے ہیں اُس آہوتی سے بارش پیدا ہوتی ہے۔

منتر ۱۱۔ اے گوتم تحقیقاً یہ لوک اگنی ہے۔ پرتھوی اس کا ایندھن ہے۔ آگ دھواں ہے۔ رات شعلہ ہے۔ چاند انگارا ہے ستارے چنگاریاں ہیں۔ اِس آگ میں دیوتا بارش کی آہوتی دیتے ہیں۔ اِس آہوتی سے اناج پیدا ہوتا ہے

جنکے ہرنے بھاؤ نا بھے   پاہو موری نیکے تن تپے   دیکھے ہیں بھو بھہالی پیرا   جو جیوں ویرسے پھیرا
سے اہر چل جو زب بیکھا   تن پر ہو پکیٹ کال ہم رکھیا   پاہو امن دیکھے دھاتی   تہ جیوشن وشی سمکھاتی

(ج) جو شخص ہرا قرار اور بیہ وار کو گرجا میں صدق دل سے دعا مانگتا ہے - ہر صبح و ہر شام دعا کو بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر سر جھکا کر اور ہاتھ اٹھا کر نماز ادا کرتا ہے وہ مرتے وقت اپنے ملتجی (شفاعت کنندہ) کے دھیان میں جسم کثیف چھوڑتا ہے - وہ کہیں وقتِ انتقال خدا کے دائیں ہاتھ کو حضرت عیسیٰ کے ذریسایہ منتقل ہو گا

(د) جو شخص ساری عمر مکت شلا پانو رہیگا وہ خواب مرگ میں مکت شلا ضرور گھڑ لیگا اور اسکو تخت گاہ بنائیگا

(س) جسکے دل میں خوب جچ گیا ہے کہ میں گنہگار ہوں نیچ ہوں - پاپی ہوں - دوزخ کے لائق ہوں وہ خواہ مخواہ خواب دوزخ کا مستحق ہو بیت - دنیا کے خیالات ہیں جسکے دل میں + واپس دنیا میں وہ ضرور آئیگا -

رباعی

جس طرح کہ بعد خواب بیداری ہے   بیداری سے پھر خواب کی تیاری ہے
اے مکت اسی طرح سے تا حدِ نجات   آنے جانے کا سلسلہ جاری ہے

رباعی

دنیا ہے اے مکت ایک بازار لگا   آنے جانے کا ہے یاں تار لگا
خواہش ہے کہ سب کو کھینچ کر لاتی ہے   خواہش نہیں دل کو تو زنہار لگا

معترض - آپنے تو منازل موت کو خواب خیال ہی بنا دیا - کسی وید شاستر کا حوالہ دیجئے تاکہ راست و صحیح تصور ہو -

جواب - سبھا رنیک - اپنشد - چھٹا ادھیائے دوسرا برہمن - مرنے کے بعد جیوں کی گتی -

منتر ۱ - ارن رشی کا پوتہ سویہت کیتو پانچال والوں کی سبھا میں تھا اور وہاں اس وقت جبل کے بیٹے راجہ پرواہن کے پاس پہنچا جب ملازم اسکی خدمت کر رہے تھے - راجہ نے اسے دیکھ کر کہا لڑکے - اسنے جواب دیا جی - پھر پوچھا تیرے باپ نے تجھے تعلیم دی ہے - اسنے کہا - ہاں -

منتر ۲ - راجہ نے پوچھا جانتا ہے کہ لوگ مر کر سفر آخرت کرتے ہیں تو کس طرح رستے جدا ہوتے ہیں - اسنے کہا کہ نہیں پھر پوچھا جانتا ہے کہ اگرچہ آدمی پھر پھر کر اس لوک میں جاتے ہیں مگر وہ بھر کیوں نہیں جاتا - اسنے کہا کہ نہیں - پھر پوچھا کہ جانتا ہے کہ کونسی آہوتی سے پانی پرش کہلانے اور اٹھ کر بولنے لگتا ہے - اسنے کہا نہیں - پھر پوچھا کہ دیویاں اور پتریاں کی پراپتی کیونکر ہوتی ہے - یعنی کن کرموں سے آدمی دیویان یا پتریاں کے رستے جاتے ہیں - کیا تونے رشی کا بچن نہیں سنا کہ میں نے آدمیوں کے لئے دو راستے سنے ہیں پتروں کا رستہ اور دیوتاؤں کا رستہ - انہیں پر تمام خلقت چلکر جاتی ہے - اور وہ دونوں ہی [illegible]

جواب۔ جیو برہم کی ایکتا ادویت یا اکھنڈتا ثابت ہی ہے۔ اسکی تشریح کی اِس جگہ کوئی ضرورت نہیں ہے۔
بس جیو اپنی کُل میں سماجاتا ہے۔ کوئی شے جدا نہیں ہے۔

جب ہوتے ہیں، جوت مل گئی تو کیا دیکھا ۔۔۔ پوچھو مت ہمسے جو اچنبھا دیکھا
ہم نے اپنے تئیں اس جا دیکھا ۔۔۔ ہاں دیکھا تو یار جلوہ فرما دیکھا

بعد مرنے کے گدا و شاہ کی تمیز ہی نہیں رہتی ہے

جو آہنگ رفتن کند جان پاک ۔۔۔ چہ برتخت مردن۔ چہ برروئے خاک

(۲) عالم بیداری کے بعد خواب کا عالم ہمیشہ آیا کرتا ہے۔ خواب سے بیداری طلوع ہوا کرتی ہے۔ گویا موت سے پھر احیاء ہوا کرتا ہے۔ عالم خواب کے مضمون اکثر وہی ہوتے ہیں جو دن بھر توجہ کو کھینچے رہے ہوں۔ یعنی جو خیالات عالم جاگرت میں جسم لطیف کو مصروف و مشغول رکھتے رہے ہوں عموماً وہی عالم خواب میں ظہور پکڑا کرتے ہیں۔ جو عمل ہر روز وقوع میں آتا ہے وہی بڑی سکیل (پیمانہ) پر مرنے کے بعد واقع ہوتا ہے۔

ایک سچا اور پکا زاہد جو پنجاہ سالہ زندگی کے تمام دن بھر میں بچپن سے لیکر بڑھاپے تک پانچ وقت نماز پڑھتا رہا ہے اِس یقین کے ساتھ کہ جب موت کی رات پڑیگی۔ مجھے بہشت بریں نصیب ہوگا۔ حور و غلمان ہم آغوش ہونگے۔ آب کوثر پینے کو۔ باغات عالی سیر کو۔ قصور نفیس رہنے کو ملیں گے۔ بیشک موت کی رات پڑنے پر ایسے مؤمن کے جسم لطیف کو یہ سب چیزیں ملنی چاہئیں ؎

رباعی

دنیا نظر آتی ہے مجھے مثل سراب ۔۔۔ میرا ہی تصور ہے کہ ہے صورت آب
بیخوف ہوں بیخوف ہوں بیخوف ہوں میں ۔۔۔ جو کچھ ہے سراب ہے۔ عدم ہے یا خواب

رباعی

جس طرح کہ عالم ہے یہاں کا جھوٹا ۔۔۔ عالم ہے اِسی طرح وہاں کا جھوٹا
اے مکت ہمارا تو عقیدہ یہ ہے ۔۔۔ سو اب ہے بہشت جاوداں کا جھوٹا

دیگر

اے طبع رواں تیری روانی ہے غلط ۔۔۔ سچ کہتا ہوں یہ رام کہانی ہے غلط
آنا جانا یہاں ہی ہے وہاں بھی ہے ۔۔۔ سودا ہے۔ بہشت جاودانی ہے غلط

(ب) جو شخص تمام عمر کے جاگتے روز میں مندروں میں ہاتھ جوڑ جوڑ کر اور ماتھے رگڑ رگڑ کر یہ نشچے (یقین) پکا تا رہا ہے کہ جب سے پرانا سری کرشن مہاراج کے درشن کبھی نہ چھوٹیں۔ ایسے بشواشی بھگت کو رو یہ وارتیں دبعد مرگ ضرو گئو لوک ملیگا

کیا اندازہ اسکی قدرت کا ۔ کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا ۔ صورت گل میں کھل کھلا کے ہنسا ۔ شکل بلبل میں چہچہا دیکھا
دیکھتا آپ پڑھتے بھی آپ ۔ نہ کوئی لکھ کے ماسوا دیکھا ۔ بلکہ یہ کہنا بھی تکلف ہے ۔ چشمہ اسکو نہ اسے یا دیکھا

تمام دنیا مرنے و پیدا ہونے کو کیوں مانتی ہے؟

جواب جس طرح کتاب کے مجموعہ کتاب کا مطالعہ کرنیوالا کتاب کے صفحہ پر صفحہ الٹتا چلا جاتا ہے۔ جب دوسرا صفحہ نکلتا ہے تو پھر اسے بھی پڑھتا ہے گو کتاب کے صفحے پلٹتے جاتے ہیں۔ نہ کوئی پڑھتا ہے۔ نہ کوئی آتا ہے۔ نہ کوئی جاتا ہے۔ مطالعہ کتاب کا کرنیوالا نہ بدلتا ہے نہ کہیں آتا ہے نہ کہیں جاتا ہے۔ یہ تمام قدرت۔ یا پرکرتی یا مایا۔ روح کے سامنے ایسی ہی ہے جیسے آدمی کتاب کا ایک باب پڑھ لیتا ہے۔ اور پھر دوسرے باب کا مطالعہ شروع کرتا ہے اور نئے نئے مضامین نظر سے گزرتے ہیں۔ جب وہ پڑھ لیا تو دوسرا شروع ہوا غرض کہ بدلتے مضامین یا الفاظ ہیں۔ آتما یا روح میں کوئی تبدیلی نہیں۔ وہ ہمیشہ جوں کی توں ہے۔ تبدیلی ہمیشہ مایا۔ یا پرکرتی (قدرت) میں ہو۔ روح انسانی میں مطلق تبدیلی نہیں ہے۔ پھر روح کا بدلنا کیسا پس پیدائش و مرگ۔ قدرت یا پرکرتی۔ مایا میں ہے۔ اور یہ دھوکا اگیانی پرشوں کو ہو رہا ہے جس طرح کہ ریل گاڑی میں بیٹھے ہوئے یہ دھوکا ہوا کرتا ہے کہ درخت چلے جا رہے ہیں۔ اسیطرح پیدائش و مرگ کا مغالطہ ہے۔

سورج چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور زمین ساکن نظر آتی ہے۔ حالانکہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہو۔ پس یہی حال پیدائش و مرگ کا مغالطہ ہے اور یہ سب وہم و خیال کے سوا کچھ نہیں ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ۔ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

مرنے کے بعد کیا ہوگا

جواب۔ پھر آنہ ملک عدم سے کوئی کہ میں پوچھوں ✤ مسافر و منزل پہ کیا گذرتی ہے۔

یہ سوال بالکل بے معنی ہے۔ آجتک کسی مرنے والے نے یہ خبر نہیں دی۔ البتہ کامل عرفان و گیان والے مہا پرشوں سے ایسا سننے میں آیا ہے ۔ جو بیج بوئے گا پھل پائیگی ✤ رکھ یاد کہ بیکار نہیں جائیگی۔

۔ یہ جسم پانچ عنصروں کا مجموعہ ہے۔ بعد مرگ ہر ایک عنصر اپنے ذخیرہ کل میں مل جاتے ہیں

مٹی کی ماٹی آگ اگن۔ جل جل پانی کے پون سمائے ✤ اب کس سے پوچھوں کون ہوا مرگ کے کون سمائے

معترض۔ یہ تو آپ نے عناصروں کا حال ظاہر کیا۔ ہمارا مطلب تو جیو (روح) سے ہے کہ اس کا کیا حشر ہوگا؟

اذاں گر ہے مسجد میں تیری صدا ہے | کتھا گر ہے مندر میں تیری ثنا ہے
کلیسا میں چرچا ترا ہو رہا ہے | غرض چار سو سب کی یہ ہی صدا ہے

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رُو نما ہے

جدھر میں نے دیکھا تری آرزو ہے | نظر جس پہ کی ہے تری جستجو ہے
ترا ذکر اے خدا کو بکو ہے | ثنا بھی تو یہ ہی ثنا چار سو ہے

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رونما ہے

ترا راستہ ہے طریقت شریعت | تری راہ ہے نام جس کا طریقت
ترے راستے معرفت اور حقیقت | جہاں جاؤ ملتی ہے بس ایک وحدت

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رُو نما ہے

تجھے دیدۂ حق نگر دیکھتا ہے | تجھے عارف باخبر دیکھتا ہے
تجھے ذوقؔ یوں جلوہ گر دیکھتا ہے | کہ بس تو ہی تو ہے جدھر دیکھتا ہے

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رُو نما ہے

مری جستجو ہی سے جستجو ہے | بخدا وہ خدا سے جدا ہی نہیں
پس و پیش محیط ہے نور خدا | چپ و راست بسیط ہے نور خدا
مرے ذہن میں ہے رہا ہمیں | ترے نور سے پر ہو زمان و زمیں
ترا جلوہ ہے جلوۂ برق جہاں | کہ عیاں بھی ہے اور نظر سے نہاں
مرے دل میں جوش محبت ہے | مجھے تجھ سے جو عشق و الفت ہے
یک رنگ نے بہار دیکھا | کہیں بندہ کہیں خدا دیکھا
کہیں عابد بنا کہیں زاہد | کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا

غزل دیگر

کہ حجاب خودی دوئی جو اٹھا | کوئی چیز خدا کے سوا ہی نہیں
تمہیں جس کی تلاش ہے اے بےخبر | کبھی تجھ سے جدا وہ ہوا ہی نہیں
تجھے کس نے کہا کہ ہے پردہ نشیں | کبھی تو تو کسی سے چھپا ہی نہیں
کسی تاب ہے دیکھے نظر بھر کر | ابھی ہے وہی ایسا کہ تھا ہی نہیں
کہ تو لاکھ جفا و ستم کرے | مجھے تیری ستم پر گلا ہی نہیں
کہیں بادشاہ تخت نشیں | کہیں کاسہ لئے گدا دیکھا
کہیں کرکے دعویٰ کہیں انا الحق کا | بر سر دار وہ کھنچا دیکھا

وہ خود مرتب عالم الکلام ہے۔ کیونکہ برہم و ایک ہے۔ تمام عالم میں وہ نمایاں ہے۔ وہ دائیں بائیں ہے۔ آگے پیچھے ہے۔ اوپر و نیچے ہے۔ ہر سمت و ہر طرف ہے ہر شے میں بسا ہوا ہے۔

ہر ایک شے سے تظاہر ترا نور دیکھا ہر ایک چیز میں تجھ کو مستور دیکھا
زمان و مکاں تجھ سے معمور دیکھا تجھے پاس دیکھا تجھے دور دیکھا

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ تیرا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رُو نما ہے

ادھر اور اُدھر ایک تو روبرو ہے یہاں اور وہاں جدھر سے تو روبرو ہے
بس ایک تو ہی جلوہ نما کو بکو ہے جدھر میں نے دیکھا اُدھر تو ہی تو ہے

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ تیرا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رُو نما ہے

شراروں میں آتش کے تیری چمک ہے صداؤں میں بجلی کی تیری کڑک ہے
نہیں آب ہیروں میں تیری دمک ہے ہوائیں تو گل تر میں تری مہک ہے

جہاں کیا ہے آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رو نما ہے

کہیں تیرا جلوہ ہے صدق و صفا میں کہیں تو نمایاں ہے ناز و ادا میں
جھلک ہے تری نازنیں کی حیا میں چمک ہے تری جلوہ دلربا میں

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رُو نما ہے

ترے رنگ سے ذرہ ذرہ ہیں رنگیں ترے نور سے جزو کل نور آگیں
سنی ہیں صدائیں تری میں نے شیریں تجھے دیکھنے میں مرے چشم حق بیں
نظر آرہا ہے ہر اک رنگ میں تو ہر اک وضع میں ہر ایک ڈھنگ میں تو

جہاں کیا ہے آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رُو نما ہے

پیدا ہوا ہو علاوہ اسکے جسم میں قدرتی وید یعنی حکیم بھی رہتا ہے جو حکمت سے اگر کوئی خرابی معدے میں یا جسم میں ہو جائے تو رفتہ رفتہ آرام کرے۔ اگر وہ خرابی زیادہ ہوتی ہے تو اسکو اوویہ سے مدد پہنچائی جاتی ہے۔ اگر کافی اوویہ خارج سے مدد نہ پہنچ سکے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہ خرابی انسانی غلطی سے واقع ہوتی ہے۔ اور اسی کو اکال مرتیو کہتے ہیں اِس کا یعنی اکال مرتیو کا وقت معلوم کرنا

جس وقت کوئی روگ معلوم ہوا اور وہ دس یوم تک نہ جائے تو ایک دن اپنی آنکھیں بند کرکے دیکھے اور آدھی گھڑی تک بند رکھے اور خیال کرے کہ نیلی اَلل سرخی اگر سامنے آ جائے تو اکال مرتیو ٹلنے کی ضرور امید ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو نہیں ہوگی۔

ایک ماہ میں ایک روز فاقہ کرنا یعنی برت رکھنا اور اعتدال سے چلنے سے صحت قائم رہ سکتی ہے

موت کا وقت معلوم ہو جانے کا طریقہ

(۱۰) لانگوانپشد کا منتر یہ ہے :- ادم ستیم۔ پرم برہم۔ پرشم۔ کرشن منگلم۔ اردو لنگم۔ ترچا کشم۔ وشو روپم۔ نمونمہ

اِس منتر میں یہ بھی خصوصیت ہے کہ چھ ماہ پہلے ہی انبھو کرا دیتا ہے۔

یعنی ادم ایک ماہ پہلے سمرن سے بسمرن ہو جاویگا

ستیم۔ پانچ ماہ پہلے	"	"
برم برہم۔ چار ماہ پہلے	"	"
برشم۔ تین ماہ پہلے	"	"
کرشن منگلم۔ دو ماہ پہلے	"	"
اردو لنگم۔ ایک ماہ پہلے	"	"

ترچا کشم۔ ۱۵ یوم پہلے	سمرن سے بسمرن ہو جاویگا۔	
بشو روپم ۸ یوم پہلے	"	"
کرشن منگلم۔ تین یوم پہلے	"	"
نمونمہ۔ وقت و نہیں۔ یعنی قریب مرگ		

موت کی بھی موت ہے یا نہیں

جواب۔ سب کی موت اگنی ہے۔ مگر پانی اگنی کو بھی شانت کر دیتا ہے یعنی پانی موت کی موت ہے۔ برہم گیان بحر نا پیدا کنار ہے۔ اور موت اگنی ہے۔ پس جب انسان کو برہم گیان ہوتا ہے تو موت پر غلبہ پا جاتا ہے اور آزاد ہو جاتا ہے اور وہ برہم گیان یہ ہے۔ کہ میں جیو الپگہ الپ شکتی نہیں ہوں "میں برہم ہوں"۔ جہاں یہ گیان ہوا پھر موت کیسی؟

نہیں ہوتی کیسامنے آگے کیونکہ آفتاب کے سامنے اندھیرا نہیں رہ سکتا ہے

(۱۰) جس شخص کو سورج اور چاند کی کرنیں نظر نہ آویں اور آگ کی تپش بھی محسوس نہ کرے وہ گیارہ ماہ تک زندہ رہیگا۔

(۱۱) جو شخص خواب میں باؤلی یا کنوئیں میں بول و براز کرتا ہے اسکی زندگی ۱۰ ماہ کی ہے۔

(۱۲) جو شخص چراغ کی لو کبھی سنہری رنگ والا اور کبھی سیاہ رنگ کا دیکھے وہ نو ماہ تک زندہ رہیگا۔

(۱۳) جو شخص موٹا ہو۔ ایک دم پتلا ہو جائے یا پتلے سے موٹا ہو جائے۔ خواب اور سیاہ رنگ کا سفید ہو جائے۔ بہادر ہوکر ڈرپوک اور بےرحم دان ہوکر اور بری یا شاشت ہوکر چنچل ہو جائے۔ ایسا شخص آٹھ ماہ تک زندہ رہیگا۔

(۱۴) جس شخص کی ہاتھ کی ہتھیلی میں اور زبان کی جڑ میں درد ہو۔ خون سیاہ ہو جائے۔ اور ہچکی لینے سے درد محسوس نہ ہو۔ وہ سات ہی روز تک زندہ رہیگا۔

(۱۵) جس شخص کی درمیانی تین انگلیاں ٹھہری ہوں۔ بیماری کے بغیر ہی جس کا گلا سوکھ جائے۔ اور بار بار پاگلوں کی طرح سوالات کرے وہ شخص چھ ماہ تک ہی زندہ رہیگا۔

(۱۶) جس شخص کے دانت اور انڈکوش دبانے سے تکلیف نہ دیں وہ شخص تین ماہ تک ضرور مرجائیگا۔

(۱۷) اگر بھرکٹی اور بروؤں کا درمیان نظر نہ آئے تو نو دن میں مرجانے کی امید ہے۔

(۱۸) اگر ہمیشہ چندر ناڑی سرے اور ۱۶ دن برابر سورج سر چلے تو ایک ماہ کی زندگی خیال کرنی چاہیئے۔

(۱۹) اگر تارہ نظر نہ آویں تو پانچ دن کی زندگی سمجھنی چاہیئے۔

(۲۰) اگر ناک نظر نہ آوے تو تین دن کی زندگی ہے۔

(۲۱) اگر زبان نظر نہ آئے تو ایک دن کی زندگی ہے۔

معترض۔ کیا اکال مرتیو یعنے موت کے وقت سے پہلے موت بھی ہو جاتی ہے۔ اگر ہوتی ہے تو کیوں اور کس طرح اور اس کا وقت کس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔

جواب۔ انسانی عمر ۱۰۰ سال مقرر ہے مگر بعض بعض حکما ۱۲۵ و ۱۰۰ برس بھی تسلیم کرتے ہیں غرض ۱۰۰ سال سے کم عمر میں جان نکلنا ہونا اکال مرتیو ہی حکما بتلاتے ہیں مگر اب زمانہ میں اسقدر عمر کو بھی پہنچنا تعجب و حیرت مانتے ہیں۔ انسان کے جسم کی حالت بالکل چراغ کی مانند ہے اگر ۲۴ گھنٹے تک جلنے کے واسطے تیل بھر دیں تو وہ ۲۴ گھنٹے تک برابر جلتا رہے گا۔ اور اگر ۲ گھنٹے بعد تیل کم کر دیں تو چراغ بجھ جاویگا۔ یا کہ کوئی سوراخ کر دیں یا سوراخ ہو جاوے۔ یا ہوا کا جھونکا چراغ کو لپک لگے تو بھی وہ چراغ گل ہو جاویگا۔ اسی طرح انسان کے جسم میں قدرتی تیل اتنا ہوتا ہے کہ عمر طبعی کو پہنچاوے۔ بشرطیکہ وہ صاف و مضبوط صحیح سے

تو میں اور یہ تاجور فانی نہ تھے پہلے کبھی	اور نہ ہم سب راہی ملکِ عدم ہونگے کبھی	**
عنصری قالب میں آکر جان کرتی ہو عیاں	جس طرح بچپن جوانی اور بڑھاپے کے نشان	**
اس طرح یہ اور جسموں میں بھی کرتی ہے نزول	لیکن اسکے حال میں سکتے نہیں اہلِ اصول	

(۱) وقتِ موت کا بھی ہیرک وینا اس طرح معلوم کرلیتے ہیں حسب ذیل تدابیر ہیں۔
پورنماشی کے دن صبح کے وقت ایک ایکانت جگہ پر بیٹھکر آنکھوں کو بند کرے۔ پھر زبان کو تالو کے پاس لگاکر ایک گہری سانس لے۔ اسکے بعد غور کرے کہ ایک گھڑی کے اندر کتنے سانس خود بخود آتے ہیں یعنی زبان کو تالو سے لگائے ہوئے خود بخود آنیوالے سوالنسوں کو شمار کرتا رہے جسقدر سوالنس اس عرصہ میں آویں انکو یاد رکھے۔ آنکھیں کھولدے اور زبان کو بھی ہٹالے۔ اب ان سوالنسوں کی تعداد میں اپنی عمر کے سال جمع کرے پھر اسکو چارسو میں سے گھٹائے پھر پانچ سے تقسیم دیکر تین سے ضرب دے جو تعداد نکلی اُتنے ہی سال عمر کے ہونے چاہئیں۔
(۲) دونوں کانوں کے اندر انگلیاں دیکر آنہد شبد سُننا چاہئیے۔ جبکہ یہ آواز سنائی ندے تو سمجھ لینا چاہئیے کہ ایک ماہ بعد مرتیو ہوجاویگی۔
(۳) اگر ابھیاسی یہ دیکھے کہ ایک دن رات ایک ہی سُر چلے اور اگنی تتو برابر قائم رہے تو جان لے کہ تین سال میں ضرور موت ہوگی۔ (۴) اگر اکیس دن رات سورج سُر چلے تو جان لے کہ دو سال میں موت ہوجاویگی۔
(۵) اگر تین دن رات وایو تتو چلے اور ایک سُر جاری رہے تو ایک سال میں موت آنا چاہئیے۔
(۶) اگر دن بھر برابر سورج سُر چلے اور رات کو چندر ان تو جان لینا چاہئیے کہ صرف چھ یوم باقی ہیں۔
(۷) اگر بیمار آدمی کا سانس جو ناک کے پاس سے نکلے ٹھنڈا ہو اور نوبیہ سے نکلنے والا گرم ہو تو امید زندگی منقطع سمجھنا چاہئیے
(۸) اگر بیمار آدمی ستارہ قطبی یا شکر یا رندھتی کو اچھی طرح نہ دیکھ سکے تو ایک سال زندگی اُمید رکھنا چاہئیے۔
(۹) اگر غسل کرتے وقت ہاتھ۔ پاؤں۔ سینہ پر پانی گرے اور بالکل نہ ٹھیرے تو دس روز مریض کی زندگی میں شمار کرنا چاہئیے۔ اور بھی بہت سی علامات ہیں مگر وہ ایسی کٹھن اور مشکل ہیں کہ انکو یوگی ہی جان سکتا ہے۔ اسواسطے تحریر میں نہیں لائی گئیں۔ ہاں ڈمک لاکول ہستندمیں ایک منتر ہے اگر اسکو بھی ابھیاسی یاد کرے تو اسکو بھی موت کا وقت معلوم ہوجاویگا۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ مایہ کا کارخانہ ایسا ہے کہ خواہ کسیقدر یاد کرو۔ اور کسیقدر ہی خیال و دھیان جماؤ مگر مایا ہے کہ اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی اور بھرم و اگیان میں پھنسائیگی اور غفلت طاری رہیگی پر رہیگی۔ ابھیاسی و گیانی پر نہیں ہے مایاجال سے بچا ہی کیونکہ مایا بطور ٹھگنی کے ہے کہ سب کو اپنے جال میں پھنساتی ہے۔ البتہ گیانی و ابھیاسی کو چونکہ مایا کا علم ہے پہچانتا ہے تو پھر وہ اسی طرح دور ہوجاتی ہے جیسے آفتاب نکلنے پر اندھیرا دور ہوجاتا ہے اور پھر اسکی اسقدر ہمت بھی

ذکر کیا شاہ و گدا کا اصل میں دونوں ہیں ایک — فرق مرجانے کے بعد انسان وحیواں میں نہیں

دیگر

دنیا سے نہ کس کس کو اجل تو نے ہٹایا — خسرو ہے نہ قیصر ہے نہ بہرام ہے باقی

دیگر

دوست و دشمن رفتنی ہیں سب کے سب مثلِ حباب — گل تو کیا کانٹا بھی اصلن اس گلستاں میں نہیں

زندگی اک دھندلا جلوہ ہے اور کچھ بھی نہیں — موت اک باریک سا پردہ ہے اور کچھ بھی نہیں

دیگر

کوئی بڈھا۔ کوئی لڑکا، جوانی میں مرا کوئی — سمجھ میں مرگ کا مطلب نہیں آتا کہ کیا شے ہو

دیگر

دیکھتے تھے کل جنہیں آنکھوں سے اپنی غافلو — آج انکا اپنے کانوں کے لئے افسانہ ہے

دیگر

اول و آخر ہے یکساں بیچ کا کیا اعتبار — ہے حقیقت ایک نظروں میں گدا و شاہ کی

دیگر

اشارہ آمد و رفتِ نفس کا ہے یہی ہردم — بدن میں دم جو آیا ہے مگر اسکو جانا ہے

دیگر

ماٹی کی ماٹی آگ آگن جل لہریوں کی یوں ہوئے — اب کس سے پوچھوں کون ہوا۔ اور کسکو کہئے کون ہو

دیگر

آدمی کو موت کے آنے کی ہوتی ہے خوشی — عید ہے جس روز چھٹکارا ہوا محبوس کا

موت دو قسم پر منحصر ہے۔ ایک موت طبعی۔ دوم موت ارادی۔ طبعی وہ ہے جو وقت پر ہر کس پر نازل ہوتی ہے۔ اور ارادی وہ ہے جو عین حیات میں اختیار کیجائے۔ یعنی نفس کو کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ تکبر۔ حسد۔ و بخل و کینہ وغیرہ شیطانی عادات سے باز رکھکر و چارہ ست سنگ آتما میں داخل کیا جائے اور راہِ حق میں جو جو تکالیف و مصائب درپیش ہوں انکو بخوشی برداشت کرکے محو آتما ہو وے۔ جو شخص موتِ ارادی کو اختیار کرتا ہے اسکو موت طبعی سے سر موخوف نہیں ہوتا

بقولیکہ ؎ یا بد ز اجل چاشنی قند مکرر — در زندگی آنکس کہ بمیرد بہ ارادہ

موت تو ہر بشر کو مانند ساتھ کے سایہ لگی ہوئی ہے۔ مگر انسان وہی ہے جو موت ارادی کو اختیار کرکے خودشناس ہو اور تعلق ظاہری سے دل کو صاف کرکے واصلِ حق ہو کر عمر بسر کرے۔

موت سے خائف اسی سبب سے ہیں کہ انکو موت کیوقت تکلیف ہونے کا خیال ہے۔ علاوہ ازیں موت ہو جانے پر اپنے کنبے کا فکر دامنگیر رہتا ہے کہ میرا مال کوئی دوسرا نہ لیلے۔ میرے لڑکے بالے مرنے پر تکلیف اٹھاوینگے۔ میری بیوی میری محبت میں اپنی جان کھو دیگی۔ غرضکہ جسقدر خواہشات کے لوازمات ہیں یہ سب موت سے خائف کرنے کے ہیں اسواسطے انسان کو چاہیئے کہ اپنے خیالات پاکیزہ و صاف رکھے تاکہ ہر وقت آنند و سرور میں رہے اور جب مساوات اس طرح ہوگی تو وقت مرگ کے صفائی باطنی سے کوئی دکھ درد نہیں ہوگا۔

؎ فکرِ باطل پر تجھے یہ گفتگو زیبا نہیں — عاقلوں کو زندگی اور موت کی پروا نہیں

جان ضائع کرے تو دُکھ اٹھائیگا۔

معترض۔ بعض اپنی بیماری کے سبب سے سخت تکلیف اٹھا کر مرتے ہیں۔

(جواب) بیماری بھی انسانی غلطی و خلافِ قدرت کام کرنے سے ہوتی ہے۔ مگر اس میں بھی جس وقت موت کا وقت قریب آجاتا ہے تمام بیماری دوکھ تکلیف جاتی رہتی ہے اور ایک طرح خوشی و آرام مریض کے چہرے سے نمایاں ہوتا ہے۔ اگر تکلیف ہے تو اُس وقت تک ہے جبتک کہ موت کا وقت نہیں آتا ہے۔ موت کیوقت تھوڑی غفلت ضرور ہوتی ہے وہ بھی اگیانی کو۔ کیونکہ وہ مایا جال میں پھنسا ہوا اپنے خیالات خانہ داری میں لگاتا ہے کہ میرے بعد کیا ہوگا۔ اور کس طرح ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ اسکے موت کیوقت بیہوشی سے قبل ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ و ہر کلی سی معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ بھی سب کو نہیں ہوتی۔ جہانتک ہمارا خیال ہے موت کے وقت آرام محسوس ہوتا ہے کیونکہ یہ وقت جزوی حالت چھوڑ کر کلی سے وصل کی ہوتی ہے۔ تجربہ بھی اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ لوگ بول چال میں کہا کرتے ہیں کہ اب جنیا کا زور ہوا ہے۔ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ چراغ کی لو جس وقت چراغ گل ہونے کو ہوتا ہے ایک وقت زیادہ روشنی کرکے گل ہوتا ہے۔ اس سے صاف یہ نتیجہ مستخرج ہوتا ہے کہ مرنے کے وقت آرام محسوس ہوتا ہے۔

جو لوگ مریض قریب المرگ کے پاس رہتے ہیں یہ بہت ناقص عمل ہے۔ مریض اس عمل سے مایوسی میں پھنسکر افسوس ظاہر کرتا ہے اور خیالات اور گھبراہٹ سے رونے لگتا ہے۔ یہ باہری تکلیف سے روتا ہے نہ کہ اندرونی تکلیف سے اسواسطے مریض قریب المرگ کے پاس ہرگز رنج و اندوہ کے تذکرہ نہیں ہونے چاہئیں۔ بلکہ سب شانت چت رہکر سادھارن طور سے گفتگو کریں۔ اسی وجہ سے گیانی اشخاص مرتے وقت اپنے عمدہ خیالات اور ایشور پریم میں مگن ہوکر "اوم" کا اوچارن کرتے ہیں۔ خوش و خرم شریر چھوڑتے ہیں جس طرح کہ سانپ کینچلی چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتا ہے اور اُسکو آرام محسوس ہوتا ہے۔ یہی حال گیانی پرشوں کا ہے جیسے بھیشم پتامہ۔ مہاتما گوتم بدھ۔ سوامی شنکر اچاریہ۔ سوامی دیانند سرسوتی وغیرہ مہاپرشوں کی مثال سے ظاہر ہے۔ یہ مہاتما سب با آوازِ بلند اُپدیش کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے شریر چھوڑ گئے۔ اِن سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری ماتا قدرت ہمکو آرام پہنچاتی ہے۔ اور قدرت کے سب کام میں اِن سے آرام ہی ملتا ہے۔ بقولیکہ ؎

صدا یہ قبر سے بیدار دل کو آتی ہے	عمل جو نیک ہوں تو ایسی خوابگاہ نہیں
مر کر بشر جہاں کی زحمت سے پاک ہے	جس خاک سے بنا تھا وہی مشتِ خاک ہے
عقبیٰ کی سرزمیں بھی کیا خوب سرزمیں ہے	شاہ و گدا کو یکساں انصاف کا یقین ہے

ہر ایک بشر کا فرضِ منصبی و کارِ عظیم ہے ۔ ہر بار نیک اپنشدوں میں آیا ہے ۔

کہ یہیں رہتے ہوئے اُس آتما کو جاننا چاہئے ۔ جو نا جاننا تو سخت ناش ہے یعنی جنم مرن اور آواگون رہیگا ۔ جو اُسکو جان لیتے ہیں وہ غیر فانی بن جاتے ہیں ۔ اور سب دُکھ ہی اُٹھاتے ہیں ۔

طالب ۔ ایسے گیانی کی شناخت کیا ہے ؟ **عارف** ۔ سنو ! جو آدمی آتم دیو کو اچھی طرح دیکھ لیتا ہے تو پھر کسی سے نفرت نہیں کیا کرتا ۔ اِس طرح اُس میں چار فائدے بھی ہیں ۔

(۱) دُکھ سے چھوٹنا یعنی جیون مکتی کو حاصل کرنا (۲) سرور تم بھاؤ سے (۳) جنم مرن سے ۔ (۴) نفرت کا خیال چھوٹنا

سری کرشن بھگوان نے گیتا میں فرمایا ہے ۔ ادھیائے ۱۳ اشلوک ۲۸

چشمِ بینا کی نظر میں ایک ذات کبریا ۔۔۔ سب میں ہے یکساں منور نیز برتر از فنا

کثرتِ عالم میں وحدت جسکو آتی ہے نظر ۔۔۔ جا گزیں ہوتا ہے وہ روحانیت کے بام پر

بھجن

موت سنے سب جگ لینو جیت ۔۔۔ اِس جگ مانہیں بچا نا کوئی یوگی جتی اتیت

راون کمبھ کرن ہرناکس جو جو بھئے اجیت ۔۔۔ سو سب گئے کال کے مکھ میں گرب گئے بیت

کبھوں تو بن جات پت کف کبھوں بنکر سیت ۔۔۔ کبھوں بن بسو چکا مارت سب پروار سمیت

اِس سے کوا ورچن نہ سکت ہیں پاپی او پنیت ۔۔۔ مکت آنند نہ راکھت جگ میں کا ہو سے پرِیت

راجہ جدھشٹر سے سوال کیا گیا کہ آپ کے نزدیک بڑا تعجب کیا ہے ؟ **جواب** دیا کہ ہر روز دیکھتے اور سنتے ہیں کہ فلاں مر گیا ۔ اور جانتے بھی ہیں کہ جو پیدا ہوا ضرور مریگا ۔

شعر

زندگی اک موت تھی اِس عمر سے ثابت ہوا ۔۔۔ میرا ہونا تھا فقط میرے نہ ہونے کے لئے

تس پر بھی کسیکو اپنی موت کا یقین نہیں آتا منہ سے گو ہر وقت موت کی راگنیاں پڑے گائیں ۔ لیکن عملی طور پر اُسکی کوتاہی میں تردید نہیں کرتے ۔ بکار و بار کا سلسلہ برابر پھیلاتے جاتے ہیں ۔

بفکر نیستی ہرگز نے افتند مغروران ۔۔۔ اگرچہ صورت مقراض لا دار دگر بیابہا

موت واقعہ ہونے میں تکلیف کیوں ہوتی ہے ۔ موت سے لوگ کیوں خائف ہیں ؟ موت کا وقت معلوم بھی ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب ۔ مرنے کے وقت آدمی کو تکلیف نہیں ہوتی ہے بلکہ سمجھنا ہو کہ [illegible] قدرتی طریقے کے جسقدر کام ہوتے ہیں ان سب کی تبدیلی آرام کے ساتھ ہوتی ہے البتہ خلاف قدرت کام کرنے سے تکلیف ہوتی ہے ۔ مثلاً اگر کوئی زہر کھاتے تو ضرور تکلیف ہوگی ۔ یا چاہ میں گر کر خود

ہرنے کا نشہ پنچ جب یعنی تندل پنت کرتنک ہوا تو ✤ گیتا میں سری بھگوان فرماتے ہیں۔

سخ وراحت سردی وگرمی کا باعث ہیں حواس — آتے جاتے ہیں جہاں ہیں نگران سے ہراس

انکے پنجے سے نکلنے کا جنہیں ہے کچھ شعور — جاودانی زندگی کا انکو ملتا ہے سرور

خود نفسانی سے دل کو روک کر اے باشعور — مار اس موذی کو جو ہے دشمن علم وسرور

بے ہوس عارف کو حاصل ہے سکون دائمی — پاؤں میں جاہل کے پڑتی ہے طمع کی بیکڑی

حرص خواہش اور غضب دوزخ کے دروازے ہیں تین — انسے اپنا دل ہٹا دو انکو سمجھتے ہیں چھین

زعم انانیت۔ تکبر۔ حرص وغصہ۔ خواہشات — رفع ہوجاتے ہیں جبدم انکو ملتی ہے نجات

پس سب سے بہتر یہی ہے کہ من کو بے خواہش یعنے نشکام رکھے۔ اور موت کی یاد رکھے کہ مجکو اس جہان ناپائدار سے کوچ کرنا ہو

مخمس

سرائے دنیا ہے کوچ کی جا۔ ہر ایک کو خوف دمبدم ہے — رہا سکندر یہاں نہ دارا۔ رہا فریدوں یہاں نہ جم ہے

مسافرانہ شکے ہو اٹھو۔ مقام فردوس ہے ارم ہے — سفر ہے دشوار خواب کبتک۔ بہت بڑی منزل عدم ہے

نسیم جاگو کمر کو باندھو۔ اُٹھاؤ بستہ کہ رات کم ہے

سعدی کیا فرماتے ہیں

اگر تو درچمن روزگار ہیچ مگو — دمیدہ بر سر خاک تو خار خواہد بود

طالب۔ موت کے ڈر سے رہائی کیونکر ملے۔

عارف۔ برہم گیان حاصل کرنے سے خوف مرگ دور ہوجاتا ہے۔ کیونکہ برہم گیان کا رستہ نہایت لطیف یعنی سوکشم ہے کہ ہر ایک کو دکھائی نہیں دیتا ہے۔ پھیلا ہوا ہے یعنی بہت لمبا چوڑا ہے اُس کا پار نہیں ملتا۔ پرانا ہے۔ کیونکہ ابتدا آباد سے گیانی یعنے عارف اُسپر چلے آئے ہیں۔ اِس رستہ پر مستقل مزاج یعنے لگاتار محنت سے نہ گھبرانے والے گیانی دُنیا کے بند دھن سے نجات پاکر بندہ میں پھنسانے والی دنیا سے اونچے۔ سورگ یعنی موکش پر پہنچتے ہیں۔

طالب ہم اِس رستہ کو جانیں اور اس پر چلیں کیونکر۔؟ **عارف**۔ سنو! مرحلے تین ہیں۔

(۱) یگ۔ یعنی اعمال نیک کرو جس سے من کا میل دور ہو۔

(۲) اُپاسنا کرو! جس سے وکشیپ یعنی اضطراب رفع ہو۔ سفید۔ نیلے۔ پیلے۔ ہرے۔ اور لال رنگ ہردے کی ناڑیوں کے ہیں۔ اور سب طرف سے دھیان ہٹا کر ان پر جمایا کرو۔ اسی کا نام اُپاسنا ہے۔ یعنی من کے ایکاگر یعنی یکسا ہونے کو اپاسنا ہے

(۳) اگیان کو دور کرکے۔ گیان کو حاصل کرو۔ پھر یہ رستہ تمہیں نظر آئیگا۔ اور تم اُسپر چل سکو گے۔ گیان کا حاصل کرنا

یا اوجیوں کا جیسے لوگوں کا اس زمین دو دنیا میں رہتے ہیں۔

دونوں صورتوں میں چونکہ چالا جسم، نیا ہوگا اس لئے کمزور ہو دے۔ بیاجسم انسان سے مُٹ بہتر ہونا چاہیئے اسواسطے شرتی نے زیادہ نیا او بہتر کہا ہے۔ یہ نیا جسم اگیانی ہی کو ملتا ہے یعنی اگیانی ہی آواگون میں پڑا ہوا کہا گیا ہے۔ گیانی کو دوبارہ جنم نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ برہم روپ ہو جاتا ہے۔ انہیں دونوں کی شرتی تفصیل کرتی ہے۔

یہ آتما اپنے آپ کو بدہی روپ دس روپ وغیرہ غرضکہ جو کچھ ہے سب آتما ہی کے روپ اگیان کی وجہ سے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگیان میں پھنسکر آدمی جیسے کرم کرتا ہے یا جیسا چال چلن ہوتا ہے۔ ویسا ہی اس کا روپ بن جاتا ہے یعنے اچھے یا برے کاموں کی ورسنائیں جو کچھ من میں بھری رہتی ہیں۔ اِسی کے سبب وہ انسان اپنے آپ کو نیک یا بد اور نیا تا یا پاپی مانتا ہے۔ اسواسطے یہ قول بالکل سچا ہے کہ آدمی اپنی خواہشوں کا پتلا ہے۔ بقول کسیکے۔

اِس لئے تو خواہشوں سے اپنا ناطہ چھوڑدے — موہ مایا سے تو سمبندھ رکھنا چھوڑدے
چھوٹ جائیگا تو جب اِن اندیوں کے جال سے — پھر کداچت بچ نہ رہ جائیگا تجکو کال سے

پنڈت لچھمن داس جی کی بانی

کبھی شیوی کبھی شاکت ہوئے کبھی ویدک کبھی نامی ہے — کبھی لوبہی۔ کبھی موہی ہوئے کبھی کرودہی کبھی کامی ہے
ست دشیوں کے پیچھے لگ کر اوبک اوبک بدنامی ہے — نروہ کرے جو من برتیوں کو سلت وہی اک نامی ہے

دیگر

مریضوں کی طرح پھرتا ہے کیوں تو دربدر غافل — قناعت ہے وہ دولت جس سے مفلس بھی تونگر ہو
زندگی کا لطف جو چاہو تو آزادی میں ہے — ہے تعلق جان شیریں کا پھنسانا دام میں

جو اشخاص ایسے ہیں کہ جنہوں نے اپنی خواہشوں کو خیرباد کہدیا ہے۔ اُنکی خواہشیں جو کچھ بھی ہوں وہ رب العالمین پوری کرتے ہیں کیونکہ رب العالمین سب کے قلبی ارادے سے واقفیت رکھتے ہیں جس طرح کہ سداما جی نے اپنی کوئی خواہش سری کرشن جی سے ظاہر نہیں کی۔ تو سری کرشن جی نے خود وسوکرما کو حکم دیکر ایک ہی رات میں سداما جی کی جھونپڑی کو عالیشان محل بنا دیا۔ اور کل سامانِ شاہانہ اس میں بھجوا دیا۔

اور بعد ملاقات سری کرشن جی کے سداما جی اپنے گھر گئے تو گھر کو نہ پہچانا۔ اور بھٹکتا پھرا۔

سری کرشن جی سداما کی تعریف اِس طرح کرتے ہیں

یا کو تو کچھ ابھمانا ہیں
رچو نگر دوارکا سمانا
اب کیوں سالمت ہے چوری

ات ترسو وہ رہے جگ ماہیں
بھید نجانے کوئی ایانہ
تندل بیت نہ کاہے چوری

اشٹ سدہ تو ندہ میں ہی
بھو رسداما سے ہر بولے
چھٹت کانہ سکیت اتیجا

وشوکرما کو اگیا کینی
تم تو منتر سداکے بھولے
بالا پتی بھی جیسے پا

یا پھر مرتے ہوئے آدمی کے پاس جو لوگ کھڑے ہوتے ہیں وہ کہا کرتے ہیں کہ اسکی اندریاں کمزور ہو رہی ہیں اور اسکے لگے سے دیکھا نہیں نکلتا ہے۔ اسیطرح سے اور اندریاں اور انکرن اپنے اپنے دیوتاؤں میں مل جاتے ہیں۔ (ان دیوتاؤں کے نام دوسرے مضمون میں شامل کئے گئے ہیں)
اسیطرح ایک یعنی برہم روپ برہم سروپ آتما۔ وہی برہم پ معلوم ہوتا ہے۔ من روپ۔ پران روپ۔ آنکھ روپ۔ کان روپ۔ پرتھوی روپ
پانی روپ۔ ہوا روپ۔ آکاس روپ۔ آگ روپ۔ بے آگ روپ۔ خواہش روپ۔ بے خواہش روپ۔ کرودھ روپ۔ بے کرودھ روپ۔ دھرم
روپ۔ بے دھرم روپ۔ غرض سب ہی روپ ہوتا ہے یعنی جیسے کام کرتا ہے یا جیسے چال چلن والا ہوتا ہے ویسا ہی اس کا پیدا وروپ ہوتا ہے اچھے
کام کرنیوالا نیک ہوتا ہے۔ برے کام کرنیوالا بدچلن کے کاموں سے پتیا تما ہوتا ہے پاپ کرنے سے پاپی۔ اسیواسطے کہتے ہیں کہ یہ پرش کامنا سے ہے
جیسی کامنائیں (خواہش) کرتا ہے ویسا ہی اس کا عقیدہ ہوتا ہے جیسا عقیدہ ہوتا ہے ویسے ہی کام کرتا ہے جیسے کرم کرتا ہے ویسے ہی انکے پھل پاتا ہے
شاستر کا اشلوک ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں اس کا من بندھا ہوتا ہے اسی لگاؤ سے کرموں کے ساتھ وہاں جاتا ہے۔ اسکے خاتمہ پر یہ کامی اس
لوک سے اِس لوک میں کام کرنیکے لئے آتا ہے۔ اب بے خواہش آدمی یعنی (جو نشکام) ہوتا ہے جسکی خواہشیں پوری ہو گئی ہیں یا جسے صرف آتما کی
خواہش ہوتی ہے اسکے پران اوپر نہیں اُٹھتے وہ برہم ہو کر برہم کو پہنچتا ہے۔ شاستر کا اشلوک ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب اسکے قلب کی تمام
کامنائیں (خواہشیں) رفع ہو جاتی ہیں تو انسان فانی لافانی ہو کر برہم کا انبھو کرتا ہے جس طرح سانپ مردہ کینچلی کو چھوڑ کر سوتا ہے۔ اسیطرح گیانی
(عارف) کا جسم ہوتا ہے اور آپ بے جسم لافانی پران (یعنی ساکشی برہم) گیان سروپ ہو جاتا ہے ؀

چندیں ہزار جامہ بدل کردہ بر تجلیٔ		دریائے بیکران حقیقت چنانکہ ہست		یا در حو حی کند کہ ریگ بحر بے کنار		موج سراب و آب بقا جلوہ میزند

چونکہ آدمی کا آتما برہم یعنی شدہ گیان سروپ ہے۔ اور گیان میں انبھو دو طرح کا ہی ممکن ہے (۱) اپنے سروپ کا جو غیر محدود اور پرم آنند
روپ ہے یہ موکش کا سیدھا انبھو ہے (۲) الٹا انبھو یعنی اگیان سے اپنے آپ کو کچھ کا کچھ جاننا۔ جیسے خواب میں روز مرہ دیکھا جاتا ہے۔ اسی اگیان سے
یہ آتما نکلنے کو تیار ہوتا ہے ؎ شکوہ کردن از شتاب عمر کافر نعمتی است ؀ عمر چوں آب است باشد آب شیریں درگذار ؀
مرنے کا اگلا حصہ جس میں (ہفتاد) نام ناڑیاں ہوتی ہیں چمکتا ہے اور اسکی روشنی میں آتما جسم سے نکلتا ہے۔ آنکھ سے سر کو چھوڑ کر یا جسم کے کسی
اور حصہ منہ۔ ناک۔ کان۔ گدا۔ وغیرہ وغیرہ جو نو دروازہ ہیں اُن میں سے کسی سے۔ اسکے نکلنے کے ساتھ پران جو جسم کے سہارے رہتا ہے نکلتا ہے
پران کے نکلتے ہی تمام اندریاں انتہ کرن نکلتے ہیں۔ بگیان کے ساتھ ہوتا ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ وہ بدہی جس میں اندریاں ملی ہوتی
ہیں تین چیزیں اور ساتھ ہوتی ہیں (۱) جو کام کئے ہیں (۲) ودیا گیان یعنی دیوتا گیان یا اُپاسنا (۳) پچھلے جنم کا گیان۔
جب آدمی مرتا ہے تو زندگی میں جو کام اچھے یا برے کئے ہیں اُنکا تمام نقشہ نظر کے سامنے گذر جاتا ہے تاکہ جیو اُس سے سبق حاصل کرے
یہ پچھلے جنم کا گیان ہے۔ اُپاسنا اور کرم اور سنسکار سب جیو کے ساتھ رہتے ہیں۔ اب یہ سوال درپیش ہے کہ آگے کیا ہوگا ؟
شری بھگوتی مثال سے اسکی توضیح کرتی ہے۔ کہ جس طرح کیڑا انگلی کی نوک پر پہنچکر دوسری چیز کا سہارا لیکر اور بدن کو سکیڑ کر اُس چیز پر چلا
جاتا ہے۔ بھلا یہ دوسرا سہارا کیا ہے ؟ سُنو! جیسے سنار سونے کے ٹکڑے کو لیکر اسی سے زیادہ نیا اور بہتر زیور گھڑ لیتا ہے۔ اسیطرح
اپنے مردہ جسم انسانی کو چھوڑ کر جیو نیا اور بہتر چولا اختیار کرتا ہے۔
مثلاً اونچے لوکوں میں پتروں دیوتاؤں وغیرہ کا ؀

حباب کی انسان کب تک اسکو اپنے بحر جیسی میں داخل ہو کر گم ہونا ضروری ہے۔ مقولہ کبیر صاحب۔

حباب نے سے بگ تُو ہے میرے سامنے آخر   کب بھی ہوں کب جا ہیوں پورن ہم آخر

موت کی ماہیت کیا ہے؟

جب یہ آتما کمزوری میں وبگرغفلت میں ڈوبتا ہے تو یہ پران اکٹھے ہو کر اسکے پاس آتے ہیں اور وہ ان نوری اندریوں کو لیکر ہردے یعنے قلب ہی میں اترتا ہے۔ اُس وقت یہ آنکھ کا پرش باہر چلا جاتا ہے تو آدمی کو شکل وصورت کا گیان نہیں ہوتا اس وقت لوگ کہتے ہیں کہ ایک ہو گیا ہے نہیں دیکھتا۔ ایک ہو گیا ہے نہیں سنتا۔ ایک ہو گیا ہے نہیں سونگھتا۔ ایک ہو گیا ہے نہیں بولتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اُس وقت اُسکے ہردے کا اگلا حصہ چمکتا ہے۔ اِسی روشنی میں یہ آتما نکلتا ہے جسم انسانی میں نو دروازے ہیں۔ دیکھیا اوپنیشد ۵ منتر ۱۳)

روح انساں بے تعلق ہو کے کُل افعال سے   ساکن ایسے شہر میں ہیں نو ہیں جسکے راستے۔

جسم انسانی مثل ایک شہر کے ہے جس میں دو آنکھ۔ دو کان۔ دو ناک۔ ایک منہ اور دو مقام بول وبراز۔ یہ نو دروازے ہیں۔ جان بادشاہ ہے۔ قوتِ مدرکہ۔ منیرہ وغیرہ ارکین سلطنت ہیں۔ اور محسوسات رعایا ہیں ؎

جاناں دعجان چو جان در تن پیدا   بے من صفتے زبے وہ تن پیدا

در پرورش دانہ خود جہد کُن   در دانہ تو صد ہزار خرمن پیدا

مگر اکثر گیارہ دروازے بھی بتلائے گئے ہیں یعنے انکے علاوہ دو ور برھمنا۔ (یعنی سر کی کھوپڑی) اور ناف۔

آنکھ سے سر سے۔ یا جسم کے کسی اور حصہ سے اُسکے نکلنے کے ساتھ ہی پران نکلتا ہے۔ پران کے نکلنے کے ساتھ تمام پران نکلتے ہیں اسوقت وہ بگیان کے ساتھ نکلتا ہے۔ ودیا۔ کرم۔ اور پہلی پرگیا اسکے پیچھے پیچھے چلتی ہے۔

جس طرح کیڑا تنکے کے کنارے پر پہنچکر اور کسی اور سہارے کو لیکر اپنے آپ کو کھینچ لیتا ہے۔ یا جس طرح سنار سونے کا ٹکڑا لیکر زیادہ اور بہتر صورت گھڑ لیتا ہے۔ اِسی طرح سے آتما اِس جسم کو چھوڑکر اور مردہ بنا کر کوئی زیادہ نیا اور بہتر جسم بنا لیتا ہے۔ یعنی پتر لوک۔ گندھروکا۔ دیوتا کا۔ پرجاپتی کا۔ برہم لوک کا یا کسی اور ذی حیات مخلوق کا۔ وغیرہ وغیرہ۔

جب آدمی مرتا ہے تو کمزوری بہت ہوتی ہے۔ اور غفلت چھا جاتی ہے کیونکہ اسوقت اندریاں سکڑکر اکٹھی ہوجاتی ہیں اور بہری کی شکل اختیار کرلیتی ہیں۔ یعنی اپنے اپنے علیحدہ کام کرنے کے لایق نہیں رہتیں۔ مثلاً آنکھ میں دیکھنے کی طاقت جو سورج سے آئی ہے وہ نہیں رہتی۔ گویا سورج میں واپس چلی گئی۔ پس آنکھ معطل رہے تو کچھ نظر نہیں آتا

(۲) اوسط درجے کا طالب وہ ہے جسکو شاستر کے رموز و نکات ذرا شرح و بسط کے ساتھ سمجھاتے پڑتے ہیں۔ اِس طرح پر وہ جلدی سمجھ جاتا ہے اور ایسا ادھکاری مدہم کہا گیا ہے۔ یہ بات بات پر فضول اعتراض نہیں کیا کرتا ہے

(۳) طالب درجہ سوم کو کنشٹ ادھکاری کہتے ہیں۔ یہ شخص بحثوں کا شائق ہوتا ہے اور بال کی کھال کھینچتا ہے۔ کھنڈن منڈن کا دلدادہ ہوتا ہے۔ ایسے ادھکاری کی گو عقل تیز ہوتی ہے مگر یہی سوکھشم ہوتی ہے۔ اِسکو شاستر کے بچار میں سخت محنت اُٹھانی پڑتی ہے۔ ویدانت شاستر تینوں قسم کے ادھکاری کا لحاظ رکھتا ہے۔ اور ہر ایک کے واسطے اُسکی لیاقت اور شوق کے مطابق تعلیم مہیا کرتا ہے۔

موت کیا ہے؟

اِس دنیا میں پیدا ہونا۔ جانے کا نشان ہے۔ اور زندہ رہنا موت کے آنے کی خبر دیتا ہے۔ کیونکہ جسکی بنیاد ہی ہوا پر قائم ہو۔

اِک دم کا ہے دمامہ۔ انسان کی زندگانی   دم بھر کے ہیں فسانے۔ دم بھر کی ہے کہانی

یہ وجود ہی عدم کا پیش خیمہ ہے۔ بلکہ یہ وجود ہی عدم ہے۔ یعنی ہماری اصل ہی عدم ہے۔ پس عدم کے آنے سے ملول نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ عدم ہی جائے قرار و جائے امن ہے۔ یہ جہان گورستان ہے اور جامہ تن کفن ہے۔ اِس سے ثابت ہے کہ موجود سب مُردہ ہیں اور حرکات و سکنات مردہ ہیں صرف نام کے لئے۔ سکندر و دارا بڑے بادشاہ۔ رستم و زال بڑے پہلوان سقراط و افلاطون بڑے حکیم۔ مجنوں و فرہاد بڑے عاشق۔ محمدؐ و عیسیٰؑ بڑے پیغمبر۔ نانک اور کبیر بڑے سنت مشہور ہیں۔ ورنہ دریائے نیستی کی لہریں نیستی میں غرق ہو کر صرف اسمار سے مشہور ہیں۔

موت ہماری دایہ ہے اور ہم اسکی گود میں پرورش پا رہے ہیں۔

موت وہ طاقت ہے جسکے آگے ہم شہ دور پشہ کے برابر بھی طاقت نہیں رکھتے اور بڑے بڑے حکیم اسکے دریافت کرنے میں طفل نادان سے بھی کم درجہ رکھتے ہیں اور بڑے بڑے صاحب کشف و کرامات اِس کا بھید کھولنے میں بےزبان ہیں

پس یہ موت نہیں بلکہ ذریعہ وصال ربانی و وسیلہ ملالِ جہانی ہے۔ اِس کا آنا ہی کل اُمور کا انجام پاتا ہے۔

اسے موت تو عین راحت ہے۔ اسے موت تیری گود آرام ابدی میں پہنچاتی ہے۔ اے موت تیرے ہی سبب سے وصال حق حاصل ہوتا ہے۔ اے موت تو رازِ الٰہی ہے۔ اے موت تیرے سوائے۔ شہوت۔ غصہ۔ حسد۔ کینہ۔ ظلم۔ طمع۔ فخر سے نجات نہیں ہو سکتی۔ تو ہی دُکھوں کا علاج اور خاتمہ ہے۔ پس اِس موت سے ڈرنا غفلت اور نادانگی ہے

موت عین راحت ہے۔ زندگی دریائے موت کا حباب ہے۔

صائب از ہر کس کہ داری رنجشے اظہار کن　　　　شکوہ چوں در دل گرہ شد تخم کلفت می شود

سادہن چتشٹہی حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے

سادہن چتشٹہی اِس غرض سے ضروری قرار دیئے گئے ہیں کہ اُنسے متصف ہوئے بغیر آدمی قدرتاً ویدانت کی تعلیم کے لائق نہیں ہوتا۔ جیسے کہ تحصیل زبان کے لئے علم صرف ونحو کی اول ضرورت ہی۔ یا الجبرا پڑھنے کے لئے شروع میں حساب کا علم درکار ہے۔ یا کہ علم طب کیواسطے اول علم تشریح افعال الاعضاء وغیرہ سے واقفیت ضروری ہے اِسی طرح ویدانت پڑھنے والے کو سادہن چتشٹہی کی ضرورت ہی۔ کیونکہ ویدانت ایک بام عالی ہے اُسپر چڑھنے کے لئے یہ چاروں سادہن عقلی اور اخلاقی زینوں کا کام دیتے ہیں۔ بام (بالاخانہ) پر دفعتًہ آدمی نہیں چڑھ سکتا۔ زینہ پر سے ہی ہو کر آدمی جاتا ہے۔ اِسی طرح گیان یکدم ممکن نہیں ہے۔ پہلے کچھ عقلی اور اخلاقی شرائط کا پورا ہونا درکار ہی جو شخص اِس اصول سے بے خبر ہیں وہ اکثر بے سوچے سمجھے ہی اعتراض کر دیا کرتے ہیں۔ کہ ویدانت کے چاروں سادہنوں میں کیا غلط عقلی اور اخلاقی سبق دیا گیا ہے۔ ویدانتی ان سادہنوں میں تو کمال حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور ہم برہم ہیں کے دعوے کر کے واچک گیانی بن جاتے ہیں۔

ایک ایک سادہن ایسا ہے کہ کمال حاصل ہو جائے تو آدمی پارس بن جائے۔ اگر یہ چاروں سادہن درجۂ کمال کے نہوں تو ان سادہنوں سے تھوڑی بہت بہرہ وری ہونا ضروری ہے۔ بعض آدمی ایک سادہن میں کمال اور باقی سادہنوں میں کمزور ہوگا۔ بعض میں دوسرا۔ بعض میں تیسرا۔ اِس کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ضرورت صرف اِس بات کی ہے کہ وہ عقلی و اخلاقی شرائط سے بے بہرہ محض نہ ہو۔ ورنہ حقیقت میں ویدانت شاستر کے پڑھنے کا ادہکاری نہ ہوگا۔ یہ سادہن بہت سوچ سمجھ کر کہے گئے ہیں۔ اور انکی ضرورت اظہر من الشمس ہے تفصیل سادہن۔ ووِیک۔ ویراگ۔ کھٹ سمپتی۔ ممکشتا۔

اقسام ادہکاری

ادہکاری۔ اعلیٰ۔ اوسط۔ ادنیٰ۔ تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) اعلیٰ وہ ہے جس نے صفائی قلب حاصل کر لی ہیں۔ اِسکو اُپدیش دیا اور گیانی ہو گیا۔ جیسے دیا سلائی لگانے سے خشک ایندہن میں فوراً آگ بھڑک اٹھتی ہے کہ جیسے ہی گیان کا اُپدیش لیا اور وہ گیانی ہوا۔ شاستر میں اسکو اُتم ادہکاری کہا گیا ہے ✤

دیکھنا ہے دل میں شانتی رہتی ہیں۔ غرض کہ سب میں ایشور بسا ہوا ہے۔ اِس پہلو سے دیکھو پھر تمام نظارہ بدل جاویگا
دنیا بجائے دکھ درد کے سرگ دہشت نظر آویگی۔

غرضکہ کام وہ کرنا چاہیئے کہ جسکی محرک کار خواہش وخود غرضی نہ ہو۔ نشکام کرم کرنا چاہیئے۔ شہوت۔ وطمع وغضب
والفت وانانیت۔ وحسد وکینہ سے محفوظ ہو کر گوشۂ عافیت میں سکونت کرے ؎

گل توحید نروید ز زمینے کہ درو ۔۔۔ خار شرک و حسد و کبر و ریا و کین است

کبت

مایا میں پھنسا ہے میرا، میری، کہت باورے ۔۔۔ میرا اور میری سب ماٹی میں ملائی جائیے
میرا بل میری دھاک، میرا جس، میری ساکھ ۔۔۔ جھوٹا اہنکار چھین بھر میں پلائے جائیے
میرا دھن، میرو دھام، میرو روپ میرو نام ۔۔۔ میرا میرا، میری میری کہا لگائے جائیے
میرا پتر، میری نار، میرا داس میرو یار ۔۔۔ کت آنند سبھن کو۔ کال کوٹ کھائے جائیے

نظم

نہ غم دنیا کا ہے اسکو نہ دنیا سے کنارا ہے ۔۔۔ نہ لینا ہے نہ دینا ہے نہ حیلہ ہے نہ چارا ہے
نہ اپنے سے محبت ہے نہ نفرت غیر سے جسکو ۔۔۔ سبھوں کو ذاتِ حق دیکھے یہی جس کا نظارا ہے
نہ شاہی میں وہ شاداں ہو گدائی میں نہ غم جسکو ۔۔۔ جو ملجاوے سو ہی اچھا یہی جس کا گذارا ہے
کفر اسلام سے فارغ نہ ملت سے غرض جسکو ۔۔۔ نہ ہندو گبر مسلم ہو سبھوں سے نیتھہ نیارا ہے

ہر دل عزیز ہونے کے اُصول

شیریں بیانی ایسی چیز ہے جو انسان کو پیارا بنا دیتی ہے۔ خاکساری سے آدمی کی توقیر و عزت ہوتی ہے۔ تسخیر قلوب
شیریں بیانی اور خاکساری سے ہوتی ہے۔ عورت ہو خواہ مرد سب اسکے پھندے میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ جن کا برتاؤ
خاکساری اور شیریں کلامی ہے انکی جگہ دل میں ہوتی ہے۔ شیریں کلامی سے اگر دشمن بھی ہو دوست ہو جاتا ہے۔
ترش بیانی تلوار کی دھار ہے۔ دل دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ مقولہ ہے کہ بسی کرن ایک منتر ہے کہ تج دے بچن کٹھور ✣

ز وندان ثمر داده و واند آسیائے ۔۔۔ کہ سازی ملائم تو گفتار خود را

دیگر

خاکساری از بزرگان زمان زیبندہ است ۔۔۔ باز مین افتادگی از آسمان زیبندہ است
چوں خطائے از تو سرزد در پشیمانی گریز ۔۔۔ از خطا نادم نگردیدن خطائے دیگر است
در صفائے سینۂ خود سعی کن تا ممکن است ۔۔۔ صاف اگر با خویش خواہی سینۂ احباب را

تو خیال کو پریشانی کا موقعہ نہیں تھا۔ کیونکہ خیال جب باہر کی طرف رجوع کرتا ہے تو باہر بھی آتما کے سوا اسکو کچھ نہیں دکھتا
اِس واسطے اپنی حرکت سے باز آکر قرار سے آتشنائی ملحظ کرتا ہے۔ پس طالب معرفت کو واجب ہے کہ ہمیشہ ذات بحت
مطلق میں محو رہے۔ اور ہستی مجازی یا موہومی سے پاک ہو کر آزادی کا ذوق اٹھاوے اور طبیعت کو یکسو کرنے کا جتن
کرتا رہے اور اسکو آوارہ نکرے اگر خیالات بنتے رہیں تو ہرج ہی کیا ہے۔

جواب۔ زندگی کا بھروسہ کچھ نہیں۔ اگر کچھ عرصہ گوشہ فراغت و بے اختاری میں بسر ہو تو لذت زندگی ہے۔ ورنہ
تمام عمر خیالات واہی میں نقدی حیات ضائع کری اور پھر خالی ہاتھوں اِس دارِ ناپائدار سے کوچ کر جاتا۔ گویا نتیجہ
ندامت و عذاب حاصل کرتا ہے۔ پس واجب ہے کہ بوقت فرصت دل کو شناخت ایزدی کی طرف مائل کرے
اور صحبت عارفان و مطالعہ کتب مقدس و ظفر بر نفس آمارہ کی طرف رجوع رہے۔ ورنہ اگر اسی طرح آرام سے گوشہ میں
گذرے تو بھی اچھا ہے۔ مگر تمام عمر خیالاتِ مجازی میں برباد کرنا دیدہ دانستہ اپنے کو چاہِ عمیق میں ڈالتا ہے۔
خیال سے پاک رہنے کے لئے یہ وچار بھی سوچے کہ یہ خیال کہاں سے اٹھا ہے۔ اور کسکے آسرے اپنے فعل کی تکمیل کرتا ہے
اور پھر کس میں محو ہو جاتا ہے۔ اور کون اِن تین حالات کا شاہد ہے۔ جب دانشِ کامل سے ثبوت ہوا کہ مجھ سے ہی اس
خیال کی پیدائش ہے۔ اور میرے ذریعے سے ہی یہ متحرک ہے۔ اور مجھ ہی میں نابود ہو جاتا ہے۔ ان تینوں حالتوں کا شاہد میں
ہوں تو اس وقت پھر اس خیال کی پیروی کرنی گویا دیدہ و دانستہ چاہِ عظیم میں آپ کو ڈالتا ہے

خواہش کو چھوڑا کسطرح جا سکتا ہے؟ جبتک زندگی ہے ہر ایک چیز کی ضرورت ہے

جواب۔ خواہش چھوڑنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اپنے مال و دولت سے ہاتھ اٹھاؤ۔ یا کہ ضروری چیزیں اور ضروری اسباب
نہ خریدو بلکہ خواہش چھوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ خواہش کے غلام نہ بنو۔ معاش مقرر ہو تو خوش۔ نامقرر ہو تو بھی خوش
سب کام کرتے ہوئے حقیقت کی طرف نظر رکھو اور حقیقت جانو کہ دولت کسی کی رہی۔ ور کسکی رہ جائیگی۔ جو لوگ آج امیر ہیں
وہ کل کو غریب ہونگے۔ اور جو آج غریب ہیں وہ ضرور ہی کل کو امیر ہو جاوینگے۔ یہ دور اور چکر ہمیشہ سے ایشور کی نیم چلا آتا ہے
پس میری ملکیت کا خیال دل سے نکالدو۔ چونکہ ملکیت دوکھ نہیں دیتی۔ بلکہ میرا اور میری۔ تیرا۔ اور تیری۔ دکھ دیتی ہے
اگر میرا اور میری ساتھ نہ ہوتی تو ملکیت دوامی خوشی کا ذریعہ ہے۔
ایسا واسیہ اُپنشد میں آیا ہے کہ سب چیزوں میں ایشور ویاپک ہے۔
پس ہر چیز کو ایشور کا روپ جانو۔ خدا اُنہی میں ہی ہے جس سے تم الفت و رغبت اٹھاتے ہو۔ اور ان حواسوں میں ایشور کی

خواہشات پورا نہ ہونیکا سبب کیا ہے؟

مایا دپرکرتی) کا سبب وشے ہے اور پرکرتی کے وشے کا سبب خیالات ہیں۔ خیالات سے ہی انسان تمام باتوں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ جیسا خیال پیدا ہوتا ہے ویسی ہی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ پھر اُس خواہش کے پورا کرنے کے لیئے انسان پریشان ہوکر مشغول ہو جاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ خیالات ہی تمام پریشانی و بے چینی کی جڑ ہیں۔

خیال سے خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور خواہش سے فکر و بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص بخوشی و عیش و آرام سے بیٹھا ہے اور ہر طرح سے آرام و دولت موجود ہے۔ مگر اس شخص کو خیال آیا کہ میرا کوئی لڑکا نہیں ہے اور میں مرونگا تو نہ جانے کون اِس دولت کا وارث ہوگا۔ پس اِس کا خیال پیدا ہونا تھا کہ وہ غم کے سمندر میں غوطے کھانے لگا اور تمام خوشی اِس موہ و غم میں تبدیل ہو گئی۔

معترض۔ خیالات کا کارن کیا ہے؟

جواب۔ خیالات کا کارن دسبب) بدھی ہے۔ جسکی بدھی گیان وان ہے وہ ہمیشہ خوشی پیدا کرنے والے خیالات سامنے رکھکر خوش رہتا ہے۔ کمزور و خراب خیالات کو پاس نہیں آنے دیتا جس سے غم و فکر سے وہ دور رہتا ہے۔ جہاں خراب خیال آیا اُسنے اُسکو علیٰحدہ کر دیا۔ اور اُسی وقت کوئی خوشی کا خیال سامنے رکھ لیا۔ پس خیال کا دارومدار بدھی پر ہے۔ جیسی بدھی ہوتی ہے ویسا ہی خیال پیدا ہوتا ہے۔ جسکی بدھی صاف ہے وہ ہمیشہ خوش و خورم رہتا ہے اور اشعار ذیل زبان پر رکھتا ہے ؎

سب کام اپنا کرتا تقدیر کے حوالے — نزدیک عارفوں کے تدبیر ہے تو یہ ہے
راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تری رضا ہو — یاں یوں بھی واہ واہ ہے اور ووں بھی واہ واہ ہے
گوشمال آخر شود دستِ نوازش سازرا — سرمکش گر گوشمالی میدہد دوراں ترا
رہے راضی رضائے مولا پر — عمر خوش خوش جہان میں گذرے

اب یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ سب سے پہلے خیال پیدا ہوتا ہے۔ اُس سے خواہش اور پھر خواہش سے بے چینی اِس سے انسان کو وچار رکھنا چاہیئے کہ جہاں پرکرتی کے نشے میں ڈالنے والا خیال آیا فوراً اسکو بدل دیا۔ یا دوسری طرف دھیان ڈالدیا۔ اور گیان کے خیالات سامنے رکھکر مگن ہو گئے۔ نہ خیال نے جگہ پکڑی نہ خواہش پیدا ہوئی نہ بے چینی اِس طریقے سے ہر انسان اِس سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

سوال۔ طالب خیال کس طرح پریشانی سے باز رہے **جواب**۔ گرداسنت چینی آتما میں محو رہے اور اُسکی یاد فراموش نہ ہو

ایسا نہ کام کرنا جس سے کہ وہ ہو ناخوش — عزت سے اسکو رکھنا تو ہے جہان پوری
باتیں کرو تو میٹھی بولو تو اس سے ہنسکر — یہ گھر کی لکشمی کی پوجا بہت ہے اچھی

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

گھر کی جو لڑکیاں ہیں وہ دیویاں ہیں ساری — اور دیویاں بھی کیسی؛ جان اور دل سے پیاری
انکے چڑھاوے لا کر اے دوستو چڑھاؤ — کپڑے چڑھاؤ اچھے گہنے چڑھاؤ بھاری
گھر کی جو دیویاں ہیں جبتک کہ وہ نہ خوش ہوں — باہر کی دیویاں کب خوش ہو سکیں تمہاری

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

لڑکے ہیں گھر میں جتنے وہ بہاری جی ہیں — سب ہیں او وہ بہاری مورت کرشن کی ہیں
ناز انکے تم اٹھاؤ - ان کو سدا مناؤ — یہ خوش اگر ہیں تم سے خوش دیوتا سبھی ہیں
میلے انہیں دکھاؤ - جلسوں میں ساتھ لاؤ — یہ برج اور اودھ سے آوازیں آ رہی ہیں

گھر کا دیا جلا کے مندر میں تم جلانا۔

تیرتھ تمہارا گھر ہے اور سب غریب بھائی — تیرتھ کے ہیں تو اسے کچھ کیجئے بھلائی
دان انکو خوب دینا۔ انکی دعائیں لینا — ہو خرچ دان میں جو اچھی ہے وہ کمائی
جب دھیان دیکے میں نے اے دوستو سنا ہے — بس یہ صدا ہے دلکش گوش جہاں میں آئی

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

احسان نوکروں پر اور دوستوں پہ کرنا — دم مہر اور وفا کا لیل و نہار بھرنا
یہ سب عزیز و تیرتھ کے ہیں تو اسے — انکو بھی پوجنا تم تیرتھ سے جب گذرنا
انکے بھی حق ہیں تم پہ تم دو انہیں برابر — پنڈے تمہیں ڈرائیں تو بھول کر نہ ڈرنا

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

سمجھو نہ اسکو گر تم تیرتھ ہے یا کہ مندر — ہے باس دیویوں کا اور دیوتاؤں کا گھر
اوپکاری اور نوالے ملتے بہت یہیں ہیں — اس جاترا سے کوئی ہے جاترا نہ بڑھ کر
درشن کے بھی مزے ہیں اور دان کے بھی بیجا — مکتی کا قول ہے یہ تم نقش کر لو دل پہ

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

میری سنو عزیزو کہتا ہوں بات سچی　　گھر جاتا ہے کرنی کیجے یہیں سے اٹھکر

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

یہ دھرم کی ہے بھومی یاں دھیان کا مزا ہے　　یاں جل ہے ایسا نرمل اسنان کا مزا ہے

تم یاں پڑھو پڑھاؤ تم یاں سنو سناؤ　　یاں شاستر کا اس جا اور گیان کا مزا ہے

کیوں تیرتھوں میں تم ہو یوں مارے مارے پھرتے　　گھر کرم کی جگہ ہے یاں دان کا مزا ہے

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

سب دیوتا ہیں اس جا سب پریا ہیں اس جا　　جتنے رشی منی ہیں انکے مکاں ہیں اس جا

درشن یہاں ہیں ایسے ایسے کہیں نہیں ہیں　　ہیں رشٹ دیو اس جا کل دیو یاں ہیں اس جا

ملتا ہے آدمی یاں اوھکاریوں سے ہر دم　　گردان وان دینا چاہو دیش اور سماج اس جا

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

بوڑھے پتا کو ایشر سمجھا کرو تم اپنا　　وہ شیو ہے اور وشنو بس ایک وہ ہے برہما

وہ رام کی ہے مورت اور کرشن جی کی صورت　　تم جان اور دل سے کرنا اسی کی سیوا

سب دیوتاؤں سے وہ بڑھکر ہے مرتبے میں　　مندر میں جاؤ پیچھے۔ پہلے ہو اسکی پوجا

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

بوڑھی تمہاری ماتا سب دیویوں کی دیوی　　بس رام ہی سمجھنا سیتا ہے راج رانی

باہر سے آؤ گھر میں تو پاؤں اس کے پوجو　　جب جاؤ گھر سے باہر تو لو دعائیں اسکی

پوجا میں سب سے بڑھکر ماتا کا پوجنا ہے　　جس نے کہ اسکو پوجا دیوی اسی نے پوجی

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

ہیں وشو دیو گھر میں بوڑھے بزرگ سارے　　وہ جان اور دل سے تم کو ہیں پیارے

گھر میں رشی بہت ہیں۔ گھر میں منی بہت ہیں　　وہ رشتہ دار ہیں اور بھائی بہن تمہارے

درشن کرو تم انکے سیوا کرو تم ان کی　　احسان انکے کتنے سر سے بھلا اتارے

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

گھر ہے تمہارا مندر ہے اس میں لکشمی بھی　　آؤ تمہیں بتا دوں بیوی ہے وہ تمہاری

ودوان دیپک بنا کر دنیا میں روشن کریں۔ وہ مانند چاند سورج کے ہوں۔ ایسا کرنے سے جگ میں روشنی پھیلانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہووے اور چاروں طرف آنند پھیل جائے۔

جاننا چاہیئے کہ من و اندریاں مر ہی نہیں سکتیں۔ من اور اندریوں کو مار ڈالنا گویا جسم کو ناکارہ بنانا ہے یہاں تک کہ موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ من کے مرنے پر نہ یوگ ہو سکتا ہے نہ ابھیاس کر سکتا ہے نہ ودیا حاصل ہو سکتی ہے من کے بغیر نہ دھیان ہو سکتا ہے نہ گیان نہ درتا آ سکتی ہے۔ لوک پرلوک وغیرہ کے کام بھی سب من سے ہی ہوتے ہیں۔ اگر من مر گیا تو سب خاک میں مل گئے۔ انسان بیکار ہے۔ پس من کو گیان شکتی سے قابو کرنا چاہیئے۔

مثلاً گھوڑی اگر شرارت کرے تو اسکو چابکسوار سے درست کرانا چاہیئے نہ کہ اسکے چارہ و دانہ میں کمی کر کے اسکو قابو میں کیا جائے۔ جس سے وہ لاغر ہو کر موت کا شکار ہو جاویگی۔

گرہست کا چھوڑنا بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ گھر ہی تمام تیرتھوں کا صدر مقام ہے۔ گھر سب سے بڑا تیرتھ ہے۔ پران تو چھاور کرنے والی ماتا اسکی سب سے بڑی پوجا ہے۔ اسکی سیوا کرنی چاہیئے۔ پتا دیوتا ہے اسکو آرام دیں۔ بیٹا و بیٹی دونوں سورج و چاند ہیں۔ انکو عالم و ودوان بنا لیا جائے تو یہ دونوں گرہست میں اس طرح روشنی پھیلاوینگے جس طرح چندرماں و سورج اکاس میں روشنی پھیلاتے ہیں۔ استری سچا متر ہے جو دل سے مدد اور سیوا کرنے کے لئے تیار رہے۔ جو شخص یہ سر و سامان چھوڑ کر گھر سے بھاگ جاتا ہے اور اپنے کنبے کو بربادی و تباہی میں ڈالتا ہے سب سے بڑا ظالم بلکہ اظلم ہے۔

دنیا میں سب سے بڑا وہ مجرم ہے جس شخص نے جان نثار کرنے والی پیاری ماتا اور بھولی بھالی استری و بچوں کو تڑپایا وہ کسی حالت میں دھرماتما کہلانے کے قابل نہیں ہے۔

گھر ہی جائے تیرتھ ہے

کیا بدل گیا ہے دنیا کا کارخانہ — وہ چیز ہے نمائش شیدا ہے اک زمانہ
پوجا نمائشی ہے سیوا نمائشی ہے — ایشور کے ساتھ چھل ہو اس چھل کا کیا ٹھکانہ
گھر میں ہو گھپ اندھیرا مندر میں روشنی ہو — اے میرے دوستدارو ایسا غضب نہ ڈھانا

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

گھر ہو تمہارا تیرتھ سب تیرتھوں سے بڑھکر — دنیا کا کوئی تیرتھ اس کے نہیں برابر
پریاگ اور کاشی گنگا ہے یا کہ جمنا — سب ہیں اسی کے اندر کوئی نہیں ہے باہر

دنیا میں برائی کیوں ہے؟

جواب۔ جیسا جو ہوتا ہے اسکو ویسا ہی نظر آتا ہے مصرع تشنہ آب و خواجہ اوشک استخواں بیند بخواب۔ مثل مشہور ہے چور کو چور سادھ کو سادھ نظر آتے ہیں۔ پس جسقدر دنیا میں برائی نظر آتی ہے وہ سب اپنی ہی طبیعت کی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ عقلمندوں کا مقولہ ہے۔ کہ نیکی نیک را۔ بدی بدرا۔ یہ دنیا حق تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اِس کے پڑھنے والے جس خیال کو دل میں جگہ دیں ویسا ہی اُسکے سامنے ظہور ہو۔ کیونکہ کہا ہے " فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" جو اچھا سمجھتا ہے اسکو اچھا ہی نظر آتا ہے۔ جو برا خیال کرتا ہے اُسکی نظر برائی ہی پر پڑتی ہے۔

مثلاً ایک بچہ کے سامنے اشرفی پڑی ہے۔ اگر کوئی شخص اسکو اُٹھالے تو وہ اِس اُٹھانے والے کو چور نہیں سمجھیگا کیونکہ اُسکی نگاہ میں کوئی چوری نہیں ہے وہ چور کسکو بتلا وے۔

دیگر یہ کہ جنگل میں ایک ٹوٹا ہوا درخت موجود ہے۔ اِس طرف چور نظر کرے گا تو وہ یہی سمجھے گا۔ کہ پولیس کا سپاہی میرے پکڑنے کو آیا ہے۔ اور اگر کوئی بچہ آتا ہے تو وہ بھوت پریت سمجھ کر ڈریگا۔ اور چلائیگا کیونکہ اُسکے اندر بھوت پریتوں کی کہانیاں اوائل عمر سے گھر کئے ہوئے ہیں۔ اور اگر کوئی عاشق مزاج گزرے گا تو وہ یہی خیال کرے گا کہ میرا معشوق میری تلاش میں کھڑا ہے۔

غرض انسان مجسم خیال ہے جس طرف خیال پختہ ہوتا ہے وہی صورت انسان کی ہوتی ہے۔ اسواسطے ہر انسان کو اپنا آئینہ دل صاف رکھنا چاہیئے تاکہ صاف و شفاف ہی صورت نظر آئے ؎

چوں شود دل پاک از کبر و ریا ۔۔۔ بے گماں او ہست ذات کبریا

من اور اندریوں کا مارنا۔ اور گرہست چھوڑنا کیسا ہے؟

جواب۔ من اور اندریوں کو نادان اشخاص کمی خوراک۔ یا ناقص۔ باسی۔ خراب۔ خشک خوراک سے مارنا چاہتے ہیں اس سے بجز خرابی و بیماری کوئی فائدہ نہیں۔ ایسا کرنے سے روزگار سے دل ہٹ جاتا ہے۔ گرہست سے لاپرواہ ہو کر بچوں اور خاندان کو مصیبت میں ڈالتا ہے۔ سمجھ تو یہ لیتے ہیں کہ ہماری اندریاں اور من مر جائیگا۔ مگر انجام یہ ہوتا ہے کہ خود و خاندان کو برباد کرتا ہے اور من و اندریاں کی خواہش بدستور اندرونِ دل رہتی ہے۔

اگر چاہے کہ تندرست عالم بنیں اور ودیا حاصل کرکے اپنی استری کو بھی گیان وان بنادیں اور اپنی اولاد کو

لطافت کے جو شانت چت اور کشش ضمیر ہے وہ ستوگن ہے جنہیں انکا ذہنی سے نجات نہیں۔ سمجھ لو کہ وہ
پابند وہ ہے۔ چلبلاپن۔ دغاباز۔ کوڑ نفس ہو۔ اسپر رجوگن سوار ہے۔ سہو و لغزش ہونا۔ ہروقت مدہوش رہنا۔ بغیر سوچے
ہوئے کاموں میں ہاتھ ڈالنا۔ نارائن کے بھجن میں محو ہونا بھی ستوگن ہے۔ غرور۔ دروغ گوئی۔ لالچ۔ حرص۔ حسد
وغیرہ رجوگن کے نتیجے ہیں۔ پریشان خاطری۔ آلکسی۔ سستی۔ تموگن کی باتیں ہیں۔ ستوگن والے برہم میں پہنچے
پرماتما میں لیپت ہو جاتے ہیں۔ رجوگن و تموگن والے انسان نرک بھوگتے ہیں۔

رجوگن۔تموگن کی زیادتی کے نقصانات

دل میں نفس امارہ کا درخت ایسا خوشگوار ہے کہ مرتے دم تک کملاتا نہیں۔ وہ موہ کے تخم سے پیدا کیا گیا۔ اگیان اسکی
جڑ ہے۔ اور ریاکپٹ کے جل سے اسکی آبپاشی کی گئی۔ اس میں غیبت اور عیب جوئی کی کونپلیں پھوٹیں۔ بیج و
انکار اسکی ٹہنیاں ہیں۔ حسد اور لالچ کے پتوں سے ہرا ہو رہا ہے۔ اس عجیب درخت کے نیچے کور باطنوں کا مجمع
رہتا ہے۔ اور اسکے زہریلے پھل کی تمنا میں اپنا وقت عزیز کھوتے ہیں۔

دانا عاقل لوگ گیان کے تیر سے اسکی بیخ کنی کرتے ہیں اور اسکی زہریلی ہوا سے نجات پاتے ہیں۔

جاہلوں کے لئے وہ درخت حنظل سے کم نہیں۔ جو اسکے سایہ کے نیچے آیا دین و دنیا دونوں خراب کیں۔

قالب عنصری بھی ایک آباد شہر ہے عقل راجہ کی طرح بیٹھا ہوا ہے یعنی عقل کی حکومت ہے۔ دل اس کا وزیر
ہے۔ اندریاں شہر کی رعایا ہیں۔ انکی پرورش جگ۔ تپ۔ اور نیک کاموں کے وسیلہ سے کیجاتی ہے۔ رجوگن تموگن
جیسے رئیس۔ تامس اہلکار ہیں۔ کرم پھل سکھ۔ دکھ۔ ملازمان خاص کا ڈنکہ بج رہا ہے۔ اہنکار ان سب کا سردار
ہے۔ راجسی تامسی لوگ پاسری مگن کرتے ہیں۔ اس پاپ سے دل اور عقل دونوں گناہوں میں آلودہ ہو جاتے
ہیں۔ اندریوں کے سریلے نغمے سن سن کر راجہ یعنی عقل کا چت بھی ڈانواڈول ہو جاتا ہے۔ دھن۔ دولت۔ سکھ کا
خواہش ہو جاتا ہے۔ عقل اور دل سے باہمی جھگڑے ہوا کرتے ہیں۔ اس وجہ سے شہر میں کھلبلی پڑ جاتی ہے۔ اور وہ
راجسی سکھ فنا ہو کر دکھ پراپت ہوتا ہے۔ رجوگن کی فوج چاروں طرف محصور کر لیتی ہے۔ شہر کی رعایا یعنی
اندریاں راجہ کی دشمن ہو جاتی ہیں اور راجہ کو گرفتار کر کے رجوگن کے سامنے مشکیں باندھ کر کھڑا کر دیتی ہیں۔
اسی طرح شریر کا ناش ہو جاتا ہے۔ اور جیو اپنا کرم دوسرے جسم میں بھوگتا ہے۔ سری کرشن جی نے گیتا میں فرمایا ہے کہ

جہل اور بے اعتقادی کا نتیجہ ہے فنا   راحت عالم کو کھو دیتا ہے بندہ وہم کا

لیئے کو ست نام ہے۔ وہ بھگوان ان — ترنے کو ہے وہ نیا بوڑن کو ایمان

دیگر

کوئی کرم لاگے نہیں ایک گروہ کے لا — کیا کرایا سب گیا۔ جب آیا اہنکار

دیگر

سہل شیرے واں کہ صف را بشکند — شیر آنست آنکہ خود را بشکند

دیگر

چاہ گئی۔ چنتا مٹی۔ منوا بے پرواہ — جن کو کچھ نہیں چاہیئے سو ہی شہنشاہ

دیگر

گئو دھن۔ گیج دھن۔ باجی دھن اور رتن دھن کہاں — جب آوے سنتوش دھن سب دھن دہور سمان

ستوگن۔ رجوگن۔ تموگن کے اوصاف

پانچ عناصر۔ خاک۔ باد۔ آب۔ آتش۔ آکاش سے کل کائنات پیدا ہوئیں۔ انڈج۔ اودبج۔ جرایج۔ سوئڈج یعنی انڈے بچے۔ پسینے مٹی سے پیدا ہونیوالے جانوروں کے جسم بھی کرم کے آدھین ہیں جس طرح سمندروں کی لہر کچھوے پر اپنا زور نہیں دکھا سکتی۔ اِسی طرح جیو ایک قالب کو چھوڑ کر دوسرے قالب میں پردیش کو جاتے ہیں۔ پرلے ہونے پر تمام جیو جڑہ جیتن کا ناش ہو جاتا ہے۔ سب جیووں کی پیدائش پانچ عنصروں سے کی گئی ہے۔ مگر ان میں کچھ فرق رکھا گیا ہے وجہ یہ کہ جیو یعنے روح جیسا کرم کرتی ہے اور جس جسم کا دھیان مرتے وقت یاد آتا ہے وہ دیہہ نصیب ہوتی ہے۔

بزرگوں کا قول ہے کہ (انت متا سو متا) اور گیتا میں سری کرشن بھگوان فرماتے ہیں۔

یہ سمجھے آخری دم جس کا جیسا ہو خیال — اپنی نیت کے مطابق اُس میں ہوتا ہے وصال

آواز۔ کان اور مسامات جسم کا تعلق آکاس سے ہے۔ سانس لینا۔ مس کرنا۔ یعنی چھونا۔ یہ ہوا سے متعلق ہے۔ صورت شکل۔ آنکھ۔ اگن سے تعلق رکھتے ہیں۔ رس ذائقہ۔ خون۔ اِن میں جل کا خواص ہے۔ خوشبو۔ بدبو۔ ناک وجسم۔ پرتھوی سے مخلوط کئے گئے۔ ہوا سے احساس۔ جل سے رس۔ اگن سے صورت۔ آکاش سے آواز۔ پرتھوی سے سونگھنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ خواص برابر نہیں ہوتے۔ کمی بیشی رہا کرتی ہے۔

ستوگن سے اندریاں قابو میں رہا کرتی ہیں۔ جس طرح کچھوا اعضو بڑھا کر کھینچ لیتا ہے۔ اِسی طرح جو اندریوں پر قابض ہے۔ رجوگن۔ تموگن میں یہ بات نہیں ہوتی۔ رجوگن۔ تموگن۔ والے عقل سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ ان پر اندریوں کا تسلط ہے۔ جسم میں پانچ اندریاں۔ چھٹا من۔ اور ساتواں ادراک یعنی سمجھ ہے۔ آٹھواں آلہ آنکھ ہے۔ جس سے دنیا کے حوادثات پر نظر پڑتی ہے اور نیک وبد میں تمیز ہو سکتی ہے۔ ستوگن میں ادراک یعنی سمجھ کا پلہ بھاری ہے۔ ستوگن والے کبھی بدکام کے مرتکب نہیں ہوتے۔ ستوگن۔ رجوگن۔ تموگن کے اوصاف جداگانہ ہیں۔ اِنکے گنوں کا

بقولیکہ دنیا کو فتح کر لیا تو کیا ہوا جس نے کرودھ کو فتح نہیں کیا وہ ہمیشہ ہاری میں رہا ہے۔

انسان کی بھی ہے زندگی اور حیوان کی   دیگر   کہنے کو ہے زندگی درختوں کی بھی

جیتا ہے غضب کو جنے یہاں جیتے جی   جینا اسی کا ہے بیشک دنیا میں

یہ سنسار کاشی کی کوٹھری ہے۔ جس میں کرودھ ایک آگ جل رہی ہے۔ جو اسکے اندر رہا وہ ضرور جلیگا۔ کرودھ کی آگ گھر گھر لگ رہی ہے۔ جو لوگ ایشور کی بھگتی میں لین ہیں وہی اِس آگ سے بچکر رہ سکتے ہیں۔ بقولیکہ

سیتل سنگت سادھ کی تہاں اُبہرے بھاگ   آگ   دسوں دسا سے کرودھ کی اُٹھی اپربل

(۳) لوبھ۔ انسان کا تیسرا دشمن ہے۔ لوبھ میں پھنسکر مرکر لینے سے بھی چھٹکارا نہیں ملتا۔ خواہ گیانی ہو۔ خواہ دھیانی۔ جوگی ہو یا جنگم۔ عالم ہو یا پنڈت۔ لوبھ اسقدر بُری بلا ہے وہ ان سب کو ترشنا کے سبب ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ کیونکہ عاقلوں کا قول ہے کہ جس برتن کی تلی ہی نہ ہو اُس میں دھن رکھا جاوے تو کیا نتیجہ۔ لوبھی کی ترشنا کبھی شانت نہیں ہوتی۔ خواہ تینوں لوک کی دولت گھر میں آجاوے۔ اسواسطے ایسا دھن جمع کرنا چاہیے جو آگے بھی کام آوے ورنہ ترشنا کی گٹھری ساتھ کون لیجاویگا۔ بقولیکہ۔

کر ترشنا سے ڈاکنی کے جیون کا کال   رباعی   اور اور نسدن چہے جیون کرے محال

طامع نہ بنو۔ طمع نہیں اچھی چیز   سوچو تو تمہیں خدا نے بخشی ہے تمیز

کہتے ہیں جسے مال وہ ہے ہاتھ کا میل   دیگر   کیوں میل کو جان و دل سے رکھتے ہو عزیز

مکھی بیٹھی شہد پر پنکھ لئے لپٹائے   ہاتھ ملے اور سر دھنے لالچ بُری بلائے

(۴) موہ۔ انسان کا چوتھا دشمن ہے۔ گیانی پرش اِس کا بھی ساتھ نہیں دیتا۔ جس انسان کے دل میں موہ نے گھر کر لیا اسکے اندر گیان کی روشنی نہیں چمکتی۔ یہ موہ ایسے بہاؤ کا دریا ہے کہ اس میں تیراک بھی بہہ جاتے ہیں چہ جائیکہ معمولی انسان۔ بقول سے

شُر نر منی سب پھنسے مرگ ترشنا جگ موہ   موہ روپ سنسار ہے گہرے موہ ندی جوہ

اشٹ سدھی نو ندھی مول سب بحر و کی کہان   تیاگ موہ کی باسنا کہہ گئے سنت سجان

(۵) اہنکار۔ پانچواں دشمن ہے۔ اہنکار مثل آگ سوزان ہے۔ اِس میں ہر دم قلب ہی جلتا رہتا ہے۔ ایک اہنکار کے ساتھ بہت سی برائیاں پیوستہ ہیں۔ جس وقت اہنکار آیا تو بھلے لوجتن کیا کرایا ہے سب خاک میں مل گیا۔ جہاں کرودھ ہے وہیں آپدا یعنی مصیبت برپا ہوئی۔ جہاں شنشے ہے وہیں سوگ ہے غرضکہ اہنکار چھوڑنے سے ہی باقی چاروں لاعلاج مرض دور ہو سکتے ہیں۔ بقولیکہ

خیالِ نفسانی سے دل کو روک کر اے باشعور — مار اُس موذی کو جو ہے دشمنِ علم و سرور

دیگر

تیری چت چنچلتا مٹ جائیگی — من ہر گھڑی دھیان لگائے لے
آلس مٹے و سیہ تہر ہوئے — آسن سدھ جمائے لے
تندرا جائے سپن نہیں آوئے — انہد جوت جگائے لے
اچھہ نروکلپ سکھ ہووے — سنجم کو رس کھائے لے
کٹ آنند پریم رس پئے — آتم دیو منائے لے

انسان کے پانچ دشمن

(۱) کام یعنی لذاتِ شہوت۔ اسکی نسبت کبیر صاحب فرماتے ہیں

ناری کی چھایا پرت اندھا ہوت بھجنگ (سرپ) — کبیر تن کی کون گتی جو نت ناری کے سنگ

کامنی یعنی عورت میٹھی چھری ہے جس نے اسکو چھوا۔ خربوزے کی طرح کٹ گیا۔ راون جیسا پرتاپی راجہ اسی بدولت مع اپنی سلطنت وخاندان کے برباد ہو کر راہی ملکِ عدم ہوا۔ دریودھن کی سلطنت بھی اسی نے خاک میں ملادی بقولیکہ

ناگن کے دوی پھن ناری کے پھن بیس — جاکو ناری نے ڈسا۔ مرے بے بسوہ بیس

اب سوال یہ ہے عورتِ غیر سے پرہیز چاہیئے نہ کہ اپنی بیاہتا سے۔ اس پر بھی عارفوں کا قول ہے کہ اپنی عورت سے بھی اتناہی تعلق رکھے جسقدر کہ ضرورتِ اولاد کے واسطے شاستر نے اجازت دی ہے۔ ورنہ شہوت رانی۔ دکامناؤں کی خاطر سے مصروف رہنا ایسا ہی خطرناک ہے جیسا کہ ناگن (سرپ) کو آستین میں پالنا۔ بقولیکہ

ناری پرائی۔ آپنی۔ بھوگے نرکے جائے — آگ۔ آگ۔ سب ایک سی ہاتھ دیئے جل جائے
زہر پرایا۔ آپنا۔ کھائے سے مرجائے — اپنی رکھشا نا کرے۔ کون تاہے سمجھائے

غرض کہ کام کے ہاتھوں بک جانا بُرا ہے۔ اس لئے سادھو مہاتماؤں نے اس سے دُور رہنا ہی مناسب سمجھا ہے مثلاً بلونا اپنی ہو یا دوسرے کی ہو زخم برابر کریگی۔ چونکہ کتے کو بھوگ کی زیادہ کامنا رہتی ہے۔ اس لئے مہاتماؤں نے ہوس پرش کو کتے کے برابر سمجھا ہے۔ کامی پرش کو رام کا نام لینا درلبھ ہے۔ بقولیکہ

جہاں کام تہاں نام نہیں۔ جہاں نام نہیں کام — دونوں کب ہوں نا ملیں۔ روی۔ رجنی۔ یک ٹھام

(۲) کرودھ یعنی غصہ، یہ کام یعنی شہوت سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس سے دُور رہنا بڑے پرشوں کا کام ہے۔

نربھے پد کی اوستھا جیون پرکاشے بہان　　رہے دیہہ میں جیہہ ہو اتیاستی زبان

جیوں کا تیوں پہچان کر دوبے چھوٹے مان　　آپ سنبھال کمال سے کھینچے پران اپان

من کیوں دوڑتا ہے اور اسکے روکنیکی کیا ترکیب ہے اور پران تحریک پا کر بانی بولتی ہے اور آنکھ کان کو کون تحریک دیتا ہے

یہ من جڑ ہے اور گو کثیف مادہ ہے مگر بہت لطیف ہے اور مادہ کا خاصہ تبدیلی ہے۔ اور جہاں تبدیلی ہے وہیں مادہ ہے۔ تن کی حالت میں دمبدم تبدیلی ہے۔

اب یہاں سوال ہو سکتا ہے کہ پران حرکت کرتا معلوم ہوتا ہے۔ اور اندریاں اور من کو گیان ہوتا معلوم ہوتا ہے یہ حرکت اور گیان جڑ کے خواص نہیں ٹھیر سکتے۔ تم جس چیز کو پران کہتے ہو یا اندریہ۔ من جسے ہو سمجھے ہو وہ محض بیرونی آلات ہیں۔ اصلی پران یعنی من کو حرکت دینے والی اور اصلی اندریہ یا من جسے گیان ہوتا ہے وہ انکے اندر اور ان کے پس پشت ہے۔ پس آسے پران کا پران۔ اندریہ کی اندریہ۔ اور من کا من سمجھنا چاہیئے۔ گویا پران تن وغیرہ اجسام ہیں۔ اور انکا آتما اصلی ~~وغیرہ~~ نور اللہ گیان سروپ آتما ہے جو اپنے ارادہ سے انہیں حرکت دیتا ہے جس طرح یہ جسم خاکی ہے اور آتما اسکے اندر ہے۔ جسم خاکی جو جدا معلوم ہوتا آسان ہے۔ کیونکہ جسم کثیف شے ہے۔ لیکن پران و اندریاں اور من چونکہ لطیف ہیں۔ اسواسطے ان میں آتما کا دہوکا ہوتا ہے۔ چونکہ من لطیف شے ہے اسکے واسطے آلہ بھی لطیف ہی درکار ہے پس من کو من کے ساتھ مارنا ہوتا ہے۔ اور کوئی بیرونی آلہ یا سامان اسکے قابو میں کرنے کا کارگر نہیں ہو سکتا۔

آن خصم نیست نفس کز جہان شود مطیع　　قاتل ہشو کہ تربیت شیر میکنی

من کو روکنے کے دو علاج ہیں۔ ایک ست سنگ، دوسرا ست شاستر کا وچار۔ ست سنگ کی دو قسم ہیں ایک بیرونی۔ دویم اندرونی بیرونی یہ ہے کہ برہم گیانی مہاتما پرشوں کی خدمت میں با ادب و ارادتمندی حاضر ہو کر آنکے سخنان کو گوش ہوش سے سننا۔ اور راست ان پر یقین کرنا۔

اندرونی یہ ہے کہ شنیدہ سخنان کو گوشہ تنہائی میں تمام حواس ظاہری و باطنی کو اپنی اپنی لذات سے باز رکھکر شدومد سے وچار کرنا اور اپنی دلائل سے پایۂ ثبوت و راستی پر لیجا کر صندوق حق الیقین میں جمع کرنا۔ اگر کوئی شک وغیرہ ہو تو ان سے باادب دریافت کرنا۔

اگر برہم گیانی موجود نہ ہو۔ تو آنکے اپدیش مکتوبہ پر طریق مذکورہ بالا پر عمل کرنا۔ اسی کو ست شاستر وچار کہتے ہیں۔ گیتا میں سری بھگوان نے فرمایا ہے۔

اوم کی اہنگرہ اپاسنا

آدمی ہردم اپنے من میں یہ دھارنا کرے کہ حروف "اوم" برہم ہے سو میرا روپ ہے اسکے برابر اور کوئی دھیان نہیں ہے

اگر کوئی شغل نہ ہو سکے تو کیا کرنا چاہیئے

گیتا ادھیاے ۱۲ منتر ۲ میں لکھا ہے عشق حقیقی ذات سے پیدا کرنا چاہیئے

منتر ۲ جنکو میرا عشق صادق ہے اُنہیں ای نامدار — جلد لیجاتا ہوں میں دریائے معصیت سے پار
منتر ۸ جسم و دل دونوں کو تو میرے تجسس میں لگا — راز کھل جائیگا تجھپر منزلِ مقصود کا
〃 ۹ باندھنا میرا تصور تجھکو مشکل ہو اگر — شغل کے ذریعے میں مجھسے وصل کی تدبیر کر
〃 ۱۰ شغل میں تکلیف ہو تو مجھ کو حاصل مانکر — میری خاطر عمل کر عرفاں سے ہوگا بہرہ ور
〃 ۱۱ یہ بھی گر دشوار ہو طالب ہو میری دید کا — دور کر شمع طلب سے ظلمتِ بیم و رجا
〃 ۱۲ سہل ہے اشتغالِ عرفان سے طریقہ عشق کا — عشق کا مقصد فنا ہے اور فنا میں ہے بقا

میرے مرشد مجکو تو ایسا طریق تبلادیں جسمیں ہلدی لگے نہ پھٹکری رنگ چوکھا آئے

پیارے طالب جسقدر طریق اُپاسنا تبلائے گئے ہیں جو جیسے بن سکے عمل میں لا۔ بہت آسان ہی طریق تبلائے گئے ہیں ورنہ بہت سے مشکل بھی ہیں جیسے پنچ اگنی، اوندھا لٹکنا وغیرہ وغیرہ تیری خاطر سری کرشن بھگوان نے اور بھی ایک طریق تبلایا ہے وہ یہ ہے۔ ایشور کے سوا دوسرے کی تعظیم نکرنا اسپر محبت اور نثار ہو۔ کیونکہ ذات مطلق وحدہٗ لاشریک ہے۔

بقول ۵۔۶ منتر ادھیاے ۱۸

میری خاطر کر ریاضت مجھ میں اپنا دل لگا — میرے پیارے مجھ کو دے تعظیم مجھ پر ہو فدا
مجھ سے میں کرتا ہوں وعدہ اسکو سچا جانئے — بہرہ ور ہوگا تو آخر کار میرے وصل سے
ہر دے تا بچہ۔ اور ترکٹی۔ تین دھیان استھان — سُرت ایکتا تابہ میں ہر دے شیخ پردہان
سرت لین ہو ترکٹی برمبھ ا ینددمیں گیان — تین دھیان کی ایکتا پرم شانت اور آن
سب منوت من سے رہے تج بچار اور گیان — تریپے پد کی اوستھا کیونکر کروں بکھان

Only Picture Printed at Punjabi Press, Delhi

انسان کو ضروری اور کوشش حاصل کرنے میں کارآمد ثابت ہوتا ہے۔

آپاسنا کا کیا سروپ ہے؟

جواب۔ سب اندریوں سے برتی کو ہٹا کر اونکار کے دھیان میں لگا دے یہاں تک کہ اونکار اور من ایک روپ ہو جاویں

گیتا۔ ادھیائے ۶ منتر ۱۔ لغایت ۱۴

منتر ۱۰ بیٹھکر گوشہ میں تنہا باندھکر اپنا خیال — اضطراب دل مٹا دیتا ہے شاغل کا کمال
" ۱۱ چاہیئے مرگ چرم کا اوڑھا یا کشا کا بندوبست — پاک مسکن میں بہت اونچی نہ نیچی ہو نشست
" ۱۲ لوحِ خاطر سے مٹا کر وسوسے اور خواہشیں — آدمی کا فرض ہے کوشش صفائے قلب میں
" ۱۳ راست قائم کر کے اپنا جسم گردن اور سر — شاغل اپنی ناک کے بانسہ پہ ٹھیرائے نظر
" ۱۴ بیم اور اُمید سے جب قلب اسکا پاک ہو — جلوۂ وحدت میں نورِ ذات کا ادراک ہو۔

سوال اور بھی کوئی طریق ہے؟ جواب۔ ہاں۔ اونکار کو پرانوں کی رفتار میں دھیان رکھنا۔ جب دم اندر کیطرف جائے سکو کا دھیان کرنا۔ اور جب دم سے باہر کیطرف آوے ہم کا دھیان کرنا۔

گیتا۔ ادھیائے ۵ نمبر ۲۷ و ۲۸

منتر ۲۷ ابروں کے وسط میں لاکر نظر اطراف سے — تو لتا ہے جو نفس کو ناک سے چلتے ہوئے
منتر ۲۸ دل حواس و عقل کرتا ہے نثار علمِ ذات — وہ علائق سے بری ہے اُسکو حاصل ہو نجات

سوال۔ اور کوئی شغل بھی ہے جواب۔ ہاں اور بھی ہے مگر کرنے والے کے واسطے تو ایک ہی کافی ہوتا ہے۔
بھر کٹی دھیان ہے کہ شاغل اپنی نظر ناک کے بانسہ شروع پر قائم کرے منہ بند کر کے ناک سے سانس لیتا رہے۔
اور کسی خیال کو پیدا نہ ہونے دے۔ گیتا ادھیائے ۸ منتر ۱۲ و ۱۳

منتر ۱۲ خواہشاتِ ظاہر و باطن سے دل کو روک کر — شغل کی امداد سے دم کو چڑھا کر تا بسر
" ۱۳ اسم اعظم اوم کا جو ذکر کرتا ہے مدام — کوچ کر کے جسم سے پاتا ہے اعلیٰ مقام

ایک اور طریق سے چنتن کا ہے۔ جیسے کہ گھڑا مٹی کا کاریہ ہے اسواسطے مٹی اسکے اندر باہر ہے۔ اسی طرح پانی سے جو جھاگ موج اور حباب پیدا ہوتے ہیں وہ پانی سے جدا نہیں ہیں۔ اسلئے جو چیز جس شے کا کاریہ ہے اسکو کارن روپ سمجھو۔ ایشور سب کا کارن ہے "سو میں ہوں" یہ سے چنتن کا طریق ہے۔

اہلِ جہاں کی ہوتے وہ بھاگتے ہیں دور — لب پر وہ آنے دیتے نہیں کلمۂ غرور
ممکن نہیں غلط ہو جو بات اُس کو سچ کریں — سچ کو نہ جھوٹ۔ جھوٹ کو ہرگز نہ سچ کریں

عزت جہاں میں پاتا ہے جھوٹا بشر کہاں — قابل یقین ہوتی ہے جھوٹی خبر کہاں
صادق کا نور پاتی ہے کاذب سحر کہاں — سچے کی قدر پاتا ہے جھوٹا مگر کہاں؟
بھایا جو کذب کشتِ صداقت اُجڑ گئی — رباعی — پُرزا جو کوئی جھوٹا ہوا۔ کل بگڑ گئی۔

قومے بہ نماز و روزہ حق می جویند — جمعے برہِ کعبہ رہے می پویند
بعضے گویند ماسوا چیزے نیست — حق جانب آنہاست کہ حق میگویند

تپ کی مہمان

تپ سے مراد جوگ ابھیاس ہے۔ ریاضت کرنے والے عابد بڑی تکلیف اُٹھاتے ہیں یعنی بعض ایک پاؤں سے کھڑے ہو کر نارائن کا جپ کرتے ہیں۔ پنچ اگنی تاپتے ہیں۔ جاڑے گرمی برسات کے موسموں میں جل کے اندر باس کرکے ہری نام کا سمرن کرتے ہیں۔ ایسی تکلیف اُٹھانے سے ہی شانتی اچھی کہی گئی ہے۔ مگر تپ کی فضیلت بہت ہی بڑی ہے عالموں کا قول ہے کہ اگیانی علم سے بے بہرہ بھی تپ کرنے سے اعلیٰ مدارج پر قدم رکھ سکتا ہے۔ برہما جی نے تمام مخلوقات تپ ہی کے زور سے پیدا کی۔ رشیوں نے تپ ہی کی قوت سے ویدوں کو ظاہر کیا۔ تپ ہی کے ذریعہ سے برہم پہچانا گیا۔ عصیان کی معافی اور گناہوں سے رہائی تپ ہی کی بدولت ہو سکتی ہے۔ آبِ حیات (امرت) تپ کی برابری نہیں کر سکتا۔ سنیاس ست بڑھکر کوئی تپ نہیں خیرات سے بڑھکر کوئی کرم نہیں۔ تپ کرنے والا شانت ہو جاتا ہے۔ جو چاہے کرے کیتا ہے بعض شاغل جملہ فعلوں کو حواس اور نفس سے — خاک کر دیتے ہیں اپنے شعلۂ عرفان سے

نفس کش کرتے ہیں کم کھانے سے خواہش کو ہلاک — جُملہ شاغل شغل کی برکت سے ہو جاتے ہیں پاک
شغل کی ظلمات میں ہے وصل کا آبحیات — دین و دنیا میں نہیں اِسکے سوا۔ راہِ نجات

ست یگ میں خاص تپ کو ہی فضیلت تھی۔ مگر آجکل کلجگ میں بھگتی کو مقدم رکھا ہے۔

مقولہ کبیر صاحب

نیارا نیارا ہوت ہے جگ جگ کا بیوہار — چر جاتب ست جگ بکھے دواپر جگ آچار
سیوا۔ ہوم۔ اُپاسنا عمل ترتیا بیچ — کلجگ میں بھگتی بھی کیا اُتم کیا نیچ

راستی پیشہ خود کن کہ بود سبز مدام   مجلس افروزیٔ شمع و چمن آرائی سرو

ست کے معنے راست کے بھی ہیں یعنے راستی اختیار کرنے والا ہی ست کا پالن کر سکتا ہے سہ

از راستی است جائے الف درمیانِ "جان"   واو۔ از کجی ہمیشہ بود درمیانِ "خون"

بھیشم پتامہ جی کیا فرماتے ہیں۔ تینوں جہان کو ترک کرنا۔ بہشت کی حکمرانی چھوڑ دینا۔ بلکہ ان سے بھی بڑھکر ہو تو اسے نہ لینا منظور ہے لیکن سچائی سے جدا ہونا گوارا نہیں کرسکونگا۔ خواہ زمین اپنی خاصیت (بو) کو چھوڑ دے۔ پانی اپنی خاصیت (ذائقہ) کو چھوڑ دے۔ روشنی اپنی خاصیت (اظہارِ الوان) کو چھوڑ دے۔ ہوا اپنے گن (لامسہ سے محسوس ہونا) کو چھوڑ دے۔ آفتاب اپنے جلال کو چھوڑ دے۔ آگ اپنی حرارت کو چھوڑ دے۔ آکاس اپنے دہرم (آواز) کو چھوڑ دے۔ چاندنی اپنی ٹھنڈک کو چھوڑ دے۔ یمراج۔ (ملک الموت) عدل کو چھوڑ دے۔ لیکن میں سچائی کو ہرگز نہ چھوڑونگا۔ بھیشم پتامہ کے یہ الفاظ ہیں اور انکا ان پر عمل ہے۔ اسی طرح ہر بشر کو چاہیئے کہ اسے دستور العمل بنائے۔ جو ایک دفعہ ذہن میں جم جائے کہ یہ راست ہے۔ اس پر ضرور چلنا چاہیئے۔ خواہ ساری خدائی مخالف ہو

ہے باغبانِ گلشنِ تقریر راستی   آئینۂ بیاں کی ہے تصویر راستی

صیقل ہے بہر خنجرِ توقیر راستی   ہے کحلِ چشم چہرۂ تحریر راستی

لازم ہے غازۂ رخِ ایماں اسے کہوں   واجب ہے وجہِ عزتِ انساں اسے کہوں

ہادی و رہبر خضرِ راہِ دیں ہے یہ   آفت میں راحت گیر الم میں معین ہو یہ

مشاطۂ عروسِ سخن بالیقیں ہے یہ   بزمِ صفاتِ نیک میں بالانشیں ہو یہ

دشمن سمجھتے ہیں کہ خیالات خام کا   ہر صفت کہیئے شاہدِ حسنِ کلام کا

ہے زر نمائے صدق و صفا شمعِ راستی   ہے کبر ملیئے عفو و خطا خوئے راستی

ہے فضلِ حق کو باد نما خوئے راستی   ہے موجبِ رضائے خدا جوئے راستی

کچھ دخل راستی میں نہیں تین پانچ کو   سچی ہے یہ مثل کہ نہیں آنچ سانچ کو

تقریر اسی سے دلکشِ عالم پسند ہو   تحریر بھی اسی سے فصاحت بلند ہو

دلچسپ اسی سے ہر سخنِ غم و چند ہو   شیریں اسی سے لفظ بیاں مثلِ قند ہو

شوخی سے جو لشکر کو اتارے یہ خوب ہے وہ   جو گیسوے کلام سنوارے یہ خو ہے وہ

سچے جو ہیں سمجھتے ہیں سب انکو ذی شعور   غیبت سے فتنہ سازی سے رہتے ہیں نفور

اسکو آگ میں نہیں جلایا جاتا کیونکہ جلے کو پھر کیا جلایا جاوے۔ مُردے کو جلانا ہی وید وہی ہے۔ بہت دور جو انمر دی سے

معترض۔ جلے کو آگ پر سیکتے ہیں تو آرام ہوتا ہے۔ اسواسطے سنیاسی کو جلانا ہی چاہیئے۔

آپ کو معلوم رہے کہ آگ سے پانی پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ اُسکی اندریاں اور واسنا جل چکی ہیں تو اس سے اُس کا کلیجہ شیتل آب سے ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ اور اوم الدماغ سے آنند رس جھرتا ہے گویا اُس کا ہردیہ شیتل ہے۔ اور آگ سے اس کا میل نہیں ہے۔ آب آگ کے مخالف ہے یعنی ستاہر و آب و آگ کی مخالف ہو۔ اِس لئے پرواہ جل کرتا ہے سنیاسی کا ٹھیک ہے پنگلو اپنشد منتر ۵۔

ناشو کچم نا اگن کاریہ چہ نہ پنڈم نودک کریہ	نمبر ۱	نہ کوریا پارقادی نے برہم بھوتا ہے بھجوے ناپچوسے
وکت ہسی دھتم ناستی بکیے پچم بکوسے یتہا		گیاتا اگنی وگدہ دیہہ سے نہ چہ اضغم نہ چہ کریا

علاوہ اسکے یہ بھی جائے غور ہے کہ سنیاسی کا رشتہ کس سے ہے کہ وہ داہ کرم کرے۔ جبکہ کوئی داہ کرم کرنے والا نہیں ہے۔ تو اس سے بہتر اور آسان طریق نہیں ہے کہ جل پرواہ کیا جاوے اور اسی باعث سے اچھے مہاتما پرش سنیاسی اکثر جل کے کنارے یعنی سری گنگا جی کے کنارے ہی قیام پسند کرتے ہیں۔

ست دھرم کی فضیلت

کل دھرموں میں ست دھرم۔ ست سے اعلیٰ ہے۔ ست ہی سناتن دھرم ہے۔ تپ اور جگ ست سے ہی ہوتے ہیں۔ (۱) راست گوئی (۲) سب جیووں کو یکساں سمجھنا (۳) خواہشاتِ نفسانی پر قابو پانا (۴) حسد، بغض، و کینہ سے دل کو پاک رکھنا (۵) معافی (۶) شرم (۷) جان کشی (یعنی کسی کو نہ مارنا۔ نہ ستانا) (۸) افعالِ قبیحہ سے مجتنب رہنا (۹) ایشور کی یاد میں مگن رہنا (۱۰) پاک طینتی (۱۱) تحمل (۱۲) حلم (۱۳) کسیکی طرفداری نکرنا۔ یہ تیرہ (۱۳) ست دھرم کے اوصاف ہیں۔ ویدوں کی شرتیاں ست ہی ست پکارتی ہیں۔ ہزار جگ وشومید کا پھل بھی ست کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ گیتا میں سری بھگوان نے فرمایا ہے ۲۳/۱۷ اوم تت ست۔ ذات واحد کا سہ حرفی نام ہے۔ علم و شوق و فضل کی تدبیر اس کا کام ہے سے ۲۶/۱۷ اسے واسطے لفظ ست ہو مرکز صدق و صفا۔ عالمِ فانی میں ساری نیکیوں کا رہنما۔

مہاتما سندرداس کا قول ہے

ست شوں سو سب پر کار۔ ایک ست جو بولئے	متھیا سب بسنار۔ دو جو ست سو برہم ہے
راستی موجب رضائے خداست	کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

دیا. دھرم و دھیانا باندھ کے سمت آتماک لگائے — اجپا جاپ سمرت بھون لائے گھٹ ہیں اگر جگائے
انتر دھوتی لگا جتن سوں پران پون ٹھیرائے — سج سج نیم کر بھیدکے برہم اگن پر جاوے
تین گرنتھی گھٹ چکدن بید ہے وہم واتنک جلائے — م الٹ تین سگھٹ آنند نر کے ست گورو بھید بتائے

جوگی یا بدھ من کو لگاوے

جیسے پتنگ جب دیکھیں پریت سوں پران جلاوے — جگمگ جوت سبھی ہین جاتی جوت ہیں آن سمائے
جیسے نار نگھٹ کو جات ہے سر گاگر بہر لاوے — سکھی سنگ سے بولت چالت سرت گاگر سے لاوے
جیسے نٹ کلا کے کارن گاڈھا ڈھول بجاوے — اپنا بوجھ سادھ سرآ و پر سرت بانس سوں لاوے

سنیاسی مہاتما بھگوان کا اوتار مانا گیا ہے جو کہ اپنے سے حسد. بغض. کینہ. عداوت وغیرہ رکھنے والوں کا بھی بھلا چاہتا ہے اور اُنکی خدمت میں اپنا پیارے سے پیارا دھن حاضر کرنے کو تیار رہے۔

جیکے بدن سے برہم ٹپک رہا ہے جسکی آنکھوں سے آنند برس رہا ہے۔ جیکے ماتھے پر شانتی کا چاند چمک رہا ہے نظم سنیاسی مہاتما پر برہم کا بھنڈار کھل جاتا ہے۔ ہر کس و ناکس سے سوائے برہم کے دوسرا برتاؤ نہیں کرتا۔

برگِ عیش بے خزاں از بینوائی یافتم — آنچہ می جستم ز شاہی از گدائی یافتم

دیگر

جدا شو از دو عالم تا توانی با خدا بودن — کہ دارد دور لبسیار با خلق آشنا بودن

دیگر

اگرچہ ہست بظاہر خراب درویشی — ز وصل گنج بود کامیاب درویشی
تراز درد سر آں جہاں خلاص کند — اگرچہ تلخ بود چوں گلاب درویشی

بشوے از دو جہاں دست چوں فقیر شدی — کہ ہست مدرِ فقیراں وضوئے درویشی

دیگر

در دلِ بے آرزو راہِ غم و تشویش نیست — در جہانِ بے نیازی ہیچکس درویش نیست

دیگر

آشنائے حق شد آنکس کز جہاں بیگانہ شد — ہر کہ بیروں دریا برآمد گوہر یک دانہ شد

دیگر

ہر کہ پیش از مرگ مرد از یک جہاں غم شد خلاص — ہر کہ بیروں رفت از عالم ز عالم شد خلاص

دیگر

از دو عالم قطع کردم رشتۂ پیوند را — تا بہ آں بیگانہ پروردہ آشنائی یافتم

دیگر

چیست دنیا تا بہ آں آلودہ کردن دست خویش — بر سر خوانِ سلیماں کاسہ لیسیدن چرا

سنیاسی کو واہ کرم کیوں نہیں کیا جاتا جل میں پرواہ کیوں کیا جاتا ہے

جواب- چونکہ سنیاسی کے حواس خمسہ اندریاں و واسنا وغیرہ سب پہلے ہی جل چکے ہیں. گیان اگنی میں واسطے

کچھ اعلیٰ درجے کے عارفوں کی تفصیل

تربتر جس کا مئے عرفاں سے دامن ہوگیا — وہ غریقِ بحرِ وحدت تا گریباں ہوگیا
بہرتری نے بادۂ عرفاں کا جب ساغر پیا — کشورِ توحید کا یکتا قلمراں ہوگیا
جب پیا شاہِ بخارا نے تو چھوڑا تخت تاج — اور ہفت اقلیم کا وہی جاہ و سلطاں ہوگیا
تر کیا منصور نے دامن مئے عرفاں سے جب — مار کر نعرہ انا الحق کا وہ فرماں ہوگیا
جب تصوف کا اٹھایا ہاتھ میں سرمد نے جام — خم کے خم خالی کئے ساقی پریشاں ہو گیا
رام سہنیا نانک تلسی کبیرا اور رامداس — انکا ساغر جب چلا تب چرخ حیراں ہوگیا
دستِ شفقت سے پیا تھا ایک جام مکت آنند نے — مجلسِ رنداں میں تب ہی سے وہ شاہ ہو گیا

عارفوں کی نگاہ وہ کیمیا گر ہوتی ہے کہ جہاں پڑی۔ خدا ہی خدا بنا دیا۔ کوئی پستی رہی نہ بلندی دیوانگی رہی نہ ہوشمندی
شبلی جمعہ کی نماز کے لئے امام بنایا گیا۔ تو وہاں یہ کلمہ شیریں گایا۔

من خدایم۔ من خدایم۔ من خدا — فارغم از کبر و کین و از ہوا

یہ سُنکر جنید نے شکایت کی۔

آنچہ من با تو گفتہ ام بہ خلوت — تو عیانش ہمے کنی اظہار

شبلی نے جواب دیا۔

من ہمے گویم و ہمے شنوم — نیست کس غیر من بہر دو دیار

میں تو تنہا میں ہوں۔ غیر کوئی ہے ہی نہیں۔ ظاہر کرنا کرانا کیا معنے۔

تنہا استم تنہا استم در بحر و بر یکتا استم — جز من نباشد ہیچ شے من جا استم من ما استم
سجدہ کرا من کنم اے زاہدا — خود خدایم۔ خود خدایم خود خدا

باوجودیکہ یاگیہ ولکیہ رشی تھا اور کلی گیان سے بھرپور تھا مگر پھر بھی اسنے آدیجے آشرم یعنے سنیاس آشرم میں جانے کی خواہش کی اور سنیاس دہارن کیا اور اپنی ہر دو عورت و زر و مال وغیرہ کو چھوڑ گیا۔

اعلیٰ وہی درویش کہائے

دھرتا آسن سنتوکھ کا کہہ سب لنگوٹ چڑھاوے — پریم کی سیلی دھیان کرآسن گیان بھبوت رماوے

غزنیتا ہمی گردم کہ شیطاں برطرف گردد — زیک بینی و یک دانی حصار کردہ ام پیدا
بامحبت زندہ کسے کہ گشت یار — مردہ را کے و کشا اندر کنار

سری بھگوان نے گیتا میں فرمایا ہے

۱۳/۱۲، ۱۴ جسکو کل مخلوق سے ہے انس و الفت آشتی — جسکی چشم مست میں ہم رنگ ہے رنج و خوشی
شغل کی برکت سے ہے جس کا عقیدہ استوار — عقل و دل کو محو کر کے ہے وہ میرا جاں نثار
۱۲/۱۵ خوف و طیش و رنج و راحت سے بری ہے میرا پیارا — اس کا مسلک صلح کل ہے وہ ہے سب کا دوستدار
عارف نظر بالذات۔ اور آزاد رہتا ہے۔ — جاہل نظر بالغیر ہونے کی وجہ سے پابند صفات ہوجاتا ہے
عارف کہ ہمہ بند دوئی را بگسیخت — چوں شیر و شکر بوحدت صرف آمیخت

سوامی شنکر اچاریہ اور دیگر اچاریہ وغیرہ کے اقوال

(۱) من اور اندریوں کو وشیوں سے روکنا ہی سنیاس ہے اور یہ جاننا کہ میں دیہہ نہیں ہوں آتما ہوں یہ نشچہ ہونا ہی سنیاس کا لچھن ہے
(۲) کام کرودھ کو دور کرنیکے واسطے سنیاسی ہمیشہ کوشش کرتا ہے اور طاقت رکھتے ہوئے بھی اچھے صوفیانہ کپڑے نہ پہنے پورانے بستر یعنے کپڑے پہنے۔
(۳) آسن یعنے بیٹھک اور سونا سنیاسی کو زمین پر کرنا چاہیئے۔ چارپائی پر نہ سووے۔
(۴) نرک یعنی دوزخ کے کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ تین دروازے ہیں جو آتما کو ناش کرتے ہیں اسواسطے اپنے کلیان کیواسطے انکو تیاگ
(۵) سنیاسی ضرورت سے زیادہ شے لے اور نہ کسیکو دیا کر لیوے نہ کسی دوسرے کو دیا کر دلاوے اور ایسا خیال اسکو من میں بھی نہ آنا چاہیئے
(۶) سنیاسی ان دان۔ زر نقد۔ ضرورت سے زیادہ نہ لیوے۔ نہ کپڑے ہی ضرورت سے زیادہ جمع کرے۔
(۷) ستکار۔ پوجا۔ لابھ سے سنیاسی کو گلانی چاہیئے۔ بہت آدر ستکار وغیرہ برتاؤ کئے جانے سے سنیاسی اپنی پرساتھ سے گر جاتا
(۸) موکش کیواسطے آتما کا گیان ہی ضروری ہے خواہ بستر وغیرہ نشانی کے ہوں نہ ہوں۔
(۹) جو گرہستی تکلیف میں ہو۔ عیالداری سے تنگ ہو۔ یا کوئی سرکاری عتاب میں مبتلا ہو۔ یا روگی ہو۔ یا موت ہونے سے رنج میں ہو تو اسکو ملاکر بھی نہ لے۔ بلکہ وہاں جاوے ہی نہیں۔
(۱۰) میٹھے پکوان۔ باریک و قیمتی کپڑے ملنے پر بھی نہ لیوے۔
(۱۱) جو سنیاسی سنیاس لیکر وشے بھوگ کرتا ہے۔ وہ نیچ ہے۔

ہے وہ تارک جسنے رغبت اور نفرت چھوڑ دی — ہے وہ سالک بیخودی میں جسکو آزادی ملی

عارفانِ پاک طینت بے گنا و باثبات — فیض پہنچاتے ہوئے دنیا کو پاتے ہیں نجات

اسم اعظم اوم کا جو ذکر کرتا ہے مدام — کوچ کر کے جسم سے پاتا ہے وہ اعلیٰ مقام

عارفوں کو جن کی وحدت پر نگہ قائم ہوئی — جلوۂ یک رنگ رنگا رنگیٔ عالم ہوئی

البتہ جو اپنی خود غرضی اور آرام کے واسطے سنیاس دھارن کرتا ہے وہ لاحاصل ہے نتیجہ اچھا نہیں۔

سری بھگوان نے گیتا میں فرمایا ہے

تارک الدنیا ہے جو آسایشِ تن کے لئے — ترک بالعوض سے کچھ حاصل نہیں ہوگا اُسے

جو اعلیٰ سنیاسی و برہم گیانی ہے اُسکے سامنے عورت اگر آ کھڑی ہو تو وہ کہے گا ماں۔ ماں۔ لچھمی۔ لچھمی۔ اور یہ کہتا ہوا اُسکے چرن چھو دیگا۔ سادھو سنیاسی میں کبر و غرور مطلق نہیں ہوتا۔ کبیر صاحب نے کیا اچھا کہا ہے۔

روڑا ہو رہ باٹ کا۔ تج آپا ابھمان — لوبھ۔ موہ۔ ترشنا۔ تجے تا ہے ملیں بھگوان

روڑا بھیا تو کیا بھیا پنچھی کو دکھ دے — سادھو ایسا چاہیئے جوں پٹری کی کھیہ

کہتا کبیر تن رات دن جاکے اودم یہہ — کہے کبیر تا سادھ کی ہم چرنن کی کھیہ

گانٹھی دام نہ باندھیے۔ نہیں ناری سے نہہ — کہے کبیر تا سادھ کی ہم چرنن کی کھیہ

جو شخص اِس آشرم میں پہنچتا ہے۔ اُسکو برہم کا بھنڈار کھل جاتا ہے۔ ہر کس و ناکس سے سوائے برہم کے دوسرا برتاؤ نہیں کرتا

ایک شاعر نے سنیاسی کی تعریف میں کیا ہی اچھا کہا ہے

اُنہیں پرواہ کسکی ہے جو دنیا چھوڑ بیٹھے ہیں — وہ سُکھ ہو یا کہ دُکھ دونوں سے رشتہ توڑ بیٹھے ہیں

غمی کو جو خوشی۔ اور موت کو جینا سمجھے — وہ زرداری کی دنیائے دنی کو کیا سمجھے

جو ہیں درویش وہ قدرت کی بلاؤں سے نہیں ڈرتے — جو ہیں عارف جفاکش اور جفاؤں سے نہیں ڈرتے

مصیبت کے مقابل میں وہ سینہ تان کے جاتے ہیں — وہ آدھی رات کو دریا کی چھاتی چیر جاتے ہیں

وہ عارف جو تمام دنیا کو اپنا آپ دیکھتا ہے۔ ہر فرد بشر کو اپنا سروپ سمجھتا ہے۔ وہ کس سے ناراض ہو۔ اُسکے لئے تو وکشیپ (اضطراب) کہاں۔ جب جیبھ اپنے دانتوں میں دب جاتی ہے تو دانتوں کے نکال ڈالنے کا اسکو خیال آیا

ایشا واسیہ اپنشد نمبر ۷۔ جس حالت میں تمام چیزیں گیانی کی آتما ہو گئیں تو ایسی وحدانیت کی نظر رکھنے والے کو کیا تو موہ یعنی غفلت اور کیا سوگ یعنی رنج و غم سے

سنیاسی بہشت و سرگ و بیکنٹھ وغیرہ کی پدوی پر لات مار دیتا ہے۔ سعدی کا مقولہ ہے ؎

آنکس کہ ترا توانگرت می نگرداند ... او مصلحت تو از تو بہتر داند

دیگر

گر بہ زر جعفری دارد ... مرد بے توشہ بر نگیرد گام

دیگر

بے زر نتواند کہ کند بر کس زور ... در زر داری بزور محتاج نہ

سادھو ہو کے لچھن۔ سادھ کہاوں کٹھن ہے جوں کھانڈے کی دھار ... ڈگ مگے تو گر پڑے۔ نشچل اُترے پار

کامنی دام نہ باندھیے نہیں ناری سوں نیہہ ... کہیں کبیر تا سادھ کی ہم چرنن کی کھیہ

الکھہ پرکاش کی آرسی سادھوں ہل کی دیہہ ... لکھا جو چاہیے الکھہ کو ان میں ہی لکھ لیہہ

سیکھ دیویں دکھہ کو ہرین کریں دورا پرادھ ... کہیں کبیر وہ کب ملیں پرم سنیہی سادھ

کوئی آوے بھاؤ سے کوئی آئے کو بھاؤ ... سادھ دواؤ کو پستے بھاؤ گنیں اَبھاؤ

جبکہ اہنکار یعنی "میں" انسان کے دل سے جاتی رہتی ہے اُس وقت سنیاسی کہلانے کا مستحق ہے اور سنیاسی کا مقولہ برہم پاتما سے اِس طرح ہے کہ جب ہم ہوتے تب تم ناہیں۔ اب تم ہو ہم ناہیں شیخ سعدی سنیاسی کیواسطے اِس طرح گویا ہیں

من آں مورم کہ در پایم بمالند ... نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند
کجا خود شکر این نعمت گزارم ... کہ زور مردم آزاری ندارم

بنان خشک قناعت کنیم و جامۂ دلق ... کہ رنج محنت خود بہ کہ بار منتِ خلق

سری بھگوان سنیاسی کی تعریف میں یوں فرماتے ہیں

گیتا ۵ ۱۸ ... فیل کتا گائے۔ چنڈال اور فاضل برہمن ... مختلف اجسام میں اِک نور جاں پر تو فگن

صائب سنیاسی کی نسبت ایسا فرماتے ہیں

دولتِ دنیا گوارا نیست بر روشن دلاں ... تاجِ زر تا ہست بر سر شمع را لرزاں بود

در دل بے آرزو راہِ غم و تشویش نیست ... در جہان بے نیازی ہیچکس درویش نیست

آشنائے حق شد آنکس کز جہاں بیگانہ شد ... ہر کہ زیں دریا بر آمد گوہر یکدانہ شد

ہر کہ بیروں رفت از عالم ز عالم شد خلاص ... ہر کہ بیروں رفت از عالم ز عالم شد خلاص

از تہِ دیوار آسانست بیروں آمدن ... دامن از دستِ گراں جانان کشیدن مشکل است

اگرچہ ہست بظاہر خراب درویشی ... ز وصل گنج بود کامیاب درویشی

سری بھگوان نے گیتا میں فرمایا ہے

۴ ۳۷ ... آتشِ عرفاں میں کل افعال جسکے جل گئے ... کاملوں کی معرفت دنیا میں حاصل ہے اُسے

پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے — اِس واسطے زباں پہ میری رام رام ہے
دسرتھ دس اندریوں کا مجموعہ لا کلام — اور جنم تیرا یاں ہوا بہر رفاہِ عام
ہے شہر تن کے راج میں اد لبس کشل تمام — ماں کا ہی نظر سے تو کوشلیا ہے نام
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے — اِس واسطے زباں پہ میرے رام رام ہے
رام کہنے کو فقط دو اکشروں کا نام ہے — کہاں لیکن گیان کی ہے وہ برہم کا گن گرام ہے

جن کے ہر شے شری رام بسے — رتن اور کو نام لیئو نہ لیئو رے
جن کے دوارے شری گنگ بسے — رتن کنوئیں کا نیر پیئو نہ پیئو رے
جن مات پتا گور سیوا کری — رتن تیرتھ برت کیئو نہ کیئو رے
جن سیو اہس کی سادھن کی — رتن یوگ اور دھیان کیئو نہ کیئو رے
جن بات کری پرمارتھ کی — رتن ہاتھ سے دان دیئو نہ دیئو رے
جن کے مکھ سے نکلی چغلی — رتن ہاتھ سے پاپ کیئو نہ کیئو رے
تلسی داس بچار کہیں — پکشی کو متر کیئو نہ کیئو رے

سنیاس آشرم کی کیوں بڑائی ہے؟

چونکہ یہ آشرم چوتھی اوستھا میں پہچانے کا حکم ہے اور پہلی تین منزل برہم چرج یعنی حصولِ تعلیم و گرہست یعنی خانہ داری و بان پرست جس میں ایشور بچار کیا جاتا ہے اور تجربہ دنیا سے حاصل ہو کر ناپائداری سنسار کی دل میں پختگی ہونے پر شاستروں میں فرمان ہے۔ اب اسکو باقی اگر رہا ہے تو یہ کہ میں کون ہوں اور برہم کیا ہے؟ اور میرا اُس سے کیا تعلق ہے؟ جو کمی وان پرست آشرم میں رہی ہے اُسکو پورا کر کے اپنی آتما میں مگن اور آنند ہو کر "اوم" کا سمرن کرنا اس کا کام ہوتا ہے۔ دنیا کی نیکی و بدی۔ و رنج و راحت و راگ و دویش۔ و سردی و گرمی سے اُسے کچھ تعلق نہیں رہتا ہے۔

سنیاس آشرم میں خود غرضی۔ غیبت۔ دروغگوئی۔ بغض و حسد۔ و کینہ و اہنکار وغیرہ وغیرہ اِس شخص سے نابود ہو جاتے ہیں۔ یاوجودیکہ وہ دولتمند نہیں ہوتا۔ مگر استغنا ہوتا ہے۔ بقولیکہ۔

دیگر

سات گانٹھ کوپین میں ساودھ نہ مانے سنگ — رام عمل ماتا پھرے گنے اندر کو رنگ
خشت زیر سر و بر تارکِ ہفت اختر پائے — دستِ قدرت نگر و منصبِ صاحب جاہے

نظم

تو وہ ہے رام جو کہ سما بھی ہے ماہی ہے
آنکھوں میں جس کا رنگ ہے دل میں جا بھی ہے
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

تیری جھلک کا ہے مہ و خورشید میں ظہور
تیری ڈھلک سے نور کا ہر شے میں ہے وفور
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

دُنیائے خارجی میں بھی جلوہ نما ہے تُو
قوت ہے مادہ ہے تن و جاں بنا ہے تو
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

تو ہی محیط ہو کے ہوا عالم کبیر
ہر چیز دیکھتا ہے تو ہے اِس لیے بصیر
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

ساری نمود عالم اکبر تجھ ہی سے ہے
یہ جلوہ گاہ تیری منور تجلی سے ہے
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

ہر شکل تیری شکل ہے ہر نام تیرا نام
نام و صور کے جلوے میں جا کو تیرے تمام
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

معشوق بن کے آپ مجھے اپنی چاہ ہے
منظور ناظر آپ ہے جو خود نگاہ ہے
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

تو ایشور ہے تجھ سے ہی قائم ہے کائنات
تو آدمی ہے تو ہی ہے ہر ایک ذی حیات

تو وہ ہے رام ارض بھی ہے اور سما بھی ہے
باہر بھی جس کا جلوہ ہے اندر رما بھی ہے
اِس واسطے زباں پہ مری رام رام ہے

تیری دمک چمک کا پڑا ہے جہاں میں نور
تیری چمک سے وہر میں ہے ذرہ ذرہ طور
اِس واسطے زباں پہ مری رام رام ہے

دنیائے دِلی میں بھی اندر چھپا ہے تُو
جس جا نظر گئی ہے وہیں رم رہا ہے تُو
اِس واسطے زباں پہ میری رام رام ہے

تو ہی بسیط بن کے بنا عالم صغیر
ہر شے سے باخبر ہے تو ہے اِس لئے خبیر
اِس واسطے زباں پہ مری رام رام ہے

اور ساری بود عالم اصغر تجلی سے ہے
چشم نظارہ بیں سے تو مظہر تجلی سے ہے
اِس واسطے زباں پہ مری رام رام ہے

جو جو مظہرات وہ تیرے ہی ہیں مقام
سب میں رما ہے اسلئے کہتے ہیں اسکو رام
اِس واسطے زباں پہ میری رام رام ہے

عاشق بنا ہے تیرے لئے لب پہ کو ہے
خود جلوہ گر ہے جلوہ ہے اور جلوہ گاہ ہے
اِس واسطے زباں پہ مری رام رام ہے

تو دیوتا ہے تجھ سے ہیں ہر پرستش حیات
تو ذات ہے تجھ ہی عالم میں ہے ثبات

دیگر

غافل از احتیاط نفس یک نفس مباش — شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود

دیگر

یہاں تو وہاں تو عیاں تو نہاں تو — جگہ کون سی ہے نہیں ہے جہاں تو
نہیں دیکھی تجھ کو آنکھیں ہیں ورنہ — جہاں ہے نہاں تو وہاں ہے عیاں تو
پتہ مجھکو ملتا ہے منزل بمنزل — نہیں جادۂ عشق میں ہے نہاں تو
جدا گو رہوں پھر بھی کیا تجھ سے نسبت — کہاں تو کہاں میں کہاں میں کہاں تو
جدا ہو گیا۔ ورنہ کیسی جدائی — جہاں تو وہاں میں جہاں میں وہاں تو
تغافل سے کچھ اور مطلب نہیں ہے — کہ خود کر رہا ہے میرا امتحاں تو
مرے عشق کا لطف ملتا کہاں پر — جو مجھکو عدم سے نہ لاتا یہاں تو
وہ طالب ہی ہوتا نہ مطلوب ہوتا — اگر اپنے جلوے کو رکھتا نہاں تو
کھلائے ہوئے ہیں یہ سب پھول تیرے — جہاں باغ ہے اور ہے باغباں تو
یہی آرزو اور حسرت ہے دلکی — رہے ذوق پر ہر گھڑی مہرباں تو

بیت

چارکوٹ چودہ بھون سرب بیاپک رام — نانک اون نہ دیکھئے پورن تاکے کام

ابیات

اب رام رام کر میت آتما رام ملو پیارے — پورب لعبپ تپ پنوں کے اودے ہوئے پیارے
سوامی کرشنا چاریہ سرستی گورو شنکر دوارے — اب رام رام کر میت پیارے۔ رام ملو پیارے
برہم منتر کو بھی جپا رے سوا پنچ بہوے جہارے — آج الکھ سکھ روپ لکھا یو بھرم مٹے سارے
مرگ ترشنا سے جگت لکھو ہے شوک موہ مارے — جنم مرن کو دوکھ کتھو ہے نہیں مرے مارے
وشئین کے سکھ جان لئے جو سکٹے نیارے نیارے — بھرم سے میٹھے لگتے تھے اب جان لئے کھارے
کام۔ کرودھ۔ مدہ۔ لوبھ۔ دکھ دائی سارے — کرپا کرست گورو نے سب تھوستھے کرڈارے
راگ۔ دویش اور اہنکار کو دل میں سنگھارے — اچل اٹل نرلیپ آتما جان کلیس ٹارے
مکت آنند گورو شنکر نے ڈنکا دے تارے — اب رام رام کر میت آتما۔ رام ملو پیارے

نظم

تو ہے ہر ایک چیز کے اندر چھپا ہوا — تو ہے ہر ایک چیز کے باہر کھڑا ہوا
جلوہ ہے تیرا میری نظر میں بسا ہوا — اور روم روم میں ہے مرے تو بسا ہوا
پیارا تو جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے — اسواسطے زباں پہ مری رام رام ہے

دنیا ہے مایا جال یہ اور جان کا جنجال یہ — ہونا ہے گر اس سے رہا۔ سری رام کہہ سری رام کہہ
مایا میں تو بھیدیہ نہیں دلدل ہے وہ جسمیں نہیں — ہاں اس سے بچکر چل ذرا سری رام کہہ سری رام کہہ
رہ رہ کے تو پچھتائے گا جس دن یہاں سے جائیگا — بس نام ہی کام آئے گا سری رام کہہ سری رام کہہ
وہ ہی یہاں جس کر گیا سنسار ساگر تر گیا — جسنے عمل اسپر کیا سری رام کہہ سری رام کہہ
ہے نام زینہ دھیان کا اور بام عالی گیان کا — لے تو اسی کا آسرا۔ سری رام کہہ سری رام کہہ
بلبل چمن میں نغمہ خوان گلشن میں قمری تر زباں — چاروں طرف سے ہے صدا سری رام کہہ سری رام کہہ
وہ رام جو سب میں رہا۔ وہ رام جو ما اور شما — تو بھی وہی ہو جائیگا۔ سری رام کہہ سری رام کہہ
وہ ذات لامحدود ہے معبود اور مقصود ہے — رٹ نام تو پھل پائیگا۔ سری رام کہہ سری رام کہہ
جو نام میں لولین ہیں وہ رام کے آدھین ہیں — خود رام ہیں آدھین کیا۔ سری رام کہہ۔ سری رام کہہ
گر تجکو اس جگتی کا ہے رستہ یہی مکتی کا ہے — تو ہمزباں ہوکر میرا سری رام کہہ سری رام کہہ
اے مکت کہتا مان تو رکھ دل میں اپنے دھیان تو — لے نام کا ہی اسرا۔ سری رام کہہ سری رام کہہ

دیگر

رام کہنے کا مزا جس کی زباں پر آگیا — جیون مکت ہوکر کے وہ چاروں پدارتھ پا گیا
اس نام کی سمرن سکے پہلاد نے لوٹے مزے — نرسنگھ ہو درشن دیا۔ ہرن کشب بدہ کیا
پرتیت سے بھیلنی نے بیر میٹھے چاکھ کر — رکھے تھے وہاں پر آن کر سری رام جی نے کھا لئے
کلکال میں تھوڑی ہی بھگتی سے ملیں مدھ جڑے — نرسی کی ہنڈی آدوار کا ۔۔۔ شکھر اگیا
چارہی ہے کیرتی سنسار میں سری رام کی — جھوٹا گڈھ میں آن کر برسا سنہری کر گیا
مکت آنند کی یہ بھاؤ تا شن لے یہی ہے کامنا — سنسار سے جلدی چھوڑا آخر نہ ہو پھر جامنا

بھجن

رام بھجا ہو وے جیتا جگ میں رام بھجا ہو لے جیتا رے۔

ہاتھ سمرنی۔ بغل کترنی پڑھے بھاگوت گیتا رے — ہر دو انشٹ کیا نہیں مورکھ کہت سنت دن بیتا رے
آن دیوکی پوجا کینی۔ برسوں رہا بھاکا رے — دہن جوبن تیرا یوں ہی جائیگا۔ انت سے چلا ریتا رے
باہر یا نے باوری بودھی پھند جال سب کیتا رے — کہت کبیر کال یوں کہائے جیسے مگ او چیتا رے

اور بھجن میں آلس ہی نکرنا چاہیئے بلکہ ہر دم کے ساتھ بھجن میں محو رہے۔ دوہرا

سوانس سوانس پر نام جپ برتھا سوانس مت کہو — کیا جانوں جو انت کا یہی سوانس مت ہو

جو ذات تمام اشیا میں رم رہی ہے۔ سو رام ہے۔ ایسا کوئی مکان و زمان یا شئے نہیں جو رام سے خالی ہو۔ کال میں کال دیس میں دیس جل میں سردی۔ چاند میں روشنی۔ سورج میں پرکاش۔ روپ رام ہے۔ زمین میں قائم ہو کر جو انواع اشجار کی روئیدگی بڑھاتا ہے اور طاقت دیتا ہے وہ رام ہے۔ زور آوروں میں زور۔ خوبصورت میں خوبی۔ گیان میں گیان اور اگیان میں اگیان۔ غرضیکہ سب رام روپ ہیں۔ اس طرح سمجھنا۔ اور یقین کرنا اور دیکھنا۔ اپدیش کرنا۔ رام کا بھجن کہلاتا ہے۔ رام کا لفظ اور رام کے معنی میں ہزارہا کوس کا فاصلہ ہے۔ جو رام سب میں رم رہا ہے سو رام میرا آتما ہے گوسائیں تلسی داس جی کا بچن ہے

جڑ چیتن جگ جیو جو سکل رام میں جان بندوں سب کے پدکمل سدا جور جگ پان

آکر چار لکھ چوراسی۔ جات جیو نبھ جل تھل باسی سیا رام میں سب جگ جانی۔ کروں پرنام جوڑ جگ پانی

جے سمرت نت رام دھنی دھن ہیت تنے نہ سوچ کرائیں رام کو نام مہا دھن ہے ہر نام دھنی دھن وان کہائیں

رام دھنی اور شیام دھنی اور نام دھنی جیتے جگ جائیں یہ دھن مول بکے تو کہہ تنہیں سکھ دو گہہ ستا دت ناہیں

ابیات

جو تو ہے سو میں ہوں جو میں ہوں سو تو ہے نہ کچھ آرزو ہے نہ کچھ جستجو ہے

بسا رام مجھ میں اور میں رام میں ہوں نہ اک ہے نہ دو ہے سدا تو ہی تو ہے

اٹھا جبکہ مایا کا پردہ یہ سارا کیا غم خوشی نے بھی مجھ سے کنارہ

زباں کو نہ طاقت نہ من کو رسائی ملی مجھ کو اب اپنے میں بادشاہی

سری رام نام مہما

خاموش یوں بیٹھا ہے کیا سری رام کہہ سری رام کہہ بن بلبل شیریں نوا سری رام کہہ سری رام کہہ

ہو جلنے من تیرا ہرا۔ تو رس تو اس کا لے ذرا ہے نام میں امرت بھرا۔ سری رام کہہ سری رام کہہ

کانوں میں رس ہو نام کا اور دھیان دل میں رام کا لب ہوں سعادت انتما۔ سری رام کہہ سری رام کہہ

کلپتر رام یہ منتر ہے۔ ہر کامنا کا جنتر ہے جو چاہے وہ مل جائے گا سری رام کہہ سری رام کہہ

دنیا میں تیرے کام ہو عقبےٰ میں نیک انجام ہو دونوں جہان میں ہو بھلا سری رام کہہ سری رام کہہ

دنیا کی اس میں منفعت عقبیٰ میں اس سے مغفرت ہاں روز و شب صبح و مسا سری رام کہہ سری رام کہہ

ہر ایک مذہب نے جداگانہ قوانین مذاہب کی کتب انجیل قرآن وغیرہ بنائی ہیں ویدوں میں کیا فضیلت

جواب - دیگر مذاہب میں پروکش گیان کی تعلیم ہے یعنی یہ کہ خدا ہے بھگوان ہے۔ پرمیشور ہے مگر کوئی یہ نشان نہیں بتاتا کہ کہاں ہے؟ گو ہر ایک مذاہب اسکی تعریف میں رطب اللسان ہیں مگر اپروکش گیان کی تعلیم نہیں پائی جاتی۔

ویدوں نے اسکو صاف کر دیا ہے یعنی اپروکش گیان کی تعلیم دی ہے کہ وہ برہم "میں ہی ہوں" اپروکش گیان سے ساری اودیا جال کا ناش ہوتا ہے۔ اس حجاب کو کہ برہم نہیں ہے یہ اپروکش گیان دور کرتا ہے کہ برہم ہے کیونکہ ستیہ گیان اور اننت برہم ہے کا نام اپروکش گیان ہے۔ اور یہ اس قسم کی پرتیتی کا متضاد ہے کہ برہم نہیں ہے "میں برہم ہوں اپروکش گیان ہے" یہ اگیان کے تمام پھیلاؤ کا متضاد ہے یعنے یہ اگیان کہ میں برہم کو نہیں جانتا۔ حجاب یا آورن کو نہ تو برہم ہے اور نہ مجھے اس کا گیان ہوتا ہے۔ کہ یہ وہم کہ میں برہم نہیں ہوں بلکہ پن پاپ کا کرتا اور سکھ دکھ کا بھوگتا ہوں۔ سب اودیا جال یا اگیان کا پھیلاؤ ہے۔ اس کا ناش "اہم برہم" کے اپروکش گیان سے ہوتا ہے۔

معترض - واہ صاحب خوب تعلیم دی۔ آپنے تو اپنے آپ کو ہی پرمیشور یا خدا وغیرہ مان لیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ جسم فانی ناش مان ہے۔ اِسکو جلا دیا جائیگا یا بہا یا جائیگا یا گاڑا جائیگا۔ یہ برہم نہیں ہو سکتا۔

میرے پیارے طالب آپکی عقل پر افسوس ہے کہ آپنے جسم کو برہم یعنی خدا۔ مان لیا ہے۔ ہمارا منشا نہ اس جسم سے ہے نہ پانچوں گیان اندریان۔ اور پانچوں کرم اندریاں۔ اور تینوں حالتوں کی بیداری۔ خواب سشپتی۔ نہ پانچوں کوسوں سے ہے نہ چار انتہ کرن سے ہے بلکہ ہمارا مطلب اُس طاقت سے ہے جسکی رُو سے یہ جسم قائم ہے جو اس جسم کے اندر ہماری غذا کو ہضم کرتی ہے۔ جو ہمارے اعضاء کو حرکت دیتا ہے۔ جو ہمارے حالت خواب میں حفاظت کرتا ہے۔ جو طاقت ہمیں روزی بہم پہنچاتی ہے۔ جس طاقت سے نشو و نما ظہور میں آتا ہے۔ جس طاقت کے نہ ہونے سے انسان مردہ کہلاتا ہے۔ وہ طاقت جسم میں ویشٹی کہلاتی ہے۔ اور تمام سنسار میں اسے سمشٹی کہتے ہیں۔ جو ہر حالت و ہر وقت و ہر مقام پر بدستور قائم ہے نہ کمی ہے نہ بیشی۔ نہ اوپر ہے نہ نیچے ہے بلکہ سرو ویاپک ستانند سے ہے۔

رام رام بھجنے سے نجات ہو سکتی ہے یا نہیں؟

رام رام طوطے کی طرح رٹنے سے نجات نہیں ہو سکتی ہے۔ جبتک کہ رام کے معنی و مطلب کو نہ سمجھا جائے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ سری رامچندر جی نے بھی اسی گیان کو سمجھ کر نجات حاصل کی تھی۔ رام کے معنے ہیں وہ ایک یعنی سچا کل عالم۔

وتشریح میں تحریر کئے تھے۔

(۱) نیائے شاستر کا مصنف گوتم رشی تھے۔ اِس میں مایا۔ ایشور۔ جیو تین وجود مانے ہیں اور اناوی ثابت کیا ہے
(۲) ویشے شک۔ کناد رشی کی تصنیف ہے۔ اِس میں کال یعنی وقت کا سب پر غلبہ ثابت کیا ہے یعنی سارا
عالم کال سے ظہور پاتا ہے اور کال میں فنا ہو جاتا ہے۔
(۳) پاتنجل شاستر کپل منی کی تصنیف ہے۔ انہوں نے پرش کو پرکرتی سے علیحدہ مانا ہے۔ ذات پورش
بے لوث ہوا اور پرکرتی سے عالم کا نمود تسلیم کیا ہے۔ پورش کو شخص اور پرکرتی کو اس کا سایہ ثابت کیا ہے
(۴) میمانسا یہ دو ہیں۔ اُترا اور پورب۔ جو کہ مہامنی بے منی کا کلام ہے۔
(ا) اُتر میمانسا۔ شری وید ویاس جی کی تصنیف ہے۔ اور اس میں کرم یعنی فعل سے عالم کا ظہور مانا گیا ہے۔
(ب) پورب میمانسا۔ ویدانت کے اصول کے موافق کرم کا وجود پرکرتی یعنے قدرت سے بتاتا ہے۔ ویدانت اعلیٰ
درجہ کا فلسفہ سری وید ویاس جی رشی کا کلام ہے اس میں توحید خالص ہے
برہم سوتر میں ویدانت کے اصول بدلائل ثابت کئے گئے ہیں۔
گو چاروں ویدانت فلسفہ مختلف ثبوت ذات نامتناہی کے دیتے ہیں۔ مگر سب کا اسکی ہستی بحث اور وحدت پر
اتفاق ہے۔ گو نیائے اور میمانسا میں جزوی فرق ہے لیکن ضمیر دونوں کی ایک ہی ہے۔
ویدانت کے لغوی معنی ہیں علم کی انتہا یعنی وہ فلسفہ جس میں اعلیٰ تحقیقات ختم ہوا اور محویت شروع ہو۔
ویدانت واجب الوجود کو اول و آخر ظاہر و باطن ثابت کرتا ہے۔
اُپنشد کے معنے اسرار خفی کے ہیں۔ ویدوں کے علمی رموز یعنی توحید و عرفان۔ حکایتوں کے پیرایہ میں ظاہر کئے گئے ہیں

ویدانت کا اصل اصول کیا ہے؟

ویدانت کا اصول یہ ہے کہ ایک گیان سروپ آتما ہست ہے اور سب اناتما۔ یعنی کل کائنات ہستی سے عاری ہے۔
لیکن چونکہ کل کائنات کا احساس ہر شخص کے تجربہ میں آتا ہے اسی ایک گیان سروپ آتما سے یہ مستخرج ہونے چاہئیں۔
اسی استخراج کے سمجھانے کے واسطے آچاریوں نے مختلف طریقے اختیار کئے ہیں جنکی علت غائی یہ ہے کہ جس طرح ہو سکے
کائنات کی بودھودی طالب کے ذہن نشین کر دی جائے۔ کیونکہ کائنات کا وجود واقعی نہیں ہے۔
گیان سروپ آتما میں محض بودھودی رکھتی ہے اِس سے زیادہ اسکی وقعت نہیں۔ لیکن چونکہ کثرت ہی کو سمیٹ کر وحدت
وجود پہنچتا ہے اِس لئے ایک آتما سے عالم کثرت کا استخراج ایک منطقی ضرورت ہے جس کا پورا کرنا شاستر کا فرض ہے۔

ناستک یعنی خدا کا نہ ماننے والا جانتا ہے۔ کوئی اُسے مالک اور حاکم۔ کوئی باپ یا ماں جانتا ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ وہ ایک اور ہی چیز ہے۔ وہ ماں۔ باپ۔ حاکم و مالک نہیں ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ ایک حالت ہے کوئی اُسکو قانون بتاتا ہے کوئی رستہ۔ کوئی آواز کہتا ہے۔ تو کوئی روشنی ظاہر کرتا ہے۔ کسی کا خیال ہے کہ نہ خدا ہے نہ رام ہے۔ کھاؤ پیو مزے اڑاؤ۔ یہی دنیا کا نیم ہے۔ اِس سب جھگڑے کو رفع کر کے پھر اُن کا سبق اِس طرح حاصل کرتے ہیں کہ جاننے والا نہ جاننے والے کی ہاں میں ہاں ملا کر۔ اور نہ جاننے والا جاننے والے کی ہاں میں ہاں ملا کر کہہ دیتے ہیں کہ اُس کا بھید وہی جانتا ہے۔ وہ تو یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔ جیسا ویدانت میں کہا ہے "نیتی نیتی" غرضکہ اِس سے یہ امر ظاہر ہوا کہ آخر کار سب ویدانت کی طرف آتے ہیں۔ اور یہاں آکر تسکین و تشفی و تسلی حاصل کرتے ہیں۔

وید چار ہیں

(۱) رگوید ہے اِس کا پرگیانم آنند برہم مہاواک ہے اور اُصول اذکار کی سادھنا ہے۔

(۲) یجروید۔ اس کا "اہم برہم آسمی" مہاواک ہے۔ اِس میں اذکار کے عملی طریقوں کا بیان ہے۔

(۳) سام وید۔ اس کا "تت توم اسی" مہاواک ہے۔ اس میں اشٹانگ یوگ اور عشق کی طریقت کا بیان ہے اور علم موسیقی داخل عبادت ہوا ہے۔

(۴) اتھروَن وید۔ اس کا "ایم آتما برہم" مہاواک ہے۔ اِس میں توحید و عرفان کا بیان ہے۔

یہ چاروں وید رشیوں یعنی عارفوں کے کلمات ہیں جو گذشتہ زمان میں گذرے ہیں۔

ابتدائے زمانے میں یہ علم سینہ بسینہ منتقل ہوتا تھا۔ مگر جب شرتیاں زیادہ ہوگئیں اور حافظہ میں رکھنا مشکل ہو گیا تب وہ وقتاً فوقتاً مکتوب ہو کر چار وید موسوم ہوئے۔

شرتی وہ کلام ہے جو حالت اشراق میں عارفوں کی زبان سے نکلا ہے۔

وید انادی ہیں اور اپنشد وید کے علم اُلوہیت کا انتخاب ہے۔

سمرتی کے معنے حافظہ ہیں۔

شرتی کی شہادت صرف بطون میں مل سکتی ہے۔

سمرتی کی شہادت حواس سے مل سکتی ہے۔

سمرتی میں چھ شاستر یعنی فلسفہ۔ پران۔ اور اُپ پران وغیرہ شامل ہیں جو کہ وقتاً فوقتاً عالموں نے وید کی تفسیر

منتر۵۔ اے عزیز جس طرح ایک سونے کی اینٹ سے سونے کے تمام کاریہ جانے جاتے ہیں۔ تبدیلی محض نام کی ہوتی ہے۔ جو صرف کہنے پر مبنی ہے۔ سونا ہی ستیہ ہے۔

منتر۶۔ اے عزیز جس طرح ایک لوہے کے ٹکڑے سے۔ لوہے کے تمام کاریہ جانے جاتے ہیں تبدیلی محض نام ہی ہوتی ہے جو صرف کہنے پر مبنی ہے۔ لوہا ہی ستیہ ہے۔ اِسی طرح کی وہ تعلیم ہے۔

منتر۷۔ سویت کیتو نے کہا کہ میرے گرو یہ علم نہیں جانتے تھے۔ جانتے تو بھلا مجھے کیوں نہ بتاتے۔ آپ ہی مجھے بتائیں

اِس سے ایک نتیجہ یہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ صرف تعلیم حاصل کرنے سے عالم و عامل نہیں ہوتا۔ گیانی پُرشوں سے ہی عامل ہوا کرتا ہے۔ ع "چارپاے بر وکتاب چند۔ نہ محقق بود نہ دانشمند"

برہدارنیک اپنشد۔ جو برہم گیان چاہتا ہے وہ مال و زر کی خواہش نہیں کرتا۔ بلکہ برہم گیان کی چاہنا کرتا ہے۔

ادھیائے ۴ منتر ۳۔ جس وقت یاگیہ ولکیہ نے اپنی استری منتری سے یہ کہا کہ اب میں چوتھے آشرم میں جانا چاہتا ہوں۔ آ تیرا اور اس (کاتیاینی)، دوسری عورت سے حساب کر دوں۔ اسپر منتری چونکہ گیان وان تھی اُسنے جواب دیا کہ جس شے سے میں امر نہیں ہو سکتی اسکو لیکر مجھے کیا کرنا ہے۔ جو آپ جانتے ہیں وہی مجھے بھی بتائیں دنیا مجھے درکار نہیں کیونکہ میرا دل دنیا کے زر و مال سے بیزار ہے۔ یارب ویدانت کی عظمت اسقدر ہے کہ کسی سے بیان نہیں ہو سکتی۔ بقول لیکہ ع ہر مو کی جگہ لاکھ اگر میری زبان ہو۔ تو بھی نہ ویدانت کی عظمت کا بیان ہو۔

معترض۔ ویدانت تو آدمی کو مردہ و آلسی بناتی ہے کہ کوئی اگر کچھ کہے تو سر نہ ہلائے صبر کیا پڑا رہے۔ ایسے ویدانت سے یعنے علم اخلاق سے تو زہر کھا لینا بہتر ہے۔

جواب۔ اگر ویدانت سنکھیا کھلاتا ہے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اِس سنکھئے میں وہ تاثیر ہے کہ پاپ روپی جذام دور ہوتا ہے۔ آدمی مُردہ نہیں ہوتا۔ بلکہ شیو وشنکر نیل کنٹھ شرن جاتا ہے۔ یہ وہ ہستی ہے جسپر دنیا کی ہستی قربان ہے۔ اگر کسی کو ویدانت جڑتا اور آلسی معلوم ہوتا ہے تو اسکی وہ مثال ہے کہ جنہیں کہیں (دفوز۔ نور و سرور) اول ویدانت کو اُسکی آنکھ دیکھنے والی ہی نہیں۔ یعنے وہ اندھیرے دیکھنے والی آنکھ چمکدار ہیں۔ نہ کہ آفتاب جہاں تاب کے دیکھنے کی۔

وفورِ جلوہ ہم یکسر حجاب جلوہ ہست اینجا   نقابے نیست دریا را مگر طوفان عریانی

رام۔ رحیم۔ پرماتما۔ اللہ۔ گاڈ کی نسبت دنیا کے جدا جدا خیال اور الگ الگ رائیں ہیں۔ ایک کا قول دوسرے سے نہیں ملتا۔ کوئی آستک یعنے پرماتما کو ماننے والا کہتا ہے۔ اور جس کا خیال اُس سے نہیں ملتا۔ اُسے

لوک کی ہوس ہے کیونکہ تینوں ہوس ہی ہیں۔ اس واسطے برہمن کو چاہیئے کہ عالم بنکر برہم ودیا کے بل میں قیام کرے بل اور علم پیدا کرکے منی بنکر رہے۔

نہ غم دنیا کا ہے اسکو نہ دنیا سے کنارہ ہے　　نہ لینا ہے۔ نہ دینا ہے۔ نہ حیلہ ہے نہ چارہ ہے
نہ اپنے سے محبت ہے۔ نہ نفرت غیر سے اسکو　　سبھوں کو ذاتِ حق دیکھے ہے اس کا گذارا ہے
نہ شاہی میں وہ شاداں ہو گدائی میں نہ غم اسکو　　جو بن آوے سوئی اچھا ہے اس کا گذارا ہے
کفر اسلام سے فارغ نہ ملت سے غرض اسکو　　نہ ہندو۔ گبر و مسلم ہے۔ سبھوں سے پنتھ نیارا ہے

ویدانت سورگ (بہشت) کی حور (اپسرا) پر آنکھ نہ ڈالنا۔ بلکہ اندر۔ برہما۔ آدک کے عالی رتبوں پر لات مار دینے کی ہدایت کرتا ہے۔ چہ جائیکہ اس دنیا کی ناپائداری و چند روزہ اشیا کے لالچ میں مارے مارے پھرنا اور خاک اڑانا۔

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا　　سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

ویدانت میں یہ بات نہیں ہے کہ جس طرح عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ میرا جسم ہے یا میری وستو ہے ٹھیک اسی زور کے ساتھ عارف (گیان وان) تمام موجودات کو "میرا" کہتا ہے۔

جیسے موتی کی لڑی میں تار ہے اک درمیاں　　سارے عالم میں ہوں ساری اس طرح اور ہوں نہاں

ایشاواسیہ اپنشد منتر ۶۔ جو گیانی تمام جیو جڑ چیزوں کو اپنے میں دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو سب میں وہ کسی سے نفرت نہیں کرتا۔

ویدانت ہی یہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ ایک کے جاننے سے سب جانے جاتے ہیں۔

چھاندوگیہ اپنشد ادھیائے ۶ کھنڈ ۱ منتر

منتر ۲۔ جبکہ شویت کیتو تعلیم پا کر یعنی تمام وید پڑھ کر عالی طبع اپنے آپ کو عالم ماننے والا۔ اور مغرور ہو کر واپس آیا تو اسکے باپ ارن رشی نے اس سے کہا کہ اے عزیز شویت کیتو تو جو ایسا عالی طبع اپنے آپ کو عالم ماننے والا اور مغرور ہے۔ کیا تو نے وہ تعلیم پائی۔

منتر ۳۔ جس سے بے سنا ہوا سنا ہوا۔ بے سوچا ہوا۔ سوچا ہوا۔ اور بے جانا ہوا۔ جانا ہوا۔ ہو جاتا ہے۔ شویت کیتو نے پوچھا کہ مہاراج یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

منتر ۴۔ رشی نے جواب دیا کہ اے عزیز جس طرح ایک مٹی کے ڈھیلے سے مٹی کے تمام کاریہ جانے جاتے ہیں۔ تبدیلی محض نام کی ہوتی ہے۔ جو صرف کہنے پر مبنی ہے۔ مٹی ہی ستیہ ہے۔

مسلمان کہتے ہیں (کُنْ فَیَکُوْن) خدا نے حکم دیا تھا دنیا ہو جائے اور (وہ ہو گئی) اِس طرح کہنے یا حکم دینے سے دنیا کو رچایا۔ اِس بات کا یہی ثبوت ہے کہ کہنے یا حکم دینے والا گیان سروپ ہے۔ اور اسکے حکم کے ساتھ ہی گیان میں دُنیا اِس طرح جلوہ گر ہو گئی جیسے خواب بین کی نظر کے سامنے خواب کا نقشہ آ گیا۔ یہاں اِس مسئلہ سے بھی ویدانت کی عظمت ثابت ہے۔

ویدانت دیگر مذاہب سے وہی اُنس رکھتا ہے جو کہ خاص ویدانتیوں سے رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ سب کو اپنا آتما سمجھتا ہے غیریت جہاں ہوئے وہاں اور کو اور دیکھے۔ اور کو اور سُنے۔ اور کو اور سوچے۔ اور کو اور جانے۔ اور کو اور سمجھے۔ اور کو اور خیال کرے۔ جہاں دیکھی ہی سب آتما ہووے۔ بقولیکہ چوں ناظر و منظور توئی غیر تو کس نیست ❊ پس از چہ سبب گشت پدید این غوغا

اِک نقطہ کا جو پھیر پڑا۔ تب غین ۔ عین کا نام دھرا
جب نقطہ موہومہ دُور کیا۔ تب یہ غین بھی عین کہایا

ویدانت کہتا ہے کہ جس جن نے اپنی خواہشوں کو یوں سمیٹ لیا ہے جیسے سمندر اپنی ندیوں کو اپنے بیچ میں داخل کرتا ہے وہی شانتی (آنند) کو حاصل کرتا ہے دوسرا نہیں غصہ و غم کو مغلوب کرنا اُسی کا کام ہے جسکی یہ نگاہ ہے ؎

چیست دنیا تا بہ آن آلودہ کردن دستِ خویش
بر سرِ خوانِ سلیماں کاسہ لیسیدن چراست

ویدانت کا معراج سنیاس ہے۔ اور اس میں بڑائی کا معیار تیاگ ہے۔ بڑائی کے واسطے روپیہ پیسہ کسقدر ہے دیکھنا درست نہیں ہے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کا استغنا کتنا ہے۔ ؎

خشت زیرِ سر و بر تارکِ ہفت اختر پائے
دستِ قدرت نگر و منصبِ صاحب جاہے

یہیں سے کمال پیدا ہوتا ہے۔ سب کا آتما اپنا آپ کس طرح ہے۔ سُنو! برہدارنیک اپنشد تیسرا ادھیا چوتھا برہمن فقرہ[1]۔ "یاگیہ ولکھ نے جواب دیا جو پران سے سانس باہر نکالتا ہے وہ تیرا آتما سب کے اندر ہے۔ جو اپان سے سانس اندر کھینچتا ہے وہ تیرا آتما سب کے اندر ہے۔ جو ویان سے کل جسم تین دھارین پہنچاتا ہے وہ تیرا آتما سب کے اندر ہے۔ اور زیادہ وضاحت سے سمجھنے کیواسطے منتر ۲ میں تحریر ہے۔ جو اودان سے پران کی دھاروں کو اوپر چڑھاتا ہے وہ تیرا آتما سب کے اندر ہے۔ "وہ کون سا آتما سب کے اندر ہے"۔ اِس کا جواب یاگیہ ولکھ نے پھر اِس طرح دیا ہے کہ تو بینائی کے دیکھنے والے کو نہیں دیکھ سکتا۔ سماعت کے سُننے والے کو نہیں سُن سکتا۔ عقل کے سوچنے والے کو نہیں سوچ سکتا۔ جاننے والے کو نہیں جان سکتا۔ یہی تیرا آتما سب کے اندر ہے۔ آتما کی اور تعریف پانچویں برہمن منترا۔ اِس طرح کی ہے کہ جو بھوک۔ پیاس۔ سوک۔ موہ۔ ضعیفی۔ اور موت سے پرے ہے۔ عقلاً اِسی آتما کو جانکر برہمن لوگ بیٹے کی ہوس۔ دولت کی ہوس۔ اور لوک کی ہوس۔ ترک کر کے بھیک مانگتے پھرا کرتے ہیں۔ جو بیٹے کی ہوس ہے وہی دولت کی ہوس ہے وہی

وہ تم ہو جو مایا سے کوئی بری ہے — سدا آنند کے سر پر جو استوری ہے
یہی بہتری ہے یہی برتری ہے — منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے
وہ تم ہو جو چھوتا ہے مایا سے کوئی — جنت فکر میں مگر کیوں تم نے کھوئی
یہ ہے سر مخفی کرو راز جوئی — منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے
کرم میں نہ تم دل کو ہرگز لگانا — بہشت بریں کا ہے جھوٹا فسانہ
نہ آنا تمہیں ہے کہیں اور نہ جانا — منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے

ویدانت ہدایت کرتا ہے کہ ستوگن میں مقیم رہو۔ یعنی دل کا ہروقت بشاشت اور شانتی کے نور سے معمور رہنا۔ رنج غصہ۔ تعصب۔ سے بھرا ہوا دل حق کا خط ہرگز نہیں اٹھا سکتا ہے

اور بچشم پاک تواں دید چوں ہلال — بر دیدہ جلوہ گاہ آں ماہ پارہ نیست

ایسا ورسد انپشد میں آیا ہے۔

جانیو اپنا پاپ۔ جب شوک موہ ہے ناش — دھند اندھیر انس گئے کینو روے پرکاش

جو شخص رجوگن (شہوت) تموگن (غضب) کو آہستہ آہستہ کم کریگا۔ اسکو برہم بھاؤ حاصل ہونا آسان ہو جائیگا۔ جیسا کہ مانڈوک انپشد میں آیا ہے (یقیناً یہ سب کچھ برہم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جیسے میلے کپڑے پر رنگ نہیں چڑھتا۔ یا کہ گیلی لکڑی کو لاکھ جتن کرنے پر بھی آگ نہیں لگتی۔ ویسے ہی جو شخص وویک۔ ویراگ۔ سم۔ دم وغیرہ سادھن پن نہ ہوا اسکو آتم گیان کا رنگ چڑھنا مشکل ہے۔

رفتم بہ طبیب و گفتم از درد نہاں — گفتا کہ زغیر دوست بربند زباں
گفتم کہ غذا گفت ہمیں خون جگر — گفتم پرہیز گفت از ہر دو جہاں۔

عامل ویدانت کے نسبت مانڈوکیہ انپشد میں آیا ہے۔

وہ کہ جو پرش اس حقیقت کو سمجھتا ہے وہ بلاشبہ سب مرادوں کو پا لیتا ہے اور سب سے اول ہو جاتا ہے۔

سوتیاسوترا نپشد میں آیا ہے۔

"جب ویدانتی نے نور علی نور کو جان لیا۔ تو زنجیر سب ٹوٹ گئی دکھ دور ہو گئے اور مرنے جینے سے خلاصی ملی۔

ویدانت کہتا ہے کہ پہلے آتما ایک تھا اس نے سوچا کہ میں بہت ہو جاؤں اور وہ ہو گیا (عیسائی کہتے ہیں کہ خدا نے کہا روشنی ہو جائے اور روشنی ہو گئی)

ایسا جاننے والا اگر اپنا جھوٹا چنڈال کو بھی دے تو بھی وہ اُس کے آتما و بشوا نر میں ہی ہوم ہوگا۔

اسمیدھ یگ ایک بہت اعلیٰ مشہور یگیہ ہے اور بہت صرف کثیر سے عمل میں آتا ہے۔ معمولی آدمی کیا اچھے اچھے سیٹھ ساہوکار کا بوتا بھی نہیں ہے کہ وہ اس یگیہ کو کر سکیں۔ بڑے بڑے راجہ مہاراجوں کا ہی یہ کام ہے کہ وہ سرانجام پہنچا سکیں اور اس کا نتیجہ سورگ و برہم لوک کی حصولی مانا ہوا ہے۔

مگر ہمارا ویدانت اسکے واسطے بھی ایسا آسان طریقہ بتاتا ہے کہ ایک غریب سے غریب اور کنگال سے کنگال بھی کر سکے بشرطیکہ وہ تمام ترکیب سے واقف ہو کہ جس جس طریق اور قاعدہ سے یہ یگ کیا جاتا ہے۔ برہدارنیک اپنشد میں ہدایت ہے کہ یہ یگیہ انک یا خیالی بھی ہو سکتا ہے۔ ضرورت اتنی ہے کہ آدمی تمام یگیہ کرم سے واقف ہو اور اس کا اعتقاد و تصور ایسا تیز ہو کہ چشم تصور کے سامنے تمام رسوم بعینہ ہوتی نظر آئیں۔ اس طرح اسے سچے یگ کا ہی پھل نہیں ملیگا بلکہ اس سے کچھ زیادہ ملیگا۔ کیونکہ شرتی بتاتی ہے کہ گیان کے ساتھ جو یگیہ کرم کیا جاتا ہے وہ زیادہ زبردست ہوتا ہے جس اُصول پر یہ مسئلہ مبنی ہے وہ یہ ہے کہ عالم عالم خیالی ہے۔ موٹی نظر والا آدمی بہت سارو پیہ خرچ کر کے اور سخت تکلیفیں اُٹھا کر اس اعتقاد کو بہم پہنچاتا ہے کہ میں یگ کے پھل سے بہرہ ور ہونگا۔ اور ہوتا ہے۔ دانا آدمی صرف خیالی قوت سے کام لے کر وہی کیا اس سے بھی بڑھ کر پھل پالیتا ہے۔ شرتی پکار پکار کر کہتی ہے (سربم کھلدم برہم) ترجمہ۔ یہ تمام نام روپ کائنات برہم ذات حق ہی ہے۔ ویدانت کی منادی ہے۔

جنھیں کچھ خبر میرے بر تانت کی ہے	اُنہیں فکر بھی کچھ نہ دیہانت کی ہے
غرض ہینے فکر اُنکی کل سانت کی ہے	منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے
کسی نے عبث ڈر کے بھی کچھ لیا ہے	تمہیں ڈر ہے کس کا تمہیں خوف کیا ہے
جگت متھیا ہے۔ جگت متھیا ہے	منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے
بکھیڑوں سے دنیا کے تم کیوں حزیں ہو	بکھیڑوں میں تم پھنسنے والے نہیں ہو
جہاں خواب ہے اور تم خواب بیں ہو	منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے
نہ برہما کی پدوی کی تم چاہ کرنا	کہ برہما بھی متھیا ہے منشا سے ڈرنا
بس ایک ست تم ہو۔ دم اپنا ہی بھرنا	منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے
نہ کچھ دھرم میں ہے نہ کچھ دھیان میں ہے	نہ کچھ کرم میں ہے نہ کچھ گیان میں ہے
یہ سب محض مایا کے امکان میں ہے	منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے

پران کے ترپت ہونے پر آنکھ ترپت ہوتی ہے۔ آنکھ کے ترپت ہونے پر سورج۔ سورج کے ترپت ہونے پر آسمان آسمان کے ترپت ہونے پر جو چیزیں آسمان اور سورج کے نیچے ہیں وہ سب۔ اس ترپتی کے پیچھے اپاسک خود۔ اولاد اور مویشی۔ صحت جلال۔ اور برہم تیج سے ترپت ہوتا ہے۔

(۲) دوسری آہوتی جو ہوم کرے وہ یہ کہکر ہوم کرنی چاہیئے کہ ویان کے لئے سواہا۔ اس سے ویان ترپت ہوتا ہے ویان کے ترپت ہونے پر کان ترپت ہوتا ہے۔ کان کے ترپت ہونے پر چاند۔ چاند کے ترپت ہونے پر اطراف اطراف کے ترپت ہونے پر جو چیزیں اطراف اور چاند کے نیچے ہیں وہ سب اس ترپتی کے نیچے۔ اپاسک خود۔ اولاد مویشی۔ صحت۔ جلال اور برہم تیج سے ترپت ہوتا ہے۔

(۳) تیسرا التعجب کھاوے تو یہ کہکر کہ ہوم کرتا ہوں اپان کے لئے۔ سواہا۔ اس سے اپان ترپت ہوتا ہے۔ اپان کے ترپت ہونے پر بانی ترپت ہوتی ہے۔ بانی کے ترپت ہونے پر اگنی۔ اگنی کے ترپت ہونے پر پرتھوی۔ پرتھی کے ترپت ہونے پر جو چیزیں پرتھوی اور اگنی کے نیچے ہیں وہ سب۔ اس ترپتی کے پیچھے اپاسک خود اولاد۔ مویشی۔ صحت۔ جلال۔ اور برہم تیج سے ترپت ہوتا ہے۔

(۴) چوتھی آہوتی جو ہوم کرے وہ یہ کہکر ہوم کرنی چاہیئے کہ سمان کے لئے۔ سواہا۔ اس سے سمان ترپت ہوتا ہے سمان کے ترپت ہونے پر من ترپت ہوتا ہے۔ من کے ترپت ہونے پر بادل۔ بادل کے ترپت ہونے پر بجلی۔ بجلی کے ترپت ہونے پر جو چیزیں بجلی اور بادل کے نیچے ہیں وہ سب۔ اس ترپتی کے پیچھے اپاسک خود۔ اولاد مویشی۔ صحت۔ جلال۔ اور برہم تیج سے ترپت ہوتا ہے۔

(۵) پانچویں آہوتی جو ہوم کرے وہ یہ کہکر ہوم کرنی چاہیئے کہ اُدان کے لئے سواہا۔ اس سے اوان ترپت ہوتا ہے۔ اُدان کے ترپت ہونے پر جلد ترپت ہوتی ہے۔ جلد کے ترپت ہونے پر ہوا۔ ہوا کے ترپت ہونے پر اکاس۔ اکاس کے ترپت ہونے پر جو چیزیں اکاس اور ہوا کے نیچے ہیں وہ سب۔ اس ترپتی کے پیچھے اپاسک خود۔ اولا۔ مویشی۔ صحت۔ جلال۔ اور برہم تیج سے ترپت ہوتا ہے۔

جو ایسا نہ جانکر اگنی ہوتر کرتا ہے وہ گویا انگاروں کو ہٹا کر راکھ میں ہوم کرتا ہے۔

جو ایسا جان کر اگنی ہوتر کرتا ہے اُس کا ہوم سب لوگوں میں سب چیزوں میں اور سب جیووں میں ہوتا ہے۔ جس طرح سینک کا موبخہ آگ میں پڑکر جل جاتا ہے اسی طرح اس میں اپاسک کے تمام پاپ جل جاتے ہیں۔ جو ایسا جان کر اگنی میں ہوم کرتا ہے۔

اور سب کو اس سے محبت ہے اور اسکی سب کو طلب ہے اور ہر دل کو وہ مرغوب ہے۔

ہر سو کہ دویدیم ہمہ سوئے تو دیدیم
ہر جا کہ رسیدیم سر کوئے تو دیدیم

ہر قبلہ کہ بگزیدہ دل از بہر عبادت
آن قبلۂ دل را خم ابروئے تو دیدیم

ہر سرو رواں را کہ دریں گلشن دہر است
بر رستۂ بستان لب جوئے تو دیدیم

از باد صبا بوئے خوشت دوش شنیدیم
با باد صبا قافلۂ بوئے تو دیدیم

روئے ہمہ خوبان جہان را بہ تماشا
دیدیم و لے آئینۂ روئے تو دیدیم

در دیدۂ شیدائے بتان ہمہ عالم
کردیم نظر نرگس جادوئے تو دیدیم

تا مہر رخت بر ہمہ ذرات نتابد
ذرات جہاں را بہ تگ و پوئے تو دیدیم

ویدانت کی عظمت یہاں تک ہے کہ ہر انسان کھانا تو آپ کھاتا ہے اگر بموجب ہدایت وید و طریقہ کھانا کھاتا جائے تو وہی پھل ملتا ہے کہ جو ہون کرنے والوں کو ملتا۔ ہر لقمہ آہوتی متصور ہو کر وہ شخص عظمت پاتا ہے۔ اور کیسا ہی کھانا پاک و ناپاک ہو وہ بموجب منتر کے پاک **شدھ** ہو جاتا ہے۔ پہلا لقمہ اُٹھاوے تب کہے کہ بعد سیر ہونے شکم کے جو میں قصد کھانے کا کروں یا کسیکا جھوٹا یعنے پس خوردہ کھانے کا ارادہ کروں۔ یا مُشتبہ طعام کھانے کا قصد کروں یا مکروہ طعام کی ہی خواہش کروں۔ یا سہو سے مرتکب اِس حرکت کا ہوا ہوں تو برکت سے لشن دیوتا کی کہ یہ موکل طعام کا ہے۔ اور برکت سے آگ کی۔ اور برکت سے شعاع آفتاب کی وہ پاک ہو جاوے کہ مجھے اُسکی حقیقت پر علم نہیں ہے اور جو کچھ میں کھاتا ہوں پاک ہو جائے۔ پھر تھوڑا (آچمن کرے) پانی پیوے۔ کھانا طعام شروع کرے۔ پانچ لقمہ اِس نیت سے کھاوے کہ پانچوں پران۔ اپان۔ ویان۔ اودان۔ سمان۔ کو دیتا ہوں۔ اسقدر کھانا کھاوے کہ سیر ہو جاوے۔ اِفراط پر مائل نہ ہو۔ پانی پیوے اور کہے کہ واسطے پران کے ہے۔ ہاتھ منہ دھووے۔ اور یہ بات کہے۔ پران کہ یہ آتش غریزی ہے اور ہضم کرنا طعام کا اِس کا کام ہے اور یہی پرم آتما ہے۔ پانچ قسم کی ہوا بنکر جسم میں سماتا ہے۔ اور سب کو لذت دیتا ہے۔ اب میں اِس غذا سے آسودہ ہوا۔ تمام عالم مثل میرے آسودہ ہووے۔ آتما سے کہے کہ اے آتما فنا کرنے والی تو ہے۔ اور پیدا کرنے والی بھی تو ہے۔ یہ طعام جو میں نے کھایا ہے تجھے پہنچے۔ جو اس ترکیب سے عمل نہیں کرتا اُسکی غذا جزو بدن نہیں ہوتی۔

چھاندوگ اپنشد میں آیا ہے پانچویں ادھیائے میں دیکھو۔ جو کھانا پہلے سامنے آئے اُسے اہوتی سمجھنا چاہیئے پہلے اہوتی جو ہوم کرے وہ یہ کہکر ہوم کرنی چاہیئے کہ پران کے لئے۔ سواہا۔ اِس سے پران ترپت ہوتا ہے۔

کرشن نے فرمایا ہے ۔ جسکی نظروں میں ہو یکساں دوستی و دشمنی ۔ گرم و سرد و شادی و غم و مدحت و بے حرمتی
با توکل بے تعلق ہو اور تعریف ہے ۔ صابر آزاد ہو وہ انسان پیارا ہے مجھے

ویدانت میں آتما یعنے خدا کے تین اوصاف مانے ہیں یعنے ست ۔ چت ۔ آنند ۔ یعنی غیر محدود ہستی ۔ غیر محدود علم غیر محدود سرور ۔ اور ان تینوں کو ایک بتایا جاتا ہے ۔ کیونکہ بلا علم و سرور یعنے محبت ہستی نہیں ہو سکتی ۔ اور علم بلا محبت ناممکن ہے ۔ محبت بلا علم محال ہے ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ غیر محدود ہستی و علم و سرور میں یکتائی دیکھو ۔ تمہارا معراج یکطرفہ ترقی نہیں ہے بلکہ ہستی و علم و سرور تینوں کا کمال ہے ۔ ضرورت اتحاد و یکتائی کی ہے ۔

ویدانت میں ویراگ کی تعلیم ہے ۔ مگر اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ دنیا چھوڑ دو ۔ بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے نشکام (بلا معاوضہ) کرم کرتے رہو ۔ اور سو برس جینے کی خواہش رکھو ۔ اے شخص ایسا کرنے سے تو کرم سے ملوث نہ ہوگا ۔ اور اسکے سوائے تیرے لئے اور کوئی رستہ نہیں ہے ۔ دیکھو ایشا واسیہ اپنشد منتر ۲ اور صائب نے بھی ایسا ہی کہا ہے ۔

کارِ دنیا کن و اندیشۂ عقبیٰ بگذار ۔ تا بہ عقبیٰ نرسی دامن دنیا مگذار

ویدانت تو اس دنیا کو خدا کی ہستی بتاتا ہے ۔ پھر اس کا چھوڑنا کیا معنی ۔ جب سب کو خدا سمجھو گے تو کیسی عداوت کیسی دشمنی ۔ کیسی برائی ۔ اور کیسی نفرت جس وقت کہ ہر کس و ناکس ۔ اخلاق ۔ محبت و یکدلی کا برتاؤ رکھیں ۔ تو یہ کہنا درست ہوگا ۔" پھر دیکھئے بہار کہ کیسی بہار ہو"

ایشا واسیہ اپنشد میں یہی تعلیم ہے کہ اس دنیائے متبدل میں ہر بدلنے والی چیز کو اس نظر سے دیکھو کہ اس میں ایشور ویاپک ہے ۔ جگت روپ سے چھوڑ کر ایشور روپ سے محسوس کرو ۔ بس یہی دنیا کا ترک ہے ۔ جب دنیا متروک ہوگئی تو جو کچھ رہے گا وہی ذاتِ خدا ہے ۔ وہی بچے ہیں ۔ وہی جوان ہیں ۔ وہی دوست ہیں ۔ وہی دشمن ہیں ۔ وہی بد ہیں ۔ وہی نیک ہیں ۔ وہی موت ہیں ۔ وہی زندگی ہیں ۔ جیسا کہ چھاندوگ اپنشد ادھیائے ۷ کھنڈ ۲۵ منتر ۲ میں آیا ہے آتما ہی نیچے ہے ۔ آتما ہی اوپر ہے ۔ آتما ہی پیچھے ہے ۔ آتما ہی آگے ہے ۔ آتما ہی دائیں ہے آتما ہی بائیں ہے آتما ہی سب کچھ ہے ۔ آدمی ایسا دیکھتا ہوا ۔ ایسا سوچتا ہوا ۔ ایسا جانتا ہوا ۔ آتما میں پریم رکھتا ہے ۔ آتما کے ساتھ کھیلتا ہے آتما سے وصل کرتا ہے ۔ آتما کا آنند بھوگتا ہے ۔ وہ سوراٹ یعنی شاہنشاہ ہوتا ہے ۔ اور تمام لوکوں میں اسکی خود مختیاری ہوتی ہے جو لوگ اس سے مختلف طور پر جانتے ہیں انہیں فانی لوک ملتے ہیں اور تمام لوکوں میں اُسکی خود مختیاری نہیں ہوتی

دنیا کے ہر مذاہب کے علماء ویدانت کی تصدیق کرتے ہیں ۔ اگر کچھ اختلاف ہے تو وہ مذہبی نقطہ درمیان میں ہے ۔ پرمیشور یا آتما ۔ یا اللہ یا خدا یا گاڈ وغیرہ خواہ کچھ نام لو ۔ گو کسی نے دیکھا نہیں ہے مگر سب اس کا دم بھرتے ہیں ۔

کہ عالم کائنات میری روح ہے۔ جبکہ ہم خدا سے قریب سے بھی قریب ہیں۔ تو خدا کو دور اور جدا سمجھنا کیسی سخت غلطی ہی نہیں بلکہ تحیر ہے۔ خدا اس پاس یہ ڈھونڈے ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں

توآہوئے ختنی مشک جوئی از صحرا
زناف خویش نداری خبر خطا اینجاست

آنچہ ما کردیم برخود ہیچ نابینا نہ کرد
درمیان خانہ گم کردیم صاحب خانہ را

ہے مرگ تیرے سوگند سے بھیو یہ بن بھر پور
کستوری تو نکٹ ہے کیوں دھاوے ہے دور

ویدانت دوئی ماننے والوں سے بھی یہی کہتا ہے کہ چونکہ حصص کے پہلو سے دیکھا جائے تو کثرت ہی نظر آتی ہے اس واسطے تم بھی راستی پر ہو۔ مگر کائنات کے حصۂ خاص کو نظر رکھکر خدا کو دیکھو گے تو وہ ایک ہی شے معلوم دکھائی دیگی۔ یہ ایک قدرتی امر ہے چونکہ اہل دوئی کی نظر وسیع نہیں ہے انکو اسی طرح ماننے دو۔ آخر منزل مقصود پر چلکر کھا کر وہ بھی پہنچیں گے پر پہنچیں گے۔ مگر ویدانت کہتا ہے کہ خوشی و آنند کا سمندر دل میں موجود ہے۔ گرد و پیش ہے۔ ہر جگہ ہے اسکو باہر ڈھونڈھنا ایسا ہے۔ بقولیکہ وزد آنکس کہ بکف چراغ دارد۔

اے کہ عمرے درپئے او سے دویدم چارسو
ناگہانش یافتم با دل نشستہ روبرو

آخرالامرش بدیدم معتکف در کوئے دل
گرچہ بسیارے دویدم در پئے او کو بکو

دل گرفت آرام چوں آرام دل در برگرفت
جاں چو جاناں را بدید آسودہ گشت از جستجو

ایکہ عمرے آرزوئے وصل او بودت چرا
از پئے آں آرزو نگذشتی از ہر آرزو

تابکے سر چشمۂ خود را بگل انباشتن
جوئے خود را پاک کن تا آید آب آبجو

آب حیواں در دروں وانگہ برائے قطرۂ
ریختہ در پیش ہر نادان و دانا آبرو

مطرب آں مجلسی حرف راسنہ ہرگز گرو

ویدانت کہتا ہے کہ ہر ایک شخص اس معراج پر پہنچا ہوا ہے۔ اپنی ذات یعنی روح کی عظمت میں یقین نکرنا تمہاری سرکشی و ناروائی ہے۔ ویدانت میں یہ بات نہیں ہے کہ دنیا میری بنی رہے۔ میں عیش و عشرت اڑاؤں اور جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوں خدا سے پرارتھنا و عبادت کر کے کامیابی حاصل کروں اور پھر اپنی اسی پرانی عادت میں مشغول ہوں۔ ویدانت تو خواہشوں کا دشمن ہے۔ وہاں تو خواہشوں کا بستر ابوریا لپیٹ کر رکھ دو سے

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
این خیال است محال است و جنوں

ویدانت کی یہی تعلیم ہے کہ مجھے ہر چیز میں بسا ہوا دیکھو، وہ کسی سے بھی پرخاش رکھنا نہیں چاہتا۔ گیتا میں سری

بڑے اپنشدوں میں من کی شدھی کے لئے اُپاسنائیں بتائی جاتی ہیں جن میں "اوم" اور "پران" کی وہ اُپاسنائیں ہردلعزیز ہیں۔

اُپنشدوں کے حصہ کثیر کا تعلق کرم یا اُپاسنا سے نہیں ہے بلکہ برہم گیان سے ہے۔ یہ گیان کیا ہے؟

محض اپنے سروپ کا پہچاننا ہے کہ میں حقیقت میں کیا ہوں اور یہ جگت جو مجھے نظر آرہا ہے کیا ہے۔ اور ایشور سے میرا کیا تعلق ہے۔

کرم کا مطلب صرف اتنا ہے کہ نشکام کرم کرنے سے من کا میل دور ہوتا ہے۔

اُپاسنا کا اتنا کہ من کا اضطراب دور ہو۔ ان دونوں مرحلے طے کرنے والا گیان کا ادھیکاری سمجھا جاتا ہے۔

طالب (یعنی مرید) اپنشد کسے کہتے ہیں۔ اور ویدانت کے کیا معنے ہیں؟

جواب ۔ اپنشد کے معنے مجازاً راز مخفی کے ہیں۔ اور ویدانت کے معنی ہیں وید کا انت۔ ہر دو کا مطلب ایک ہی ہے۔ اِس میں برہم ودیا کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور آتما کا سروپ دکھلایا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ نظارہ دنیا محض خواب کا نقشہ ہے۔ اس کا دیکھنے والا گیان سروپ جیو برہم سے علیحدہ نہیں ہے۔ بلکہ برہم ہی ہے۔

اگیان کے باعث برہم جیو بھاؤ میں ہے۔ گیان سے اگیان دور ہو جاتا ہے تو اُسے اپنے شدھ گیان سروپ میں قیام ہوتا ہے جو ست چت ہے آنند ہے۔ یہاں تمام دوئی اُڑ جاتی ہے اور ایک ذات احد باقی رہ جاتی ہے۔

غرض اپنشدوں میں آتم گیان کی بحث ہے۔ اسیواسطے اسکو ویدانت یعنی آخری حصہ وید کا انت کہتے ہیں۔

اور یہ اپنشد ان لوگوں کے لئے ہے جو آواگون کے چکر سے باہر نکلنا چاہتے ہیں۔

ویدانت کی عظمت کیوں ہے؟

جواب ۔ ویدانت تعلیم یکتائی دیتا ہے۔ محبت و خوش اخلاقی سکھاتا ہے۔ دوئی کو جڑ مول سے اُکھاڑ کر پھینکتا ہے۔ صلح و آشتی کی ہدایت کرتا ہے۔ ویدانت ڈنکے کی چوٹ للکار کر کہتا ہے کہ اے انسان تو ہی خود خدا ہے جسقدر مخلوق ہے سب اُسی کی شکلیں ہیں ۔

سین انسان گر بغیت از میان ٭ اول و آخر خدا اند غیر آں ٭

ویدانت کسی مذہب سے پرخاش نہیں کرتا ہے سب کو یکساں نظر سے دیکھتا ہے اور یہی ہدایت ہے کہ آپس میں دنگا فساد نہ کرو۔ نہ کسی کے عقاید کو خراب کرو بلکہ سبکی اس طرح مدد کرو کہ اونچے چڑھتے چلے جائیں اور سب کا مجموعہ کل ہے اُس میں داخل ہو جائیں۔ اہل دوئی کہتے ہیں کہ خدا کا اُنا ت سے باہر سرگ یا بہشت میں رہتا ہے۔ ویدانت کہتا ہے

... ہیں۔ اور کئی کئی سوکت مل کر سُکت کا نام پاتے ہیں۔ نظم کا ہر مصرع یا شعر رچا کہلاتا ہے۔ یہ سوکت دعاؤں کے مجموعے ہیں۔ اور دعائیں خاص خاص مرادوں کے لئے اور خاص خاص دیوتاؤں مثلاً سورج۔ اگنی۔ ہوا وغیرہ سے مانگی گئی ہیں۔ اور یگوں میں خاص لب ولہجوں سے پڑھی جاتی ہیں۔ گیان کے متعلق مجمن بہت کم ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ جو گیان اپنشدوں میں دستیاب ہوتا ہے وہ سنگہتاؤں میں بیج کی صورت میں ہے

(۲) یجروید نثر میں ہے۔ یگوں میں جو ہوں کیا جاتا ہے وہ زیادہ تر یجروید کے منتر پڑھ پڑھ کر ہی کیا جاتا ہے۔

(۳) سام وید میں زیادہ تر وہی سوکت (نظم) ہیں۔ جو رگوید میں ہیں۔ مگر یہ سام کہلاتی ہیں اور یگوں میں بجائے پڑھنے کے گائی جاتی ہیں۔

(۴) اتھروید۔ کی نظموں کو یوں سمجھو کہ ہر قسم کے یگیہ کرنے کے عملیات (طریقہ) کے مجموعے ہیں۔ غرض ان چاروں سنگتاؤں میں منتر ہیں۔ اور وہ منتر یگیہ کرم میں کام آتے ہیں۔

اِن چاروں ویدوں کے چھ انگ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سکشا یعنی علم حروف وتلفظ جو منتروں کے پڑھنے میں کام آتا ہے۔

(۲) کلپ۔ جس میں بتایا جاتا ہے کہ کونسا یگیہ کس طرح ہوتا ہے۔

(۳) ویاکرن۔ صرف ونحو جسکی مدد سے وید تحصیل ہوتے ہیں۔

(۴) نرکت۔ جس میں ویدوں کے الفاظ کی تحقیق وتدقیق ہے۔

(۵) چھند۔ یا علم عروض جس کی رو سے ویدوں کے نظم منتر پڑھے جاتے ہیں۔

(۶) جوتش یا علم نجوم۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سال کے کون سے مہینے یا پکس وتاریخ وصورت میں یگ کرنے چاہئیں۔

(۲) ویدوں کا برہمن بھاگ۔ یہ نثر کی کتابیں ہیں اور ان میں اس بات کی توضیح وتشریح ہے کہ یگیہ کیا ہیں؟ کون کون سے ہیں۔ ہر ایک کیونکر کیا جاتا ہے۔ کیا کیا سامان درکار ہوتا ہے۔ کتنے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے کتنے وصتک پوجن جاری رہتا ہے۔ کہاں کہاں۔ کون کون سے منتر کن کن آدمیوں کو پڑھنے چاہئیں۔ خاص یگیوں کا پھل کیا ہے؟

غرض سنگہتاؤں میں یہ منتر ہیں۔ برہمن بھاگ انکی نسبت بتاتا ہے کہ یگیوں میں انہیں استعمال کیونکر کرنا چاہیئے۔

(۳) وید کا منتر بھاگ ؟ اپنشد ہے۔ اِن میں برہمن بھاگ کی طرح کہیں کہیں کوئی خاص یگیہ کرم بھی آجاتا ہے۔ خاص کر

اندریوں کو وش کرنے یعنے قابو میں کرنے کا نام دم ہے۔

لوکام کرم کرنے کو۔ کرم کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بالعوض کرم کرنے سے من کو شدھی نہیں ہوتی ہے جس کرم سے من شدھ ہووے وہی کرم کہلاتا ہے۔

وید کیا ہیں؟ انکی تشریح کیجیئے

وید ہندوستان ہی کے نہیں بلکہ کل دنیا کی سب سے قدیم کتابیں ہیں۔ اِن میں منتر ہیں جنکی نسبت ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ آدمیوں کے بنائے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ اناد ی۔ انت یعنی بے آغاز اور بے انجام ہیں۔ پر لے ہونے پر یہ منتر ناش نہیں ہوتے۔ بلکہ مخفی رہتے ہیں۔ جب سرشٹی شروع ہونے کو ہوتی ہے۔ یعنی جیووں کے کرم پاک ہوت چیتن۔ یا ایشور میں یہ تحریک پیدا کرتے ہیں کہ میں ایک سے انیک ہو جاؤں۔ تو اول اسی وید منتر کا ہی سمرن ہوتا ہے اور پہلے کلپ کے مطابق وہ نام و منظور یعنے جڑ چیتن کو عالم شہود میں لاتا ہے۔

اِن منتروں کے مجموعہ کا نام وید ہے جسکے تین حصہ ہیں (۱) منتر بھاگ (۲) براہمن بھاگ (۳) اپنشد بھاگ۔

پُرانی روایت یہ ہے کہ وید ایک تھا۔ ویاس جی مہاراج نے اِسے چار حصوں میں منقسم کرکے اپنے چار چیلوں کو پڑھایا۔ اُن چیلوں کے اور چیلے ہوئے اور اُنکے اور اس طرح شاخیں پھیلتی چلی گئیں (جنھیں سنسکرت میں شاکھا کہتے ہیں) اِس طرح گیارہ سو اکتیس شاکھا ہو گئیں۔

(۱) شام وید کی ۱۰۰۰ شاکھائیں۔ چونکہ یہ گایا جاتا ہے اسواسطے سب سے زیادہ شاکھا ہیں۔

(۲) یجر وید کی ۱۰۱ ساکھا ہیں۔ چونکہ ہون کیا جاتا ہے اسواسطے اِسکی بھی زیادہ شاکھا ہیں۔

(۳) رگوید کی ۲۱ ساکھا ہیں۔ یہ منتر صرف پڑھے جاتے ہیں۔ اِس سبب سے کم ہیں۔

(۴) اتھر وید کی ۹ ساکھا ہیں۔ یہ منتر بھی صرف پڑھے جاتے ہیں۔

وہ یہ سب رشیوں اور اچاریوں کے نام سے مشہور رہیں۔ اِن میں سے بہت سی شاکھاؤں کا اب پتہ تک نہیں۔ اِس وقت تھوڑی سی معروف ہیں اور ان کا نام چلا آتا ہے۔

جیسے کہ چھاندوک اپنشد سام ویدیوں کی چھاندوگیہ شاکھا کا اُپنشد ہے۔

منتر بھاگ۔ چار مجموعوں یا سنگتہاؤں کی صورت میں ہے۔

وید چار ہیں (۱) رگوید (۲) یجروید (۳) شام وید (۴) اتھروید اِن میں سے (۱) رگوید نظم میں ہے۔ ایک نظم کو سوکت

کرتا ہے۔ البتہ جو بشر علم عرفان کے ذریعہ سے جسم کو ترک کر دیتا ہے وہ بیشک تارک ہو جاتا ہے۔ اِس لئے کہ آتش عرفان جسم کی موجودگی میں جسم کو بالکل جلا دیتی ہے۔ یعنی عدم وجود اُس کا مساوی کر دیتی ہے۔

مخصوص رضا بہ سر تراشیدن نیست — تسلیم و رضا بہ خرقہ پوشیدن نیست
اذیت کہ از فیض میسر گردد — این دولت ناپاک بہ کوشیدن نیست

موڈ منڈلے ہو سنیاسی ✦ کپڑے رنگے ہوئے اداسی ✦ پر روپ کی انہو باتی ✦ جو پاوے ہوئے سکہ باسی

برہم گیان کے سادھن کیا ہیں؟

جواب - وویک - ویراگ - کھٹ سمپتی - مموکشتا۔

برہم گیان اسبات کے ذہن نشین کر لینے کا نام ہے کہ مَیں گیان سروپ آتما ہوں۔ اور مجھ گیان کے سمندر میں جگت خواب کا نقشہ ہے۔ کیونکہ اگیان کے دوش سے رسّی سانپ نظر آوے تو رسّی کے گیان سے سانپ کا وہم باطل و دور ہوتا ہے نہ کسی ریاضت یا ابھیاس وغیرہ سے۔ اِس واسطے برہم گیان میں کرم ابھیاس وغیرہ کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ برہم گیانی رنج و خوشی۔ رغبت و نفرت چھوڑ دیتا ہے تو مکتی گیان ایک ہیں کرم نہیں بیان ہر جو سرب تب ہی فسے ہوئے جو کوئی گیان

طالب - تو کیا کرم اُپاسنا نِسپھل ہی ہیں؟

جواب - نِسپھل نہیں ہیں۔ کرم اُپاسنا کے ذریعہ صفائی قلب ہوتی ہے یعنی گیانی کو فضول ہیں۔ مگر اگیانی کو من کے شدھ کرنے کے واسطے اِن اعمالوں کی ضرورت ہے تاکہ آدمی گیان کے لائق بنے اور راہِ طریقت صاف ہو جائے کیونکہ برہم گیان کے پانوں تپ - دم - کرم - ہیں - وید اعضا ہیں - اور رستے کا مکان ست یا صدق ہیں۔ پس برہم گیان سمجھنے کے لائق آدمی اُسی وقت ہوا کرتا ہے جب اُس کا من شدھ ہو۔ شاستر وچار کرے ست گرہن کرنے کیواسطے من یا قلب طیار ہو۔

طالب - من کس طرح شدھ ہو سکتا ہے؟

جواب - نشکام کرم کرنے - اور اندریوں کو دمن کرنے اور جفاکشی کی عادت بہم پہنچانے سے ہوتی ہے۔ اِن ہی تینوں پر چلنے کو - تپ - دم - کرم - کا نام دیتے ہیں۔

طالب - تپ - دم - کرم - کی تشریح کیجئے۔

جواب - جفاکشی کی عادت بہم پہنچانے کا نام تپ ہے۔

گرہستی کو اپنے دھرم میں شاد و دل رہنا چاہیئے۔

دھرم پالن سے ہی سکھ اور اس پرکاش ہوتا ہے
دھرم کو ناش جو کرتا ہے وہ خود ناش ہوتا ہے

دنیادار کو اصول مندرجہ ذیل پر پابند رہنا چاہیئے

(۱) غرض کو فرض سمجھ کر بجالائے۔ اور اسکے بجالانے میں اپنی غرض کو دخل نہ دے

(۲) نفع ہو یا نقصان۔ کامیابی ہو یا ناکامیابی۔ من کو میلا نہ کرے۔

(۳) کوشش جبتک کہ کام پورا نہ ہو کئے جائے چھوڑے نہیں

(۴) پھل کی چاہنا مطلق نہ کرے بلکہ ہر ایک کام نشکام ہو۔ یہانتک کہ یوگ اور گیان بھی نشکام ہی کیا جائے۔

(۵) نشکام کرم سے نفس صفا ہوتا ہے۔ نفس کا شدہ ہونا ہی من کا شدہ ہونا ہے۔ اور من شدہ ہونے پر گیان کا ادھکاری ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایک نہ ایک دن اسکے چت میں گیان کا پرکاش ہوگا اور موکش کو پہنچ جائیگا۔

دنیادار کو کس طرح رہنا چاہیئے

اس پرندے کی طرح دنیا میں رہنا چاہیئے
جو چہچہاتا ہے خوشی سے جو کہ نازک شاخ پر
جھومتی ہے شاخ لیکن خوف کچھ اسکو نہیں
گر نہیں سکتا کہ ہیں موجود اڑ جانے کو پر

گرہست آشرم میں پہلے زمانہ میں کون کون راج رشی عارف کامل ہوئے ہیں

گیتا۔ ادھیائے ۳۔ منتر ۲۰

سلطنت کرنے پہ بھی راجہ جنک نرمان تھے
رسم دنیا کے مطابق فعل واجب ہے تجھے

ویوسوت منو۔ راجہ اکشواک۔ سری رام چندر جی۔ بششٹ جی۔ وید ویاس جی۔ راجہ جنک اور بہت سے راج رشی تعلقات دنیاوی کے برتنے پر بھی عارف کامل تھے۔ اس وجہ سے کہ وہ تمام جسمانی اور روحانی تعلقوں کے صدمہ کو نفسانی سمجھتے تھے اور اپنی ذات کو ہمیشہ افعال سے مبرا و بے لوث جانتے تھے۔ آجکل یہ عام خیال ہے کہ جبتک کوئی سر منڈا اور گوشہ گزینی اختیار نہ کرے تب تک اسے علم معرفت حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ خیال سراسر غلط ہے۔ کیونکہ اپنی حیات میں جدا کبھی کسی سے ترک ہوئی ہے اور نہ ہوگی جسم انسانی خود بخود دیتا ہے۔ ہر جگہ ساتھ رہتا ہے۔ اور گرہستی فعل

گرہستی کو کیا کرنا چاہیئے؟

جواب۔ گرہستی کو چاہیئے کہ اتیت یعنی سائل کو اپنے دروازے سے خالی نہ جانے دے۔ مہمان کی تواضع کرے۔ عام لوگوں سے خاکساری و سخاوت خوش خلقی کا برتاؤ رکھے۔ وسیلہ معاش ایسا رکھے کہ کسی شخص کو تکلیف نہ ہو۔ اور نیک کمائی کرے۔ اور کچھ وقت ایشور چنتون میں گذارے۔ گھر کو مثل سرائے اور متعلقین کو مہمان شب باش تصور کرے انکی الفت میں گرفتار نہ ہو۔ گیانی مہاتما پرشوں کا ستسنگ کرے اور انکی خدمت۔ تن۔ من۔ دھن سے بجالائے۔ غرور و ابھمان نکرے۔ اور گرہستی کو حسب ذیل پانچ یگیہ کرنے لازمی ہیں۔

(۱) دیو یگیہ۔ یعنی ہون اور یگیہ کرکے دیوتاؤں کو بھوگ پہونچاوے۔

(۲) رشی یگیہ۔ ویدوں کو پڑھے اور پڑھائے۔ رشیوں کا قرضہ اتارے۔

(۳) پتری یگیہ۔ سرادھ کرنا۔ دان دینا۔ اولاد پیدا کرنی تاکہ آئندہ کو بھی پتری کرم ہوتے رہیں۔

(۴) منشیہ یگیہ۔ آئے گئے مہمان کو کھانا کھلانا۔ اور ٹھہرنے کو جگہ دینا۔

(۵) پسو یگیہ۔ جانوروں کو چارہ اور پانی دینا۔ ابیات

از رباط تن چوبگذشتی دگر معمورہ نیست	زادراہے برنمے داری ازیں منزل چرا
ترا در بوستان گل بہر آں داد ند ایں مہلت	کہ سیم ناقص خود را کنی کامل عیار اینجا
پیش از آں کز طبل رحلت دست و پا را گم کنی	زاد راہے جمع کن اے بیخبر تا فرصت است
رہے راضی رضائے مولا پہ	عمر خوش خوش جہان میں ہو بسر
ز حرف نیک و بد خلق ہر کہ شد خاموش	خلاص مے کند از حرف نیک و بد خود را
ز خلق خوش شکر و شیر باش با احباب	د روئے ترش مکن تلخ کام الفت را

غرور مال و دولت و مرتبہ و املاک ہرگز نکرے۔ غرض ایسی صورت سے زندگی گذارے تو وہ گرہست میں رہتے ہوئے بھی جیون مکت ہے ؎

خود نمائی۔ خود ستائی۔ خود پسندی و خودی	جب تلک دل پر مسلط ہیں خدا ملتا نہیں
جو دم کہ گذرتا ہے۔ تری یاد سے خالی	وہ دم نہیں حق میں مرے تلوار ہو یارب
دے اپنی حضوری کا شرف اپنے کرم سے	درکار ہے کچھ تو یہی درکار ہے یارب

پھول پھل کا آہار رہتا ہے۔ دن رات نارائن بھجن کے سوا دوسرا کام نہیں کرتے۔ سنیاسی وہی ہے جو پیٹ [illegible] کی
کھانا ہی نہ ہو گیروا بستر پہنے پھل پھول کا آہار کرے۔ یا گاؤں میں جا کر بھیک سے اپنا پیٹ بھرے۔ درختوں کے نیچے
سووے۔ دنیا کی کسی چیز سے تعلق نہ ہو۔ لذیذ اور خوش ذائقہ کھانوں سے نفرت ہو۔ عورت سے دامن پاک رکھے۔
دنیا داروں کو مثل زہریلے سانپ کے سمجھتا رہے۔ اگر کوئی اس کی توہین بھی کرے تو بھی غصہ نہ کرے۔ موت کو ہر وقت پیش نظر
رکھے نہ کسی سے ڈرے۔ نہ کسی سے محبت بڑھائے۔ ایسے سنیاسیوں کی عزت دیوتا بھی کرتے ہیں۔ ہاتھی کے پاؤں
میں سب کا پاؤں ہے۔ اسی طرح جوگیوں سنیاسیوں کی وجہ سے دنیا والوں کی زندگی سپھل ہوتی ہے۔ راست گو حلیم
خلیق لوگ ہی سنیاس دھارن کر سکتے ہیں۔ اور اس سے بڑھکر اور کوئی تپ نہیں۔ ایسے انسان دیوتاؤں کے بھی پیارے
ہوتے ہیں۔ اگر جوانی میں ہی ویراگ اور چار دل نشین ہوں۔ باوجودیکہ کاروبار خانگی بھی کرتا رہے تو نہایت ہی خوش
نصیبی ہے کیونکہ عمر کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ ؎

بہ پیری ہر کس از خوف مرگ فکر کند — صد آفرین بر آں کس کہ می کند بہ شباب
جوانی بر سر کوچ است فرصت دان جوانی را — دوبارہ کس نہ یابد متاع رائگانی را

گرہست آشرم کی منزلت

گرہست آشرم سے بڑھکر کوئی آشرم نہیں۔ مگر محبت کے جال میں پھنسکر طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔
اسی سبب سے گرہست آشرم آواگون سے نجات نہیں پاتا۔ دل کا مارنا اور اندریوں کا بس کرنا بھی گرہست کی ریاضت
ہے۔ جو لوگ متعلقین کی محبت میں آلودہ ہو جاتے ہیں۔ وہ بڑی صعوبتیں پاتے ہیں۔ دانا لوگ اسی سے دنیا کو ہیچ اور
اور بجز خیر و ثواب کے سب کو زوال پذیر جانتے ہیں۔ مرنے کے بعد بھائی۔ بند۔ اولاد۔ اور رشتہ دار کوئی کسی کا نہیں ہوتا
ہر ایک اپنی اپنی راحت کو روتا ہے۔ اپنا دھرم اور خیر و ثواب کے سوائے کوئی کام نہیں آتا۔ یہی ساتھ جاتا ہے۔ اس لئے
دنیا کو چھوڑ کر اور سب کی محبت سے منہ موڑ کر اچھے کام کرنے سے دنیا میں وہی مسرت ملتی ہے۔ اور دنیا میں سرخروئی
نصیب ہوتی ہے۔ جو ایسا نہیں کرتا اس کا دین و دنیا میں کہیں بھلا نہیں ہوتا۔ راحت و تکلیف اور قضا و رضا کو پہچانتا
اور دنیا کو ہیچ جانتا ہے۔ وہی ایشور کی پہچان سکتا ہے۔ نہیں تو دنیا کے بھرم میں بھٹکتا ہے۔ ؎ دنیا ہیچ است و کار
دنیا ہمہ ہیچ۔ جو کچھ ہے وہ خواب و خیال ہے۔ ایک دن سب کو زوال ہے۔ صرف قادر مطلق کی جستجو کرنا ہر انسان کا فرض ہے
جو جاودست اور ہمہ دوست ہے یہ کچھ ہے ہر لذت ہو ہر حال میں [illegible] یاد رکھنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا [illegible]

تے تعریف کروں کیا اُسکی جسکا ہے سارا بستار
ثے ثانی نہیں اُس کا جسپر مومن کرتے جان نثار

جیم جاکر باغ ارم میں حق نے لگائے ہیں اشجار
حے حشر کو بن جائیں گے آدم اینڈم شتر مہار

خے خالق کی یاد کرو تم کیوں بستے ہو پھولوں میں خار
دال۔ دمن کا کلمہ پڑھ لو کافر چھوڑو دار مدار

ذال ذکر کر اُس ہادی کا جسکے نور سے گل گلزار
بے برحق باری تعالیٰ کا بے شک ہے سچا دربار

رے رحیم ہے مالک جس کا کل عالم میں ہے اسرار
زے زبان سے کہہ ہردم خدا اخدا است ہو بیزار

سین سخن سُن سچ بات ہے اُس نے بنایا ہے سنسار
شین شکر کر مومن مے وحدت میں جتنے ہیں شکار

صواد صاحب اُسکی دیکھو جس نے بنایا تن اچھا
ضواد۔ ضرور کرو عبادت بندگی میں رہنا انظار

طوے طوفان آویگا جس دن نہیں کسیکی پیچ قطار
بے۔ برحق باری تعالیٰ کا بے شک ہے سچا دربار

ظوے ظاہر کر فخر جہاں میں کس کی کرتا ہے تنخار
عین عقل کو رکھتے ہو مصرع موزوں کر اشعار

غین غضب ہو روز حشر کو زمین شق ہو پھر جائے
فے فیگن کہہ فنا کرے خلق احد کو لیں غفار

قاف۔ قفل کو توڑے جو کوئی اُسکا ہوتا ستدا قطار
کاف کفر کو دور کیا اُس مالک کی عالی سرکار

گاف گھر کو جو کریں نہیں اُن سے راضی پروردگار
بے برحق باری تعالیٰ کا بے شک ہے سچا دربار

لام لیس ہو اُسکی یاد میں وہی سورما سپہ سالار
میم۔ مورچہ ہٹا دیا۔ رن جیتا کافر مار لے کا

نون نکل جا جو رن سے مت اُسے مرد سمجھو وہ نار
واو۔ وصل ہو اُسکی یاد میں تبھی سورما و دودار

ہے ہردم کر یاد الٰہی اپنے دل میں تو مت ہار
یے یادِ خدا کر تم ہردم بنے جیو یارو سکے یار

جیون مکت ہو آنند پراپت کر مکت آنند کہتے للکار
بے برحق باری تعالیٰ کا بے شک ہے سچا دربار

گرہست اور سنیاسی کی دیکھ بھالی

صاحب مروت اور جود و سخا کے پابند۔ دہرم کرم سے واقفیت رکھنے والے انسان گناہوں سے پاک رہتے ہیں۔ دنیا و عقبیٰ دونوں جگہ عزت سے دیکھے جاتے ہیں۔ دان دہرم کرنے سے وقعت بڑھتی ہے۔ ایسے لوگوں پر کام کرودھ موہ کا اثر نہیں ہوتا۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے گھر میں چین ہی چین ہے۔ کسی طرح کا دکھ نہیں۔ لڑکے بالے فراغت سے گزر کرتے ہیں۔ کسی بات کی پرواہ نہیں۔ مگر عالم پیری و ضعیفی ہے۔ ایسی حالت میں وہ دنیا چھوڑ کر سنیاس دہارن کر کے جنگل میں تپ اور پرماتما کا دھیان کرتے ہیں۔ بعض بان پرست استری کے ساتھ بن میں نواس کرتے ہیں۔ جنگل

سادھو آتما دوسرے مُشک خالص ہیں جو موجودہ مایا کی لہسن کی بُو کو نابود کر دیتے ہیں۔ جن لوگوں نے مہاتماؤں کی سنگت نہیں کی۔ انہوں نے اپنا جیون بیکار کر دیا۔ مہاتماؤں کی سیوا اور بھگوان کی بھگتی کے بغیر جیتا حیوانوں کی سی زندگی بسر کرتا ہے۔ اگر پریم کے پانی کی پیاس ہے تو خندق میں کیوں تلاش کرتے ہو ست سنگ کی گنگا کی طرف آؤ۔ تاکہ جنم جنم کی پیاس مٹ جائے۔

رام بلاوا بھیجیا۔ دیا کبیرا روئے جو سکھ سادھو سنگت میں وہ بیکنٹھ نہ ہوئے

آؤ من چنچل ہے۔ اسکی باتوں میں نہ آؤ۔ زندگی کے گھڑے سے سانسوں کے قطرے چھن رہے ہیں دم کو غنیمت سمجھو۔ اودیا کے جال کو توڑ دو۔ اور باہر نکل آؤ۔ جیسی سنگت کرو گے پھل بھی ویسا ہی ملیگا۔ بندھے ہوئے کو بندھا ہوا نہیں کھول سکتا۔ تیجے مہاتما کی تلاش کرو۔ بھیس دھاریوں کے بھیس میں نہ جاؤ۔

بندھے کو بندھا ملے چھوٹے کون اپائے کر سنگت نربندھ کی پل میں لئے چھڑائے
جا پل درشن سادھو کا تا پل کے بلہار ست نام رسنا بسے لیجے جنم سدھار

اِس لئے بُری صحبت سے بھاگو۔ لوہے کو پانی میں ترانے کی کوشش نہ کرو۔ پاپوں کے بوجھ کو نیک صحبت کی کشتی میں پھینک دو تر جاؤ گے۔ نیچ کی صحبت کوئلوں کی کوٹھری ہے۔ بغیر داغ لگے خالی نہ آؤ گے۔ دیکھو ایک ہی سواتی بوند کا قطرہ سیپ میں پڑے تو موتی بنتا ہے۔ کیلے کے گوبھ میں پڑے تو کافور بنتا ہے۔ وہی قطرہ سانپ کے منہ میں پڑنے سے زہر ہو جاتا ہے۔ ایک قطرہ کی تین حالتیں۔ یہ ہے سنگت کی تاثیر۔ جیسے پاس بیٹھو گے ویسا ہی گیان ملیگا ؎

بارش قطرہ کیا اُجل تھا مٹی میں پڑنے سے کیچڑ بن گیا
ہری جن سیتی روٹھنا سنساری سوں ہیت تے نر کبھوں نہ اُبھرے جیوں کالر کا کھیت

مورکھ کو سمجھاؤ گے تو گیان گانٹھ سے جائیگا۔ صابن لگانے سے کوے کا رنگ سفید نہیں ہوگا۔ مورکھ کی صحبت چھوڑو نہیں تو کیلے کے ساتھ کیکر کے پیڑ کی طرح اسکی شاخیں ہلینگی اور اس کا ناش ہو جائیگا۔ او ہم سادھو کی سنگت سے دور بھاگو۔ کیونکہ سنگت ادھم اسادھ کی موت ہوئے تت کال کہیں کبیر اسن سادھوا بانی برہم رسال
کبیر گرو کے دیس میں بس جانے جو کوئے کاگا تے ہنسا بنے ذات برن کل کھوئے

برہم گیانی کا پہلا سبق

الف۔ فکر کی کر بندگی۔ کیوں رکھتے ہو دلیں مار بے جق باری تعالیٰ کا ہیشک ہے تیرا مبار

ریزش خود را ز چشم مردمان پوشیده دار　　　　در سخاوت خویش را افسانہ چوں حاتم مکن

سادھو سنگت کی مہما

ایک گھڑی۔ آدھی گھڑی اور آدھی میں آدھ　　　　کبیر سنگت سادھ کی کٹیں کوٹی اپرادھ

بالمیک ڈاکو تھا ست سنگ نے کچن بنا دیا بھلے پرشوں کی صحبت کا وہ رنگ چڑھا کہ ظلم اور بے رحمی کا کوئی داغ دل کے دامن پر نہ رہا سمجھو اس پرلے درجے کا اوباش تھا۔ ست سنگ کی اکسیر نے خاک سے پاک بنا دیا ست سنگ ادھم سے اُتم بناتا ہے سکھ کا سمندر ٹھاٹھیں مار اٹھتا ہے۔ دکھ کے بادل چھن بھن ہو جاتے ہیں۔ اِس لئے کہا ہے

سنگت کیجئے سادھ کے جن کا پورا من　　　　بے نصیب کو دیت ہیں رام سریکھا دھن

واقعی دنیا کی کسی نعمت کو تقا نہیں۔ رام نام کی دولت مل گئی تو پھر کسی اور دولت کی ضرورت کیا۔ سادھو کی سنگت تو عطار کی دوکان کی خوشبو ہے۔ عطار ہاتھ سے کچھ بھی نہ دے تو بھی خوشبو مفت میں ہاتھ آتی ہے بھلے آدمی اپنے آپ سے کچھ نہ دیں۔ اُنکی بھلائی کا عکس ہی بُدھی کو روشن کر دیتا ہے۔ انسان کے سوکھے کھیت ست سنگ کے بادل سے سیراب ہو جاتے ہیں۔

کلہا کال اور کلپنا ست سنگ میں جائے　　　　تاسوں دُکھ بھاگا پھرے سُکھ میں رہے سمائے

لوگ متھرا۔ کاشی۔ ہردوار۔ جگناتھ کو دوڑتے ہیں۔ دل میں کھوٹ کی کالک ہے۔ کس دریا کا پانی اِس کو دھوئے گا۔ ست سنگ کے بغیر کون کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار کی غلاظت کو کھوئے گا۔ ست سنگ سے ہی رام نام کا منتر ہاتھ آتا ہے۔ اور یہ وہی منتر ہے جس کا اُلٹا سیدھا رٹ کر بھی پاپ آتما پار ہو گئے ہیں۔

میرے سنگی دو جنا ایک سادھ ایک رام　　　　وہ تو داتا مکتی کے یہ سمرادیں نام

سادھو کی سنگت چندن کا برکش ہے۔ بانس کا جنگل بھی چندن کی خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے ست سنگ کبھی نِپھل نہیں جاتا۔ چندن کی صحبت میں چندن ہو جائے۔ پھر اس کو نیم کون کہے گا۔ آک ہو یا ڈھاک بھی سب کو اپنا جیسا کر لیتا ہے۔

ایک گھڑی۔ آدھی گھڑی بھاؤ بھگتی میں جائے　　　　ست سنگ پہلے ملے یم کا بھے مٹ جائے

حق پر حملہ کرنے جا رہے ہو۔ معلوم ہوا کہ ابھی آپ کو اور ضرورت ہے۔ اور چونکہ میں نے قناعت کے خزانے کو پالیا ہے۔ لہٰذا مجھے کسی چیز کی پروا نہیں۔ اِس لئے میں شہنشاہ ہوں۔ اور تمام دنیا میں میرا راج ہے۔ جہاں چاہوں جاؤں اور رہوں۔ اور چونکہ میں نے موت کا مطلب سمجھ لیا ہے۔ لہٰذا اس کا ڈر بھی نہیں۔ باقی نالائق کا جواب رہا تو وہ یہ ہے کہ اگر میں دنیاداری سے نالائق ثابت ہوا تو فقیری پائی۔

بادشاہ کے دل پر کڑکتے ہوئے سادھو کے لفظ بجلی کا اثر کر گئے۔ سواری سے اترا۔ اور فقیر کے چرنوں پر گرا۔ اور فوج کو واپس لوٹنے کا حکم دیا۔ اور باقی عمر قناعت میں بہ آرام بسر کی۔

فقیر اپنی شہرت چاہتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ نہیں۔ شہرت ہوتی ہے شہر میں رہنے سے۔ جہاں پر کہ ایک کثیر مجمع زن و مرد کا ہو اور وہاں خدا نخواستہ کوئی کلمہ زبان مبارک سے وقت مراقبہ کے نکل جاوے اور دنیادار اپنی مرضی کے موافق خیال و گمان میں لاکر طشت از بام پہنچاتے ہیں جس سے عارف کامل نہایت ملول خاطر ہو کر بستی کو خیرباد کہنا پسند کرتا ہے۔ بقول کسے

رہئے اب ایسی جگہ چلکر جہاں کوئی نہ ہو ۔۔۔ دشمنِ جاں ہو نہ کوئی مہرباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو آکر کوئی پوچھے نہ بات ۔۔۔ اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

جب فقیر کا مقولہ اسقدر تنہائی قیام کا ہے کہ جہاں کوئی آدم ہو نہ آدمی زاد تو شہرت کیا معنی رکھتی ہے۔ فقیر اپنی گوشہ گزینی میں ہی خوش ہے۔ چہ جائے کہ شہرت کا خواہاں ہو؟

درِ صحبت برائے خلق بہ بند ۔۔۔ ہوسِ فتح باب اگر داری
مرا ہر کس کہ بیروں مے کشد از گوشۂ خلوت ۔۔۔ ستمگار یست کز آغوشِ یارم مے کشد بیروں
ز چشمِ خلق نہاں دار کنجِ عزلتِ خود را ۔۔۔ مکن شیرازۂ صحبت کند وحدت خود را
دریں زماں کہ عقیم است حلیۂ صحبت ہا ۔۔۔ کنارہ گیر و غنیمت شمار عزلت را
خوش آں آزادہ کز مردم نہاں دارد فقیری را ۔۔۔ نسازد گوشۂ چشمِ توقع گوشہ گیری را
بہ توحید خدا ہم چوں الف گویاست تنہائی ۔۔۔ دوئی در پیشِ شرکت بے ہمتاست تنہائی
حافظ شوئی دست از دنیا مسپار در رہِ حق ۔۔۔ در شریعت نیست جائز بے وضو کردن نماز

(۲) سوال۔ فقیر کا دین کیا ہے۔ ؟ جواب۔ کسیکو نہ ستانا۔

(۳) سوال۔ فقیر کا طریقہ کیا ہے ؟ جواب۔ اپنے کو خیر سمجھنا

(۴) سوال۔ فقیر کا آئین کیا ہے ؟ جواب۔ کسی کی طرف داری نکرنا

(۵) سوال۔ فقیر کا دستور کیا ہے ؟ جواب۔ جو کہے وہی کرے۔

(۶) سوال۔ فقیر کی عبادت کیا ہے ؟ جواب۔ سب کو نیک صلاح دینی۔ کچھوے کی طرح ہر وقت چوکنا اور ہوشیار۔ کنول کے پتے کی طرح پانی سے الگ۔ ہوا کی طرح پکڑ میں نہ آنے والا۔ اور شیر کیطرح نڈر

بادشاہ اور فقیر کا مکالمہ

ایک لنگوٹ بند سادھو چلے جا رہے تھے کہ رستہ میں ایک پیسہ پڑا پایا۔ اِس خیال سے کہ یہ کسی حاجتمند کے کام آئیگا۔ اٹھالیا۔ اور حاجتمند کی تلاش کرنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ اپنا لاؤ لشکر لیئے کسی دوسرے ملک پر قبضہ کرنے کے لئے جا رہا ہے۔ مہاتما (عارف) نے جب دیکھا تو بھاگتے ہوئے بادشاہ کے پاس گئے۔ اور آنکے ہاتھ پر پیسہ رکھدیا۔ بادشاہ حیران ہوکر پوچھنے لگا۔

بادشاہ۔ ارے تو کون ہے ؟ فقیر۔ شہنشاہ۔

بادشاہ (حیرانی سے) کس سلطنت کا ؟ فقیر۔ تمام دنیا کا۔

بادشاہ۔ ارے بیوقوف تونے مجھے پیسہ کیوں دیا ؟ فقیر۔ غریب اور محتاج دیکھکر۔

بادشاہ۔ نہایت پریشان ہوگیا۔ اور غصہ میں بولا۔ ارے نالائق بادشاہوں سے مذاق کرتا ہے۔ کیا موت تو نہیں بلا لائی ؟ فقیر۔ موت تو میرے قبضہ میں ہے۔ بیچاری کی کیا طاقت۔ ہاں نالایق ضرور ہوں۔

بادشاہ۔ جوں جوں فقیر کی عجیب و غریب باتیں سُنتا حیران ہوا جا رہا تھا۔ آخر نرمی کے لہجہ میں پھر دریافت کیا کہ سائیں جی میں آپکا معمہ ابھی تک نہیں سمجھا۔ فقیر۔ رستہ میں جاتے ہوئے میں نے پیسہ پڑا پایا خیال کیا کہ کسی محتاج کو دیدونگا۔ آپکو حاجتمند میں نے سمجھا کہ اپنی بادشاہی پر بھی قناعت نکرکے دوسروں کے

عشق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تو آج دیکھے گا۔ کل دیکھے گا۔ پرسوں دیکھے گا۔ یعنی اس روز آپ کو سولی دیدی۔ دوسرے روز آپکی لاش کو جلایا گیا۔ تیسرے روز خاک کو ہوا میں اُڑایا گیا۔

جب آپ کو سولی پر چڑھانے لگے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ آپ نے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھائے اور قبلہ کی طرف منہ کرکے جو کچھ چاہا۔ پایا۔

سولی پر چڑھانے سے پہلے آپ پر پتھر برسائے گئے۔ مولانا شبلی نے ایک پھول آپ پر دے مارا اسوقت آپنے ایک آہ کھینچی

لوگوں نے پوچھا کہ اسقدر اصحاب نے آپ پر پتھر برسائے۔ آپ نے زبان سے اُف تک بھی ۔ لیکن ذرا سے پھول پر آپنے اسقدر رنج والم کا اظہار کیا۔ اِسکے جواب میں آپنے فرمایا کہ لوگ نہیں جانتے اِس سبب سے لیکن شبلیؒ جانتے ہیں کہ نہیں پھینکنا چاہیئے اسکے باوجود انہوں نے پھینکا۔ جس سے مجھے بیحد تکلیف ہوئی۔ پھانسی دیتے وقت سولی کی سیڑھی پر آپکے ہاتھ کاٹے گئے۔ آپ ہنسے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ ہنسنے کا کون مقام ہے۔ آپنے کہا کہ یہ ظاہری ہاتھ کاٹنے تو آسان ہیں۔ اگر آپ میں سے کسی میں ہمت ہو تو ہمارے صفات کے ہاتھوں کو کاٹے۔

پھر آپکے دونوں پاؤں کاٹے گئے۔ اسپر بھی آپ مسکرائے اور سبب پوچھنے پر آپنے کہا کہ میں نے دنیا کا سفر ان پاؤں سے کیا ہے۔ لیکن انکے علاوہ دوسرے قدم بھی رکھتا ہوں۔ جو اب بھی دونوں جہان کا سفر کر سکتے ہیں۔ اگر تم میں قدرت ہے تو ان قدموں کو بھی کاٹ ڈالو۔ آپ اپنے دونوں خون آلودہ ہاتھ منہ پر ملتے تھے جس کے سبب سے آپکی کلائیاں اور سینہ خون سے لتھڑ گیا تھا۔ لوگوں نے آپسے کہا کہ آپ کسلئے ایسا کرتے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ میرے جسم سے بہت سا خون بہ گیا ہے۔ پس میرا خیال ہے کہ میرا منہ زرد ہو گیا ہوگا۔ شاید تمہیں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ زردی خوف کے سبب سے ہو۔ اِس واسطے میں خون منہ پر ملتا ہوں کہ تمہاری نظروں میں سرخ دکھائی دوں۔ کیونکہ مردوں کا چہرہ کا اُبٹنا اُن کا خون ہے۔

اِسکے بعد آپ کی آنکھیں نکالی گئیں۔ ناک اور کان بھی کاٹے گئے۔

مغرب کیوقت خلیفہ کا حکم آیا کہ اس کا سر تن سے جدا کردو۔

سر کٹنے کے وقت آپنے قہقہہ مارا۔ اور جان بحق ہوگئے۔

اسکے بعد ہر ایک عضو کو پارا پارا کیا گیا۔ صرف ایک گردن اور پشت باقی رہ گئی۔ لیکن گردن اور پشت

جیل سے دو رات غائب۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس رات آپ قید ہوئے اسی وقت لوگوں نے جیل خانہ میں دیکھا۔ کہ آپ بالکل گم تھے۔ جس مکان کے گوشہ میں آپ کو قید کیا گیا تھا۔ اس کو اور تمام جگہ کو چھان مارا۔ آپ کا کہیں پتہ نہ ملا۔ آخر کار لوگ تھک کر چلے گئے۔ دوسری رات کو پھر آپ کو دیکھنے گئے تو انہوں نے دیکھا۔ کہ نہ تو قید خانہ ہے نہ آپ ہیں۔ اس سے اور زیادہ حیرانی ہوئی۔ تیسری رات آکر لوگوں نے جو دیکھا۔ تو دیکھتے کیا ہیں۔ کہ قید خانہ بھی موجود ہے اور آپ بھی موجود ہیں۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ اول رات آپ کو قید خانہ میں ڈھونڈا۔ آپ کہیں نہ ملے۔ دوسری رات پھر آپ کو ڈھونڈا نہ تو جیل خانہ کا پتہ لگا۔ نہ آپ کا۔ تیسری رات ہم آپ کو بھی دیکھتے ہیں۔ اور جیلخانہ کو بھی۔ اس راز سے مطلع فرمایئے۔ آپنے جواب دیا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ پہلی رات میں حضور میں تھا۔ اور دوسری رات خود حضور یہاں جلوہ گر تھے۔ اِس لئے قید خانہ بھی گم تھا۔ اب مجھے پھر یہاں لائے ہیں۔ فقط شریعت کیواسطے۔ پس آؤ! اپنا کام کرو!!

قید خانہ نے رستہ دیدیا۔ ایک رات قید خانہ میں تین سو آدمی قید تھے۔ آپنے اُن سے کہا کہ اے قیدیو میں تم کو رہا کردوں۔ اُنہوں نے جواب میں کہا کہ آپ ہمکو تو کیا رہا اور آزاد کرینگے۔ پہلے آپ تو رہا اور آزاد ہوجایئے۔ آپنے اُسکے جواب میں کہا کہ میں خداوندی قید میں ہوں۔ اور شریعت کا لحاظ رکھتا ہوں۔ اگر چاہوں تو ایک اشارہ سے یہ سب طوق اور بیڑیاں توڑ ڈالوں۔ اِسکے بعد آپنے اُنگلی کا اشارہ کیا۔ اشارہ کے ساتھ ہی اُنکی سب بیڑیاں ٹوٹ گئیں۔

اِسکے بعد اُن قیدیوں نے کہا کہ ہم اب کدھر جائیں۔ کیونکہ دروازہ تو بند ہے۔ آپنے ایک اور اشارہ کیا تو چاروں طرف کھڑکیاں نظر آنے لگیں۔ پھر آپنے فرمایا لو اب چلے جاؤ۔ قیدیوں نے کہا کہ آپ نہیں چلتے۔ آپنے اِس کا جواب یہ دیا کہ ایک ایسا راز ہے کہ بغیر سولی چڑھے اس کا حل ہونا ممکن نہیں۔

حکام نے صبح آکر دیکھا تو کسی قیدی کا پتہ نہ لگا۔ جب یہ خبر خلیفۂ وقت کو پہنچی تو حکم دیا کہ اُنہیں تین سو درّے مار کر فوراً قتل کر ڈالو۔

ملازمان نے آپ کو جیل سے نکالا۔ اور کوڑے مارنے کے بعد آپ کو سولی پر لے گئے۔ اس وقت ایک لاکھ آدمی جمع تھے آپ سب کی طرف دیکھتے تھے اور کہتے تھے۔ حق۔ حق۔ حق۔ انا الحق۔ ایک درویش لوگوں کی جماعت کو چیرتا ہوا آپکے سامنے آیا اور اُسنے آپ سے دریافت کیا۔

ہزار آدمیوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ آپ کی اس کرامت سے سب لوگ حیران ہو گئے۔

اسی سفر میں ساتھیوں نے آپ سے کہا کہ حضرت خواجہ دل چاہتا ہے کہ ہم تازہ کھجوریں کھائیں۔ آپ اسی وقت کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جس طرح خرمے کے درخت کو جھاڑتے ہیں۔ اس طرح مجھ کو جھاڑو۔ لوگوں نے آپ کے جسم کو ہلانا شروع کیا کہ تڑا تڑ کھجوریں گرنی شروع ہو گئیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت ہمارا دل تو انجیریں کھانے کو چاہتا ہے۔ آپ نے ہاتھ پھیلایا۔ آپکے ہاتھ میں ایک طباق آگیا جو انجیروں سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ آپ نے وہ طباق انکے آگے رکھدیا۔

سب سے دلچسپ واقعہ حلوائے طباق کا ہے۔ کچھ لوگ حلوائے گرم کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے اسی طرح ہاتھ پھیلایا۔ اور گرم حلوے کا طباق اُنکے سامنے رکھدیا۔ جب لوگوں نے اس طباق کے حلوے کو کھایا۔ تو سب آپ سے کہنے لگے۔ حضرت ایسا حلوا تو بغداد کے باب الطاقہ میں بنتا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میرے نزدیک باب الطاقہ۔ بغداد۔ اور جنگل سب برابر ہیں۔

اس سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اُسی وقت بغداد کے حلواے کا گرم طباق غائب ہو گیا۔ اُسنے وہ تاریخ لکھ لی۔ چند روز بعد جب آپ کا قافلہ بغداد میں آگیا۔ تو وہ طباق آپکے ہمراہیوں کے پاس اُس حلوائی نے دیکھا۔ اس نے اِن سے پوچھا۔ آپکے پاس یہ طباق کہاں سے آیا۔ اُنہوں نے کل حال معہ تاریخ کے بیان کردیا۔ حلوائی نے جب طباق کے گم ہونے کی تاریخ دیکھی تو واقعی وہی روز تھا۔ حلوائی پر آپ کی اس کرامت کا بہت اثر ہوا۔ اور وہ آپ کا مرید ہو گیا۔ اَنَا الحق کا نعرہ۔ آپ خدا تعالیٰ کی یاد میں اسقدر مشغول ہوئے کہ اپنی ہستی کو بھی بھول گئے تھے۔ اُنہیں اپنی اور خدا کے درمیان کوئی تفاوت نظر نہیں آتی تھی۔ وہ حق حق۔ حق۔ اناالحق کا نعرہ لگاتے تھے۔ یعنی میں خدا ہوں۔ آپکے اِس نعرہ کے خلاف متعصب مسلمان بڑے جوش میں آئے۔ اور آپ پر جادوگر اور کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ لیکن آپنے اِسکی شمہ بھر بھی پرواہ نکی۔ اور اپنے حال میں مست رہے۔ علماء وقت کی مخالفت آپ کو بڑی مہنگی پڑی۔ انہوں نے خلیفہ وقت کے کان بھرنے شروع کئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ کے حکم سے آپ ایک سال قیدخانہ میں رہے۔

اِس عرصہ میں لوگ برابر آتے جاتے تھے۔ اور آپ سے دقیق مسائل دریافت کرتے تھے۔ اُنہیں مزید تنگ کرنے کے لئے خلیفہ کا حکم ہو گیا کہ کوئی آپکے پاس نہ جائے۔ چنانچہ پانچ ہفتہ تک کوئی آدمی آپکے پاس نہیں گیا۔ آپ پر زور ڈالا گیا کہ آپ معافی مانگ لیں۔ لیکن آپنے کہا کہ میں معافی مانگنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا

کے مانند ہیں۔ جو اس میں پوشیدہ خزانے کی تلاش کرتا ہے۔ وہی گوہر مقصود کو پاتا ہے۔

منعم میں مرتا ہے انساں ان عوالوں کے لئے — خوبصورت خوشنما پتھر کے دانوں کے لئے
دے رہا ہے وہ حرم کو کتنا بڑا اندھیر ہے — شیر ہو کر حرص کے گیدڑ کے آگے ڈھیر ہے

عارفِ کامل حضرت شاہ منصورؒ

ہر ہم گیانی بن جانا آسان ہے مگر عامل ہونا مشکل و مشکل ہے۔ آفریں ہے اُن اشخاص پر جو جسم و جان کی پرواہ نہ کر کے ثابت قدم رہے۔ عارفوں میں بہت سے اشخاص ہوئے ہیں مگر اس وقت میرا مطلب حضرت شاہ منصور سے ہے کہ عشق حقیقی کے سودائی اوائل عمر میں ہوئے ہیں۔ یعنی اٹھارہ سال کی عمر سے ہی آپکے دل میں عشق الہٰی موجزن ہوا۔ اور زمانہ کے بزرگوں اور عالموں کی تلاش شروع کی۔ حضرت جنید بغدادی نے آپ کو خلوت اور سکوت کی تعلیم دی۔ کچھ عرصہ آپ اِنکی صحبت میں رہے۔ اسکے بعد پھر حجاز کا سفر کیا اور ایک سال تک وہاں مجاور رہے۔

ایک خوفناک پیشگوئی۔ بعد ازاں آپ جماعت صوفیان کے ہمراہ بغداد میں رونق بخش ہوئے اور آپنے اس موقعہ پر اپنے استاد حضرت جنید سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے اِس مسئلہ کے متعلق جواب نہ دیا۔ صرف اتنا کہا کہ تو لکڑی کا سر بہت جلد سرخ کریگا۔ اِس کا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب تھا کہ تو عنقریب سولی پر چڑھایا جائے گا۔ چنانچہ حضرت جنید کی پیشگوئی حرف بہ حرف پوری ہو کر رہی۔ جب حضرت کو اپنے مسئلہ کا جواب نہ ملا تو آپکو اس سے سخت ملال ہوا۔ اور آپ اپنی بیوی کو بغیر اجازت حضرت "جنید" ہمراہ لیکر "طشتر" تشریف لے گئے۔ اور وہاں ایک سال تک قیام کیا۔ آپکی بزرگی کشف و کرامات کو دیکھ کر بہت سے لوگ آپکے معتقد ہو گئے۔ اور آپ کی خدمت میں مصروف ہوئے

کشف و کرامات۔ آپکے کشف و کرامات کے متعلق بہت سی روایتیں مشہور ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپ چار سو صوفیوں کے ہمراہ جنگل میں سفر کر رہے تھے۔ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز کھانے پینے کو میسر نہ آیا۔ سب لوگ بھوک سے مجبور ہوئے تو انہوں نے آپ سے یہ گذارش کی کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ بھنی ہوئی سری کھائیں۔ آپنے سب کو حکم دیا کہ قطار در قطار بیٹھ جائیں۔ بعد ازاں آپ ہر ایک کے پاس گئے آپ پیچھے ہاتھ کرتے تھے اور ہر ایک کے سامنے دو روٹیاں و [illegible] بھنی ہوئی سری رکھ دیتے تھے۔ اسی طرح

مشتعلی ضرور کوئی چمتکار تھا۔ یا تو وہ آپ تھا۔ یا کوئی اُس کا سیوا بردار تھا۔ بالک کی تلاش کو نکلے۔ اب وہ بالک کہاں۔ کام کیا اور چلتے بنے ؎

چلے آئے کہ اپنے بھگت کو رستہ دکھاتا تھا
ٹھہرتے وہ کہاں سوچ کا بھی دیپک جلاتا تھا

پریم بدھ کتھا کیرتن کے بڑے شیدائی تھے۔ لوگ بھی اُنکے بڑے اُتو پائی تھے۔ کتھا رنگ جماتے تو مرد و عورت جوق در جوق پروانوں کی طرح پریم کی شمع پر آکر منڈلاتے۔ چمگادڑ کو روشنی سے عداوت ہے پاپی کے دل میں ہمیشہ دہرم کی بغاوت ہو۔ کسی چغلخور نے بادشاہ کے پاس چغلی کھائی کہ پریم بدھ کتھا کے بہانے راگ رنگ کی محفل جماتا ہے۔ عورتوں کو بہکا کر لے جاتا ہے۔ بادشاہ کے ہاں بھگت کی طلبی ہوئی۔ ایک طرف پاپیوں کا ہجوم۔ دوسری طرف اکیلا معصوم۔ عذرداری کا کیا اُٹھے۔ بادشاہ سلامت بھی غصہ میں تلملا اُٹھے۔ دشتوں کے عذر کو پسند کیا۔ پریم بدھ کو نظربند کیا۔

درد انگیز اور دہیک ہے کہانی دھرم کی
پاپیوں کے ہاتھ سے ہوتی ہے ہانی دہرم کی

پاپ کی سیوا کا پھل میٹھا ہے پاپی کے لئے
اور ہے کشٹوں کا کارن پاسبانی دہرم کی

رات کو بھگوت نے بھیانک روپ دھارن کر خواب میں بادشاہ کو درشن دیا۔ اور کہا کہ تو چین سے سوتا ہے۔ یہاں مارے پیاس کے زبان پر چھالے ہیں۔ دل و جگر پر بھالے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ آبدار خانے سے جتنا جی چاہے پی لو۔ پیٹ بھر کر نوش کر لو۔ بھگوت کو کرودھ آیا۔ اور ایک لات جڑ دی کمبخت وہ ناپاک پانی ہم کو پلاتا ہے۔ ہمارے پلاؤ کو بندھن میں ڈالدیا۔ آپ لمبی تانے پلنگ کے جشن اُڑاتا ہے ؎

انصاف کا بھی کیا تو نے ہے عہد پالا
جو بھگت تھا ہمارا اُس کو بلا میں ڈالا

بادشاہ کی آنکھ کھل گئی۔ فوراً قیدخانہ میں گیا۔ پریم بدھ کے پاؤں پکڑے۔ معافی مانگی۔ کہا میں نے غلطی کی۔ بھگت کو عذاب دیا۔ بھگونت کو ناراض کیا۔ جاؤ جلدی تشریف لیجاؤ۔ پیاسوں کی پیاس بجھانے والا پانی کو ترستا ہے۔ واقعی بھگوان بھگتوں کی رکھشا کے لئے ذرہ ذرہ میں بستا ہے۔

کس کا دکھ ہے اور کسے لالے پڑے ہیں جان کے
بھگت کو کانٹا چبھا اور درد اُٹھا بھگوان کو

بادشاہ نے تحفے تحائف دینے کی کوشش کی۔ وہاں بھگتی کے رستہ جانے والے فقیری کے تخت کے بادشاہ دونوں جہان کو ٹھوکر مار بیٹھتے تھے۔ شاہی زر کو ہاتھ نہ لگایا۔ واقعی عارف لوگ کھنڈروں میں خزانوں

وہ زرداروں کی دنیا لئے وتی کو کیا سمجھتے ہیں — غمی کو جو خوشی اور موت کو جینا سمجھتے ہیں

ایک پریم ندھ نامی شخص تھا۔ اور ہری بھجن کا متوالا تھا۔ سچائی ڈھونڈنے والا تھا۔ نام کا فقیر تھا۔ لیکن دنیا دلی میں بے نظیر تھا۔ شانت مزاج اور گمبھیر تھا۔ نت نیم بھی معقول تھا۔ صبح سویرے منہ اندھیرے جمنا جی سے گھڑا بھر لاتا۔ اور اپنے اشٹ دیو کو نہلا کر پوجا پاٹ میں مصروف ہو جاتا تھا۔

صرف خواہش تھی دنیا میں تغیری اور گدائی کی — تعلق سب سے توڑا مرلی دھر سے آشنائی کی

ایک روز برسات کی وجہ سے کیچڑ بہت تھی۔ خیال کیا طلوعِ آفتاب سے پہلے جمنا جی پر جانے میں تو گر پڑنے کا ڈر ہے اور طلوعِ آفتاب کے بعد جائیں گے۔ تو جل کے سپرش سے ناپاک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ چلو جو سر پر آ گئی جھیلیں گے۔ کیچڑ میں گر پڑے تو جان پر کھیلیں گے۔ نت نیم کا چھوڑنا پریمی کی توہین ہے۔ سُکھ دُکھ بھگوان کی اچھا کے آدھین ہے

جو پریمی ہیں وہ قدرت کی بلاؤں سے نہیں ڈرتے — جو ہیں عارف جفاکش وہ جفاؤں سے نہیں ڈرتے

مصیبت کے مقابل بھی وہ سیدھے تیر جاتے ہیں — وہ آدھی رات کو دریا کی چھاتی چیر جاتے ہیں

بر توکل گھر سے چل پڑے۔ بھگوان اپنے پریمیوں کی درد شا کہاں دیکھ سکتے ہیں۔ اس اٹل شردھا اور وشواش سے خوش ہو کر بھگوان ترلوکی ناتھ نے بھگت کی رکھشا کے لئے مشعلچی کا سوانگ بھرا۔

وہ دیکھے بھگت کو ڈوکھ میں تو پھر بیٹھا نہیں رہتا — وہ رستہ اور کی امداد کا تکتا نہیں رہتا

سنگھاسن چھوڑ کر اپنا وہ ننگے پیر آتا ہے — جہیر ساگر کو کشتی کے بنا وہ تیر آتا ہے

پریم ندھ جی نے دیکھا۔ ایک خوبصورت بالک ماہ وَ مہری روپ سے مشعل اٹھائے آگے آگے جاتا ہے۔ (واہ بھگتوں کے درد کا اتنا خیال) سارے کام چھوڑ چھاڑ کر مشعلچی بن گئے۔ خیر یہ تو کوئی ایسا ویسا کام نہیں۔ بھگت بتسل بھگتوں کے لئے کیا نہیں کرتا۔

کبھی مزدور بن کر بھار بھگتوں کے اُٹھاتا ہے — کبھی بنتا ہے نائی پیر دشٹوں کے دباتا ہے

وہ بھگتوں کے لئے دنیا میں لاکھوں روپ بھرتا ہے — نہیں جو کام کرنے کے انہیں بھی آپ کرتا ہے

پہلے تو بھگت کو مغالطے میں رکھا۔ پریم ندھ نے سمجھا۔ کوئی نوکر مالک کو چھوڑ گھر آتا ہوگا۔ یا چوراہا مؤشیوں کے کھولنے کو جاتا ہوگا۔ خیر مشعلچی نے پریم ندھ کو جمنا تٹ پر پہنچایا۔ پھر لوٹ کر بھی ساتھ آیا۔ پریم ندھ نے گھڑا سر سے اتارا۔ تو محبت کے جذبہ نے جوش مارا عجب ماہ وَ مہری صورت کا خیال آیا۔ سوچا پوچھو تو سہی۔

بھگوان کپل کیلا کر چشنے کہ بس نارد جی تُم میرے بھگت بنتے ہو۔ اتنا کام بھی نہ ہو سکا۔ مَیں بتاؤں کون میرا سچا بھگت ہے۔ وہ جو دنیا میں رہتے ہوئے اور دنیوی کام کرتا ہوا مجھے نہیں بھولتا۔ جیسا حال خود دیکھ آئے ہو۔ نارد جی آرتے شرمندہ ہو کے بیٹھے رہ گئے

راجہ بھرتری کا گیان

شاعرانِ نکتہ رس اِس بات سے واقف نہیں
اندھ کو بھی دھرم سے اپنے پتت جس نے کیا
شمع پر گرتا ہے اک پروانہ آکر بے تمیز
گوشت کھانے کا نگل جاتی ہے مچھلی بھی کبھی
ہو گئے ہیں پھر بھی ہم سنسار کے وشیوں کو جو
ہے کوئی ایسا کہ جس نے خلق کو پیدا کیا
اور کوئی ایسا بھی اس سنسار میں پیدا ہوا
ہیں کوئی ایسے بھی جو چودہ بھون ہیں پالتے
اور یہاں ہم ہو کے مالک ایک چھوٹے گاؤں کے
وصل میں جسکے کہ از خود رفتگی موجود ہو
اور بے چینی بھی جسکی دید میں ہو بےگمان
اِن سے بڑھ کر ہو نہیں سکتا کبھی آبِ بقا
نوشدارو سے یہ بہتر ہیں اگر الفت کریں
جیسے گنگا سورگ سے شیو جی کے مستک پر گری
پھر زمیں سے رفتہ رفتہ جا سمندر میں ملی

نازنینانِ جہاں کو کہتے ہیں آبلا کہیں
ہم اُسے ابلا کہیں کس طرح پھر سوچو ذرا
کیونکہ وہ واقف نہیں یہ ہے جلا دینے کی چیز
جانتی وہ بھی نہیں ہے یہ کہ میں مر جاؤنگی
ہم پہ روشن گرچہ اچھی طرح ہیں اُنکے عیوب
اور حفاظت میں کسی نے اسکی ہے حصہ لیا
جس نے اسکو فتح کرکے دوسروں کو دیدیا
پرورش کرتے ہیں جو دنیا کی دل اور جان سے
کس قدر مغرور ہو جاتے ہیں مغرور ہمکو دیکھئے
اور جسکی یاد میں آرام بھی موجود ہو
ہے تعجب ایسی عورت کو کہیں جانِ جہاں
چشمۂ زہرِ ہلاہل بھی نہیں اِن سے سوا
اور اگر ناراض ہوں تو زہر سے بدتر ہیں
اور وہاں سے کوہ پر پھر آ زمین پر گر پڑی
گرتا جاتا ہے سدا اس طرح جاہل آدمی۔

بھگت پریم ندھ

اُنہیں پرواہ کسی کی ہے جو دنیا چھوڑ بیٹھے ہیں
وہ سکھ ہو یا کہ دُکھ دونوں سے رشتہ توڑ بیٹھے ہیں

ایک گھنٹے کے بعد نارد منی ایک صاف ستھرے کمرے میں براجمان تھے۔ اُن کے آگے چمکتے ہوئے برتنوں میں دودھ۔ مکھن۔ پھل وغیرہ افراط سے رکھے ہوئے تھے اور چمار دست بستہ [illegible] بیٹھا ہوا تھا

نارد منی کی واپسی پر بھگوان نے مہرشی کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ "دیکھ آئے میرے بھگت کو؟"

نارد منی نے منہ بسور کر کہا۔ واہ کس کو آپ نے سچے بھگت کا خطاب دے رکھا ہے!

بھگوان نے کہا۔ مہرشی کیا اُس میں کوئی بات نہیں دیکھی؟

نارد منی نے کہا جی ہاں۔ پرانی لکیر کا فقیر۔ پٹینا شام تک جوتے سیتا رہا۔ ہاں میری خاطر خوب کی اس میں شک نہیں۔ مگر آپ کا نام تک نہیں لیا۔ میں نے یہی دیکھا کہ شام ہونے پر بھی لگائے ہیں باندھے گٹھری کی گر چمارن کو دی۔ اور وہ کھانا بنانے لگی۔ اور یہ ادھر ادھر کے چھوٹے موٹے کام کرنے لگا۔ اتنا خیال بھی تو نہ کیا کہ مہمان کو تمام سامان مہیا کر دینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ اُس سے باتیں کرنا۔ دلجوئی کرنا بھی مہمان نوازی میں شامل ہے۔ ہاں تو جب سب کام ختم ہو چکا۔ بچے کھا پی کر سو گئے۔ چمار مجھ سے پوچھنے آیا۔ میں اُس وقت پھل۔ دودھ۔ کھا پی چکا تھا۔ مجھے ترپت (سیر) ہو کر کھا پی کر لیٹے ہوئے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔ پھر معافی مانگ کر خود کھانے گیا۔ ایک پندرہ بیس منٹ بعد وہ پھر میرے پاس آیا۔ وہ گٹھری پر ہی کو بیٹھا رہا۔ میں نے اُس سے کئی سوال کئے۔ اُس کا ایک جواب بھی مجھے "سچا بھگت" ہونے کا ثبوت نہ دیتا تھا۔

بھگوان نے پھر پوچھا کہ میرا نام اُس نے ایک دفعہ بھی نہیں لیا؟

مہرشی نارد۔ ہاں اب یاد آئی۔ سوتے وقت بستر پر لیٹے لیٹے اتنا ضرور اُسکو میں نے کہتے سُنا۔ "جے بھگوان" تیرا کام تیرے ساتھ۔ میرا میرے ساتھ" پھر خراٹے لینے لگا۔

بات کو ٹال کر بھگوان نے نارد سے کہا۔ ایک کام ہے۔ کیا کر سکتے ہو؟

مہرشی نارد۔ جی حکم! بھگوان۔ میرے لئے ایک برتن میں دودھ لاؤ۔ برتن دودھ سے لبالب ہو اور زمین پر ایک بوند گرنے پائے ورنہ میں نہیں پیوں گا۔

مہرشی نارد۔ ابھی لیجئے۔

دودھ کا برتن ہاتھ میں تھا۔ لبالب بھرا ہوا۔ نارد منی کی آنکھیں برتن پر جمی ہوئی تھیں۔ پاؤں آہستہ آہستہ اُٹھاتا تھا مگر جب بھگوان کے قریب آئے تو ایسی ٹھوکر لگی سارا دودھ زمین پر گر کر غائب ہو گیا۔

پسوتڑ وا لیں تھیں کہ آیندہ ایسی غلطی نہ ہونے پائے۔

سورداس بھگوان کرشن کے پورے بھگت تھے۔ اور انکا تمام کلام بھگوان کرشن کی حمد و ستائش سے بھرا ہوا ہے۔ اس کا نقطہ نقطہ اِس بات کا گواہ ہے کہ انکی بھگتی کتنی اونچی اور سچی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک موقعہ پر بھگوان کرشن نے سورداس کو درشن دیئے۔ سورداس نے انکا بازو پکڑ لیا۔ مگر بھگوان کرشن نے جھٹکا دیکر اپنا بازو چھڑا لیا۔ اِس پر سورداس نے یہ دوہا کہا۔

ہاتھ چھڑائے جات ہو۔ نبل جان کے موہ ہردے میں سے جائیو تو مرد بدونگو توہ

مطلب ہے۔ تم مجھے کمزور سمجھ کر بازو چھڑا کر تو چلے گئے۔ لیکن میں تمہیں مرد اس وقت کہوں گا جب تم میرے ہردے سے نکل جاؤ۔

شورداس کا مجموعۂ کلام "سور ساگر" کے نام سے مشہور ہے۔ جو تقریباً بارہ ہزار چھوٹی بڑی نظموں پر مشتمل ہے۔ اِن نظموں کو مذہبی اصطلاح میں "پد" کہتے ہیں۔ انکا کلام خاص "برج بھاکھا" ہے۔ اور بلحاظ حقیقت نہایت اعلیٰ ہے۔ لیکن تاہم نہایت سادہ ہے +

بھگت منوچمار

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ناروؔ نے بھگوان سے سوال کیا کہ آپ کا سچا اور پیارا بھگت کون ہے؟

بھگوان نے جواب دیا کہ منوچمار۔ نارو منی نے کہا۔ اُس میں ایسی کیا خوبی ہے؟

بھگوان نے جواب دیا۔ خود ہی جا کر دیکھ لو۔

دوسرے دن نارد منی دوارکا کے نزدیک ایک گاؤں میں منوچمار کے دروازے پر آکر کھڑے تھے "منوچمار یہیں رہتا ہے" اُنکے سوال کا جواب منوچمار نے خوب دیا۔ منوچمار سوئی کی نوک سے چمڑے میں چھیدکر رہا تھا۔ نارو منی نے کہا منو شام ہونے والی ہے۔ اب میں اِس وقت کہاں جاؤنگا۔ اگر کچھ انتظام کرو تو رات کاٹکر صبح چل دونگا۔

منوچمار کا چہرہ ایسے کلمات سنکر چمک اُٹھا۔ تاگا۔ سوئی۔ چمڑا زمین پر پٹخ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ "دھن بھاگ مہارشی آج میری کٹیا میں پاؤں کی دُھول دینگے"

وہ دوڑا دوڑا گیا۔ چمارن کو کہا۔ تھے کی ماں تیری تقدیر جاگ گئی۔ بھگوان ہمارے گھر آئے ہیں

کوی مالا

سورداس کے سمے تھے جو کوی مہان (۱) اُن سب سے بڑھ کر سنے انہیں کرت ستمان

اُولی رام - اکبر - اگر - درشن کوی - کرنیش (۲) چھتر - بہاری - گوشپ کوی - ودین آنند - امریش

آسکرن - اجیبس آر - قادر - کیشوداس (۳) تودر - گوبند - جیت کوی - چرن - چتر بھجداس

جیون - کیشو - تاج کوی - ہولرائے - کوی کھیم (۴) جودھا - جیتی - جینا سکھی - کرشن داس - کوی جیم

اُمرت - خانخانان - جگجن - اودھو رام - کمان (۵) جمال الدین - جگت نند کوی - گوبند داس - جمال

جمال دین - کلیان کوی - فیضی - برہم - بہیم (۶) ابھے رام - پرسدھ کوی - وتھل - وپل - رحیم

امر سنگھ - گھنشام ہوں - ویلد - نروتم داس (۷) چیت - چند - گووند بھیٹ - سوکوی ودیا داس

ہری داس - ہری ناتھ لوکی - مان رائے - رگھو ناتھ (۸) سلر گنیش - کبیرار - بھلا ور - کوی ناتھ

دامودر - ودا رکوی - دولت - ناگر داس (۹) نند - ہت ہری - ولس کوی - سین - نراینداس

چیت سوامی - بھگوت رسیک - چھتر بہاری لال (۱۰) مصر داوہر - مان سنگھ - لدمن - موتی لال

پتانبر - اندر جیت - پرتھوی راج کو جان (۱۱) لچھمی نارائن - ہری - بلی بھدر - کومان

وٹھل ناتھ - وشوناتھ کوی - پرم ناتھ پرودہن (۱۲) بھگوانداس - منوہرا - پرمانند - نوین

نانک چند - نہال کوی - مکند - مبارک - ویر (۱۳) دیو - وینیش - دان کوی - تے ہی - توشی - دیر

شری پتی - جدید - بھگتی میں ہوں - نہ کچھ سکھات (۱۴) تا پی کوی تان میں کہاں سمنا کچھ نہ لکھات

ودیاپتی - آوک کوی ان جتنے سبجے تجان (۱۵) کا ویہ باؤ میں سور سم - تلسی ایک پرمان

(نوٹ) (۱۰۸) پرانی اونچی چوٹی کے کوی - یعنے شاعروں کے نام ۔

بھگت سورداس جی

سورداس ایک ایشور پریمی اور ہندی شاعر ہوا ہے جسکے نام سے سبھی واقف ہیں۔ وہ آنکھوں سے لاچار تھے۔ بعض روایت اس طرح بھی کرتے ہیں کہ پیدائشی اندھے تھے۔ کسی کا مقولہ ہے کہ وہ عالم شباب میں کسی عورت پر عاشق ہو گئے تھے۔ اور اپنے کو اسکے جال میں پھنسا دیکھ کر سوئے لیکر اپنی آنکھیں

مکت آنند کامنی کنک کلنک (۸۵) اِن سے ہٹ پھر ہو نہ شنک

مکت آنند سب الشیور کے لال (۸۶) خوش ہو ملیں باہیں گل ڈال

مکت آنند سب میں صاحب تیرا (۸۷) گھٹ گھٹ میں کیا ہے ڈیرا

مکت آنند بات مکت کی سن لے (۸۸) گیان دھیاں دونوں تو چن لے

مکت آنند سب سے میٹھا بول (۸۹) بات یہی پوری انمول

مکت آنند جھوٹی باتیں چھوڑ (۹۰) سب دھرموں کا یہی نچوڑ

مکت آنند جب ترشنا تج دیوے (۹۱) نام سُرگ کا پھر کیوں لیوے

مکت آنند بولو مکھ سے سانچ (۹۲) پھر تو بید ھرک نگا ناچ

مکت آنند تو ہی، سب کی سہہ لے (۹۳) جی چاہے جو کوئی بولے

مکت آنند گھٹ میں دھارو نام (۹۴) سرب میں دیکھو بھگوان

مکت آنند برہم گیانی ناتھ کا ناتھ (۹۵) برہم گیانی کا سب اوپر ہاتھ

مکت آنند سب سے میٹھا بول (۹۶) تیرا کیا لگے کا مول

مکت آنند یہ جگت ہے سپنا (۹۷) اِس دلدل میں نہیں پھنسنا

مکت آنند سیوا کرو گروں کی (۹۸) تیری کایا کریں اروگی

مکت آنند من کو مارو (۹۹) اور آتم تتو بچارو

مکت آنند چلنے کی اب باری (۱۰۰) چھوڑو دُنیا کی یاری

مکت آنند کی انہد باتی (۱۰۱) جو سُن پائے ہوئے گیانی

مکت آنند لالوں کا لال (۱۰۲) جا کے پاس نہ آوے کال

مکت آنند ہوا ہے گیانی (۱۰۳) گورو گوبند جیوں کی سُن بانی

مکت آنند ہوا سنیاسی (۱۰۴) سوامی کرشناں چاریہ برہم نشٹھ انباشی

مکت آنند چڑھاؤ رنگ (۱۰۵) جو دیکھے ہو جاوے دنگ

مکت آنند سب کا پیارا (۱۰۶) جو رکھتا الشیور کا ہے سہارا

مکت آنند بھجن کرو دن رین (۱۰۷) تم پاؤ گے سُکھ اور چین

مکت آنند اُدار کا دھیان

پنڈت بیرومل کا گیان

مکت آنند آتم گیانی پھکڑ (۶۲) بیٹھے چوراسی کا چکر
مکت آنند آتم گیانی مول (۶۳) بچن سنا کر میٹیں بھول
مکت آنند آتم گیانی برلا (۶۴) بن آتم گیانی سب کا البہ
مکت آنند آتم گیانی سے کر پیار (۶۵) ہردم سنو بات دو چار
مکت آنند آتم گیانی پر قربان (۶۶) خوش ہو پد دیوے نربان
مکت آنند تو چل سیدھی چال (۶۷) چھل فریب مت کر کوئی جال
مکت آنند کیوں ہوتا مغرور (۶۸) سب کو مرنا ہے بالضرور
مکت آنند کہیں شبھ جب ہوئی (۶۹) سب سے بڑی خوشی یہ ہوئے
مکت آنند ترشنا کر ایک گھاٹ (۷۰) پھر سب کوئی سنتا بات
مکت آنند جو بن جاویں سنت (۷۱) سکھ ہوگیں بڑا انت
مکت آنند جب ہووے نشکام (۷۲) پھر تو تو ہی تیرا ہے رام
مکت آنند سانچ بول کر کھاؤ (۷۳) سرگ لوک کو سیدھے جاؤ
مکت آنند من کو کرو پونیت (۷۴) جیسا شُتر ویسا میت
مکت آنند مرنے کو رہو طیار (۷۵) دیہہ ہووے اخر کو چھار
مکت آنند کال گھٹا کا گھیرا (۷۶) کیوں کرتا پھرے میرا تیرا
مکت آنند کہیں کس سے توجدا (۷۷) وید پکاریں تو خود خدا
مکت آنند سب تیرا سنکلپ (۷۸) اِس میں مت کر ذرا بکلپ
مکت آنند تو ہے اج انباشی (۷۹) تیرے گہت میں تیرتھ کاشی
مکت آنند تو مانے ہے کیوں نیارا (۸۰) پرکاشی تو ہی ربی اور چندا
مکت آنند آنکھ بند کر لکھو (۸۱) انتر میں آتم سکھ چکھو
مکت آنند سب کو ہے اٹھ جانا (۸۲) نا بچے کوئی راجہ رانا
مکت آنند کیوں کرتا ہے بیر (۸۳) چند دنا جگ کی ہے سیر
مکت آنند کام نہ پورا ہووے (۸۴) چاہے مرنے تک بوجھا ڈھووے

مکت آنند تیرا تو ہی سہا تک (۳۹) تو ہی دُکھ اور سُکھ کا داایک
مکت آنند آتم گیانی دیو (۴۰) کیوں کرتا ہے دوجے کی سیو
مکت آنند آتم گیانی سنت (۴۱) باقی جھوٹے پھریں مہنت
مکت آنند آتم گیانی پاک (۴۲) وید تل ہیں تا کے واک
مکت آنند آتم گیانی رام (۴۳) پوجیں چرن ہوئے نشکام
مکت آنند آتم گیانی سادہ (۴۴) اُنکو میں نت نت آرادہ
مکت آنند آتم گیانی گیانی (۴۵) باقی جگ میں سب اگیانی
مکت آنند آتم گیانی بھلا (۴۶) جن پوجا سو پھولا پھلا
مکت آنند آتم گیانی کوئے (۴۷) ویئے باسنا دل سے کھوئے
مکت آنند آتم گیانی سچا (۴۸) وہ جانت سب کا سب کچا
مکت آنند آتم گیانی پنڈت (۴۹) اور پھریں باقی سب کھنڈت
مکت آنند آتم گیانی سودھرم (۵۰) اور دھرم جانو سب بھرم
مکت آنند آتم گیانی یکا (۵۱) اُسی جگہ میں متھرا اور مکہ
مکت آنند آتم گیانی جاگ (۵۲) سپن سُشپتی میں نہیں بھاگ
مکت آنند آتم گیانی ست (۵۳) چھن میں کردیویں سُکھ است
مکت آنند آتم گیانی دھنی (۵۴) پورن ہو کے بیٹھا غنی
مکت آنند جھگڑے میں مت پڑے (۵۵) گالی سُنکر بھی مت لڑے
مکت آنند بک بک کیوں نہیں چھوڑے (۵۶) دنیا سے مکھ کیوں نہیں موڑے
مکت آنند ورلبھ مانس دیہہ (۵۷) بھجن کرو سب سے تج نیہہ
مکت آنند کو من میں لاؤ (۵۸) پھر بے حد سُکھ تم پاؤ
مکت آنند آتم گیانی پوجو (۵۹) اور نہ کوئی جگ میں دوجو
مکت آنند آتم گیانی دھن (۶۰) اُن کے مکھ میں ڈالو اَن
مکت آنند آتم گیانی سار (۶۱) سب کا کرتے پھریں ادھار

مکت آنند کرلے من چنگا (۱۶) تیرے گھٹ میں بسے گنگا

مکت آنند غربا کو سکھ دینا (۱۷) کتھا بہاگوت کی یہ بینا

مکت آنند کہیں سنو تم بابا (۱۸) خبر نہیں کل کی مت کر دعویٰ

مکت آنند آتم گیانی ٹھیک (۱۹) جگت سمجھ یا کے نزدیک

مکت آنند آتم گیانی پاؤ (۲۰) دوڑ دوڑ تیرتھ مت جاؤ

مکت آنند آتم گیانی داتا (۲۱) پورے سکھ کی راہ بتاتا

مکت آنند آتم گیانی بانکا (۲۲) جانو نا کوئی کون کہاں کا

مکت آنند آتم گیانی واہ (۲۳) دور کرے دنیا کی واہ

مکت آنند آتم گیانی ایسا (۲۴) پورن کریں آپ میں جیسا

مکت آنند آتم گیانی جہان (۲۵) سب تیرتھ کا پھل ہے گیان

مکت آنند آتم گیانی پیارا (۲۶) برہم لوک سکھ اس پر وارا

مکت آنند سب ہی چاہیں یار (۲۷) برہم آتم کا کر دیدار

مکت آنند تیری لیلا جتید (۲۸) جان سکے نا جیو معتقد

مکت آنند سب میں پورن جوت (۲۹) سمجھدار کو ظاہر ہوت

مکت آنند جب آپا پہچانے (۳۰) پھر کیوں بھید بھاؤ کو مانے

مکت آنند تیرا آتم صحیح (۳۱) یہی بات جیوں کی تیوں کہی

مکت آنند تجو باسنا بہاری (۳۲) یہی پاپنی ہے ہتھیاری

مکت آنند چھل مت کرنا بھول (۳۳) یہی سر پاپوں کا مول

مکت آنند دیکھو من کی لیلا (۳۴) پل میں تنگ چھنک میں ڈھیلا

مکت آنند مانس دیہہ انمول (۳۵) اس میں بس پیارے مت گھول

مکت آنند کال بجائے ڈھول (۳۶) کر بچار زیادہ مت بول

مکت آنند بڑا بنے جو کوئے (۳۷) جگ میں سب سے چھوٹا ہوئے

مکت آنند سب چھوڑو آس (۳۸) سکھ کا یہی قاعدہ خاص

نطفوں کا خیال کرتا ہے۔ ہمارے بیٹھنے کے طریقے اور باہر کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔ نہیں وہ تو اس
نیت کو دیکھتا ہے جس سے ہم یہ کام کر رہے ہیں۔

وشسٹ جی اے رام جی پرمیشور اور پرابدھ (قسمت) پرشارتھ تینوں کام نکرنے والوں کے کلپت یعنی
خیالی لفظ ہیں۔

حضرت علی مجذوب وہ محبت ہو۔ دل کی پاکیزگی اس سے ملنے کا راستہ ہے اور محبت اس کی عبادت ہے۔

شبداولی مالا

مکت آنند سرب ویرگیان — جیسے اسٹھانی پکوان

مکت آنند تو ہے سُکھ کا بیج (۱) تیرے بن سب کچھ نا چیز

مکت آنند کر سنتوں کا کہنا (۲) تجھے چند روز دنیا میں رہنا

مکت آنند دہن سے مت کر پیار (۳) چار دنا گا ہے بیو مار

مکت آنند دانت دکھا کیوں ہو (۴) ہونہار سو جوں کا توں ہے

مکت آنند سب کا چھوڑو سنگ (۵) تب ہی خوب کھلے کا رنگ

مکت آنند کہیں مٹے جب مٹی (۶) جیسا سونا تیسی مٹی

مکت آنند جیسے کومت رٹے (۷) را جہ رنگ بچے نہیں کوے

مکت آنند پیارے ہاتھ سکوڑ (۸) بے کھلکے ہو مو نچھ مروڑ

مکت آنند کہیں ملے سب ہلا (۹) جب دیکھے پات پات میں اللہ

مکت آنند کہیں بوجھے جب آگ (۱۰) جیسی ٹوپی تیسی پاگ

مکت آنند جب ہوں پورن کام (۱۱) سمجھے جب راون سیتا رام

مکت آنند کہیں مٹے جب بھید (۱۲) جیسی باتیں تیسی دید

مکت آنند چار دنا کا میلا (۱۳) پھر کون گور و اور کو ہے چیلا

مکت آنند سن سنتوں کا واک (۱۴) کرو باسنا ویسے تیاگ

مکت آنند چار دنا کی بات (۱۵) کون ست اہر دارا اور پتا مات

بلکہ جتنے کیا گیا۔

امام غزالی جب تو بھجن بندگی کرے تو تیرا دل ایشور کی طرف ہو۔ جب تم نماز پڑھو تو اس طرح کہ خدا کے سوا سب کو بھول جاؤ۔

کنفیوشس بُروں کو بُرا کہنا۔ انکی پول کھولنی پاپ نہیں۔ ایسا ضرور کرو۔ یہ تو پُن ہے۔ اس سے اوروں کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ اور پاپوں سے بچتے ہیں۔

ایضاً اپنے سے بھگتی۔ پڑوسی سے محبت کرنا چاہئیے۔

لاؤتسز و نہ ہیرے کی طرح کیاب بن۔ نہ پتھر کی طرح ٹھوکریں کھا۔

ایضا پانی کی طرح سب کو فائدہ پہنچا۔ اور اپنے لئے سب سے نیچے جگہ ڈھونڈ۔

ایضا رستہ تو سیدھا ہے۔ ہم ٹیڑھے ترچھے ہو لیتے ہیں۔

حضرت بہاءالدین۔ اگر تو بزرگی چاہتا ہے تو عاجزی کی سڑک پر چل۔

سقراط۔ اندر باہر یکساں ہو جاؤ۔ اوروں کے کام میں آؤ۔

وشنو جی جب کوئی تجھے برا کہے۔ چپ ہو جا۔

بُدھ اپنی استری۔ بھوجن۔ دھن۔ ان تینوں میں سنتوس کرنا چاہئے۔ پڑھنا۔ دان۔ اور اچھے کام کی پرشارتھ میں سنتوش ٹھیک نہیں۔

ایضاً بڈھوں۔ بیماروں۔ اناتھوں۔ اور آئے گئے کی سیوا کرنا سب سے بڑی پوجا ہے۔

تکارام جو دوسرے کی دولت کو اندھا۔ اور دوش دینے کو گونگا ہے۔ وہی سنت ہے۔

زردشت جو ہنر جانتا ہے اسے بُروں کے آگے ہاتھ پھیلانا نہیں پڑتا۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔

شاہ بوعلی قلندر۔ شیخ سے گوئی و تسبیح بدست ⁂ صد بُت نہاں داری تو اے بُت پرست۔

پارسی دھرم۔ روح ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتی۔ ایک حالت سے دوسری حالت بدلتی اور کبھی فنا نہیں ہوتی۔

ایضاً ۔ سنتوش انسان کو خوشی دینے والا ہے۔ صبر کرنے والا خدا کو پا لیتا ہے۔

شاہ بوعلی قلندر۔ آرزو ہائے تو ہر گز کم نشد ⁂ قامتِ حرص و ہوایت خم نشد ⁂

گرو تیغ بہادر۔ دھڑ پے دھرم نہ چھاڑے۔ زمین ڈگمگا جائے۔ دھرم کو نہ چھوڑے۔

کیشب چندر سین۔ جس وقت ہم دعا کرتے ہیں تو کیا خدا ہمارے عبادت کے مکان کو دیکھتا ہے۔ ہمارے

تلسی داس - دھن دھن کہے جو دھن ہوئے - نہ دھن رہے نہ جگ میں کوئے
کبیر صاحب - اے دہرم داس آپ بچ اور اوروں کو بچا -
ایضاً شہرت سے بچ - شانت رہو - سب سے ملو - سب کو سکھ پہنچاؤ -
ایضاً بھولے کے من بھید ہے - مورکھ متے انیک - گیانی کا مت - ایک ہی کیا پنڈت کیا شیخ -
مسیح خون نکر - چوری نکر - جھوٹ نہ بول - زنا نکر - ماباپ کی سیوا اور پڑوسی سے محبت کر -
ایضاً مکاروں کی طرح دعا مت مانگ - اپنی کوٹھری میں جا - دروازہ بند کر - چپ چاپ دعا کر
جب تو روزہ رکھے اپنی صورت روتی نہ بنا - منہ مت بگاڑ - جو لوگ جانیں کہ تو نے روزہ رکھا ہوا ہے
ایضاً جو جسم کو قتل کرتے ہیں وہ روح کو قتل نہیں کر سکتے - روح فنا نہیں ہو سکتی -
ایضاً جو میرے پیچھے آنا چاہے - اپنی خودی کو بھلائے اور چلا آئے -
موسیٰ میرے بیٹے غریب کی روزی مت چھین - ضرورت والے سے انتظار نکرا - بھوکے کو فکرمند
مت رکھ - مصیبت میں پھنسے ہوئے کو غصہ مت دلا - تکلیف پانیوالے کی تکلیف مت بڑھا -
بھوکے کو مت ٹال - جو تجھ سے مانگے اس سے آنکھیں مت پھیر - کسی کو بد دعا دینے کا موقعہ
نہ دے - دکھیا اور بھلے آدمیوں کی دعا لے -
ایضاً بیوقوف کے سامنے اسکے پاؤں کے نیچے کچل جانے کو مت جھک - سچائی کے لئے جان کی بھی
پروا نکر - لڑ - پھر خدا تیرے ساتھ ہے -
حافظ اگر خدا سے ملنا ہے - تو سب کی خاطر تواضع کر -
حافظا گر وصل خواہی - کن تواضع خاص و عام ؎ با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام ؎
سعدی مہربانی کر مہربانی - جو غیر بھی تیرا غلام ہو جائے -
ایضاً اگر پاک ستھاؤں میں نیکی بھری ہوتی - تو عیسیٰ کا گدھا مکہ جا کر گدھا ہی نہ رہتا ؎
ایضاً میں تو چاہتا ہوں کہ کسی کا دل نہ دکھاؤں - لیکن حسد کرنیوالے سے مجبور ہوں کہ وہ خود رنجیدہ
ہو رہا ہے -
ایضاً جانور وہاں جاتا ہے جہاں داتا ہوتا ہے - وہاں نہیں جاتا جہاں دانا نہ ہو -
امیٹیشن اوف کرائسٹ - انصاف کے دن یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ ہمنے کیا پڑھا - کتنی مدت عبادت کی -

من وَن لاگے رنگ صفائی دل کی اپنے   من میں مطلب کپٹ ستائی کرے نہ تپنے
پلٹو مالک تری ہے کوئی نہ دیکھا جانے   پٹرپے چوسکے من پھر کبھی ہوئے نہ اپنے

مہاتما پرشوں کے سنہری اقوال

منو مہاراج۔ کسی کو نہ ستاؤ۔ سب سے محبت کرو۔ چوری۔ زناکاری سے بچو۔ بزرگوں کا آدر ستکار کرو۔

ویدک رشی۔ من سے۔ بچن سے۔ کرم سے نیکی کرو!

جین دھرم۔ کسی کو نہ ستانا پرم دھرم ہے!

بدھ۔ شوق زندگی کا راستہ ہے۔ مردہ دلی موت کا دروازہ ہے۔ جن کے من میں لگن ہے وہ کبھی نہیں مرتے۔ جنکے من میں لگن نہیں وہ جیتے ہوئے بھی مرے ہوئے ہیں۔

بدھ جو سچائی کو نہیں دیکھتا۔ مجھے دیکھا کرے۔ کیا ہوتا ہے۔

چانکیہ جس کا دل دوسروں کے دکھ سے پگل جاتا ہے۔ اُسے گیان موکش جٹا بڑھانے۔ بھبوت ملنے بھجن کرنے کی ضرورت نہیں۔

ایضاً کانٹے اور دُکھ دینے والے کا منہ جوتے سے کچل دے۔

ونا تری۔ اے درخت! انسان تیرے پھل کھاتا ہے۔ پھول سونگھتا ہے۔ تیرے سایہ تلے آرام کرتا ہے۔ اور چلتے ہوئے ڈالیاں توڑ ڈالتا ہے۔ مگر تو کچھ نہیں کہتا۔ جانور تجھ پر بیٹ کر دیتے ہیں۔ تو بُرا نہیں مانتا۔ ہمیشہ سب کی سیوا کرتا رہتا ہے۔ تو بڑا گرو ہے۔ تجھے نمسکار ہے۔

بھرتری۔ ہرن تنکے کھا کر۔ مچھلی پانی پی کر۔ نیک آدمی صبر ہی پر بھروسہ کر کے زندگی گذارتے ہیں۔ مگر اس پر بھی ہرن سے شکاری کو۔ مچھلی سے ماہی گیر کو۔ اور لائقوں سے نالائقوں کو خواہ مخواہ دشمنی ہے۔

تکارام۔ جو مصیبت کے وقت نہیں گھبراتا۔ جو کسی کو بُرا بھلا نہیں کہتا۔ جو سب کو برابر سمجھتا ہے۔ جو گنگا جل کی طرح پاک اور پاپکاری ہے۔ میں ایسوں کو مستک نواتا ہوں۔

میراں بائی۔ پربھو میرا پریم کا بھوکا۔ پریم کا بھوکا۔ وہ بھاؤ کا بھوکا۔ پربھو میرا۔ آ۔ آ۔ آ۔

کالیداس۔ تو اگنی رُوپ۔ گیان ہی ہے۔ تو آتش ہیں مل جا۔ سنا ہی ہے۔

کالیداس۔ انسان اچھا ہو عقلمند ہو بغیر تکلیف اٹھائے نہیں رہتا۔ کو اتفاق سے بڑا اور رتبہ والا ہو جائے۔

ستگن آدھنا - پر تر پات سمان
اسکے پر ہرا لیں تو تلسی داس سمان

جاسے بھروسے سوئے نڈر گود میں سیس
تلسی واکے کپٹ کو رکھو اور جگ دیس

تلسی ایک دن وے چے کرا لگے لے نہ چون
کرپا بھئی رگھبیر کی تو چھومیں دونوں جون

مہاتما پلٹو صاحب کی بانی

سنت چڑھے میدان پر ترکش باندھے گیان

ترکش باندھے گیان سو دل بادشاہ ئے
مدپانچ پچیس دو گڈھ میں آگ لگائے

کام کرودھ کو مار قید میں من کو کیتا
تو دروازہ چھوڑ سرت دسویں پر دینا

انہد باجے طوبرا تل سنگھاسن پایا
جیو بھیا سنتوش آئے گور ونام لکھایا

پلٹو کمن باندھ کے کھینچ سرت کمان
سنت چڑھے میدان ترکش باندھے گیان

الٹا کنواں گگن میں جس میں جرے چراغ

جس میں جرے چراغ بن روغن بن بتی
چھا تو بارہ ماس رہت جرتے دن راتی

ستگور ملا جو ہوئے تاہے کی نظر سمائے
بن ستگور کوئی ہوئے نہیں داکو دیائے

نکسے ایک آواز چراغ کی جوتی ماہیں
گیان سماوے سنے اور کوئی سنتا ناہیں

پلٹو جو کوئی سنے تاکے پورے بھاگ
الٹا کنواں گگن میں جس میں جرے چراغ

منی باجی گگن میں مگن بھیا من مور

مگن بھیا من مور محل آٹھویں بیٹھا
جہاں اٹھے سوہنگم شبد شبد کے بھیتر پیٹھا

نانا اٹھیں ترنگ رنگ کچھ کہا نہ جائے
چاند سورج چھپ گئے سکھمنا سیج بچھائی

چھوٹ گیا تن بھید - نہ انہیں سے لاگی
دسوں دوار پھوڑ - جوت باہر ہو جاگی

پلٹو ہارا تیل کے میت ہو گیا مور
منی باجی گگن میں مگن بھیا من مور

چڑھے چوسٹے محل پر کنجی آوے ہاتھ

کنجی آوے ہاتھ شبد کا کھولے تالا
سات محل کے بعد ملے آٹھویں اجیالا

بن کر باجے جتن نادیں رسنا گاوے
مہادیپ اک بڑا ہے تب میں جائے سمائے

تلسی بروا ابھاگ کے سنت چتر ہی کہلائے — رام بھروسے جو رہیں پربت پہ ہریائیں
تلسی اپنے رام کو ریجھ بھجے کے کھینچ — بھوم پڑے سب اپجیں گے اُلٹے سیدھے بیج
تلسی آہ غریب کی ہر سے سہی نہ جائے — موئے چام کی پھونک سے لوہا بھسم ہو جائے
ماٹی کہے کمہار سے تو مت روندے موئے — ایک دن ایسا ہوئیگا میں روندونگی توئے
ماٹی میں ماٹی ملی اور پون میں پون — میں یہ پوچھوں میرے پیارو میں موا کون
چلتی چاکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے — دو پاٹن بیچ آئے کے ثابت بچا نہ کوئے
چاکی چاکی سب کہیں مانی کہے نہ کوئے — مانی سے جو لگ رہا بال نہ بیکا ہوئے
تن اُجلا من کالا بگلے کا سا بھیک — تو سے تو کاگا بھلا جو اندر باہر ایک
بکری جو میں میں کرے گلے چھری پھروائے — مینا۔ جو میں نا کہے۔ سب کے من کو بھائے
بچوا بچوی دو جنے انکو مت مارو کوئے — بیمارے کرتار کے رین بچھوپا ہوئے
آ پیارے نین میں پلک ڈھانپ توئے لوں — نا میں دیکھوں اور کو نا توئے دیکھن دوں
آنکھ۔ ناک۔ مکھ۔ موند کے نام نرنجن لے — بھیتر کے پٹ جب کھلیں جب باہر کے پٹ دے
ہون سجن جات بتا ہیں پیا بچھڑن کی سار — جیا بچھڑن سے ہے کٹھن پیا بچھڑن کے با
کاگا سب تن کھائیو اور چن چن کھائیو ماس — دو نیناں مت کھائیو ہے پیا ملن کی آس

سنت کبیر جی کے بھجن

ایشور سمرن سے کیا ہوتا ہے؟

(۱) سمرن سے سکھ ہوت ہے سمرن سے دکھ جائے — کہے کبیر سمرن کئے سائیں ماہیں سمائے
(۲) نام جو رتی ایک ہے۔ پاپ جو رتی ہزار — آدھ رتی گھٹ سنچرے جار کرے سب چھار
(۳) ست نام کے سمرے اُدھرے پتت انیک — کہے کبیر نہیں چھاڑیئے ست نام کی ٹیک
(۴) جا تکی مہا سدھی نام ہے تان کی ہے سب ردھ — کر جوڑے ٹھاڑی سبھی آٹھ سدھ نو ندھ
(۵) پنج سکھ سمرن نام ہے دوجا دکھ اپار — منسا۔ واچا۔ کرمنا۔ کبیر سمرن سار
(۶) جپ تپ سنجم سادھنا سب سمرن کے ماہیں — کبیر جانے بھگت جن سمرن سم کچھ ناہیں

نمبر	سوال	جواب
۷۳	سب سے بڑی آگ کون ہے؟	خواہش
۷۴	سب سے زیادہ اندھیرا کیا ہے؟	بے سمجھی۔ اگیان۔ جہالت
۷۵	سب سے زیادہ فائدہ میں کون ہے؟	جو دوسروں کو دیتا ہے
۷۶	سب سے مضبوط قلعہ کون ہے؟	شانتی۔
۷۷	سب سے اچھا ہتھیار کیا ہے؟	گیان۔ سمجھ۔
۷۸	سب سے بڑا اثر کیا ہے؟	تیرا خیال۔
۷۹	حقیقی خزانہ کیا ہے؟	نیکی
۸۰	سارے جہان کے مال سے کس کا پیٹ نہیں بھرتا؟	من کا
۸۱	دل کا اچھا میوہ کیا ہے؟	بھلائی۔
۸۲	نفرت کی وجہ کیا ہے؟	بُرائی۔
۸۳	دکھ دینے والی بیماری کیا ہے؟	پاپ
۸۴	سب سے اچھی خوشی کیا ہے؟	آزادی۔
۸۵	بربادی کون لاتی ہے؟	بے سمجھی۔
۸۶	دوستی کون چھڑاتی ہے؟	حسد۔ خود غرضی۔
۸۷	سب سے تیز بخار کیا ہے؟	نفرت
۸۸	سب سے بڑا حکیم کون ہے؟	سادھو۔
۸۹	وہ کیا ہے جسے نہ آگ جلاتی ہے نہ پانی گلاتا ہے؟	نیک نام
۹۰	شرور سردی کس طرح چلی جاتی ہے؟	دوسروں میں قلبی کے دور ہونے سے
۹۱	آتما کسے کہتے ہیں؟	اور وہ بادل اگیان کو مایا کہتے ہیں۔
۹۲	مایا کسکے آسرے سے ہے؟	آتما کے آسرے سے ہے

نمبر	سوال	جواب
۹۳	جبر کسے کہتے ہیں؟	اور دنیا میں جو خلقت کا پتہ غضب ہے۔
۹۴	تتو گیان کیا ہے؟	اپنی ذات کو ٹھیک ٹھیک پہچاننا
۹۵	لطف یزدانی کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟	الفت جسم و من ترک کرنے سے
۹۶	جبکہ مایا آتما کے آسرے سے ہے آتما کو بھی کس طرح ڈھک لیا ہے؟	جیسے سوار پانی کو اور گہری دیواروں کی تاریکی گھر کو۔
۹۷	من کے قیام پکڑنے کی کیا ترکیب ہے؟	جہاں جہاں من جائے وہاں ہی برہم کا نشچہ کرے
۹۸	کرت کرت کسے کہتے ہیں	دائم السرور کو۔
۹۹	عداوت کس طرح بڑھتی ہے	زن۔ زمین۔ تلخ بیانی بدنیتی۔ قصور سے۔
۱۰۰	پروردگار سے کیا مانگنا چاہیئے	اُسی کی محبت
۱۰۱	زندگی کسطرح بسر کرنا چاہیئے	خدا کی یاد۔ کار دنیا سے آزاد۔ دل رکھنا شاد
۱۰۲	عمر کو کن کاموں میں صرف کرے	برہم چرج۔ گرہست۔ بانپرست۔ سنیاس
۱۰۳	راہ راست کیونکر حاصل ہو	فضل خدا و پیر کامل کی توجہ سے
۱۰۴	دنیا کسے کہتے ہیں؟	فراموشی حق کو۔
۱۰۵	خدا کے نزدیک کونسی بدی بدتر ہے	دروغ گوئی۔
۱۰۶	ہم آہنگی کسطرح حاصل ہوتی ہے	خوش خلقی میں رکھنے سے
۱۰۷	فقیر کو کیا اختیار کرنا چاہیئے	صبر
۱۰۸	عبادت الٰہی کی طرف دل کیونکر آئے	موت یاد رکھنے سے

گیان امرت (۱)

نمبر	[illegible]	[illegible]	نمبر	سوال	جواب
۱	سب کا پیارا کون ہے؟	خدا [illegible]	۱۹	اکیلا چلنے والا (واحد مراد) کون ہے؟	سورج (آفتاب)
۲	[illegible] کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟	صبر سے	۲۰	بار بار پیدا ہونیوالا کون ہے؟	چاند
۳	زندگی کون دیتا ہے؟	بارش - باران -	۲۱	مرنا کس کا اچھا -	جو اپنے ہی [illegible]
۴	آخر وقت میں کیا کام آتا ہے	دان -	۲۲	جینا کس کا اچھا؟	جو اوروں کا بھلا چاہتا ہے
۵	آشرم کون اچھا ہے؟	سنیاس - درویش کا حال	۲۳	تیز رفتار کون ہے؟	من
۶	جاپ کون اچھا ہے؟	(اوم) اسم اعظم -	۲۴	انسانی کیڑہ کیا ہے؟	فکر
۷	بس میں کیا کسکو کرنیکی ضرورت ہے	من	۲۵	(برہمن) کا دھرم کیا ہے؟	اندری دمن کرنا
۸	سب کا پیارا کس طرح ہو سکتا ہے -؟	ترک غرور - وشیریں زبانی - خاکساری -	۲۶	چھتری کا دھرم کیا ہے؟	دیا کرنا - رحم کرنا
			۲۷	ویش کا دھرم کیا ہے؟	دان کرنا -
۹	دولتمند کون ہے؟	بے خواہش	۲۸	گیان کیا ہے؟	وید کا پڑھنا -
۱۰	ترک کے قابل کیا ہے؟	غصہ	۲۹	بعد مرگ کیا باقی رہتا ہے؟	نام (نیکی یا بدی)
۱۱ -	روگ کیا ہے؟	لوبھ	۳۰	دشمن کا کیا علاج ہے؟	محبت کرنا -
۱۲	[illegible] ملنے کی وستو کیا ہے؟	ترک موہ	۳۱	ہمیشہ دکھ کون اٹھاتا ہے؟	پاپی -
۱۳	دنیا کا پردہ کیا ہے؟	اگیان - جہالت	۳۲	ہمیشہ خوش کون رہتا ہے؟	دھرم کرنے والا
۱۴	سورما کون ہے؟	جسنے غصہ روکا -	۳۳	ہمیشہ روتا کون رہتا ہے؟	برے کرم کرنیوالا
۱۵	خوش قسمت کون ہے؟	جسکے ذمہ قرضہ نہیں ہے	۳۴	زندگی میں کیا کرنا چاہیئے؟	شوق وکوشش
۱۶	سب کا دشمن کون ہے؟	ترشنا	۳۵	کسکے ساتھ سفر نہیں کرنا چاہیئے؟	بیوقوف
۱۷	مارنے والا کون ہے؟	آتش			
۱۸	دنیا کیا ہے؟	ہوا (مثل خواب وخیال)	۳۶	عقلمند کون ہے؟	اپنے کو بیوقوف جاننے والا
			۳۷	برا کام کیا ہے؟	جس میں بعد کو پچھتانا ہو

اوم وید - اوم پران - اوم کتھا - کرشنم ۔۔ اوم جگیہ - اوم تپ - اوم دان - کرشنم

اوم بہو - اوم بہوہ - اوم سووہ منتم ۔۔ اوم یہ - اوم جنتر - اوم تنتر سبتم

اوم الف اکار بکہیے - اوم واد اوکار ہے ۔۔ اوم میم مکار کہیے - اردھ ماترا اونکار ہے

اوم خاک - اوم باو - اوم آتش - اوم آب ۔۔ اوم ملک سب خلق پائیں تپ ہے مثل آفتاب

اوم سورج - اوم چندرا - اوم تارا گن کی رات ۔۔ اوم بادل - اوم بارش - اوم بجلی کڑ کڑات

اوم جپ - رام تپ اور اوم ہے گیان ۔۔ اوم کا نہیں جپ جو کرتے ہیں وہی ناداں

اوم دیا - اوم دھرم - اوم ہی دھرماتما ۔۔ اوم جیو - اوم ایشور - اوم ہی پرماتما

اوم ماتا - اوم پتا - اوم بھائی - اوم بہن ۔۔ اوم ہی ہندو مسلمان - اور اوم ہی جین

اوم کالی - مہاکالی - اوم درگا مانئے ۔۔ اوم چنڈی - اوم بھیروں سب اسی کو جانئے

اوم وہ - اور اوم یہ - اور اوم ہی خویش ۔۔ اوم ہی کا جپ سبھی کرتے رہو ہمیش

اوم کھاتے - اوم پیتے - اوم ہی چلتے کہو ۔۔ اوم ہی کے دھیان میں مشغول تم ہر دم رہو

اوم ہی ہستی ہے - ہست لایزال ۔۔ اوم ہی رستہ ہے نور ذوالجلال

اوم عاشق عشق کہئے - اوم ہی معشوق ہے ۔۔ اوم عامل اوم عمل اوم ہی معمول ہے

اوم ہی جاہل جہل اور اوم ہی مجہول ہے ۔۔ اوم عاقل اوم عقل - اوم ہی معقول ہے

اوم کا نغمہ بلبل گاوے ۔۔ اوم گھر اپنا گلشن میں پاوے

اوم انسان - اوم حیوان و درخت ۔۔ اوم طفل اوم جوان - اوم ہی بھگونت

اوم ہی ہے یار اپنا - اوم ہے دلدار ہے ۔۔ اوم ہی ہے دشمن جاں اوم ہی غم خوار ہے

اوم من - اوم ہی بدھی - اوم اہنکار - انتہ کرن ۔۔ اوم جیتی گیان اندری اوم کرم اندری جپ کرن

اوم کا جھنڈا اوم کی لاٹھی ۔۔ اوم ہی اوم کہو دن راتی

اوم کا ویولا - اوم کی باتی ۔۔ [illegible]وت جلے دن راتی

اوم گل - اوم خار - اوم کا سارا [illegible]ار ۔۔ اوم کا شش جب لگے کرے اوا ہا پکار

اوم ہی ہے جگ یہ سارا اوم ہی میں سب ہوا ۔۔ اوم ہی کے کارنے سب جگ میں گلزار ہوا

نوٹ - [illegible]

آگاہی موت کا منتر
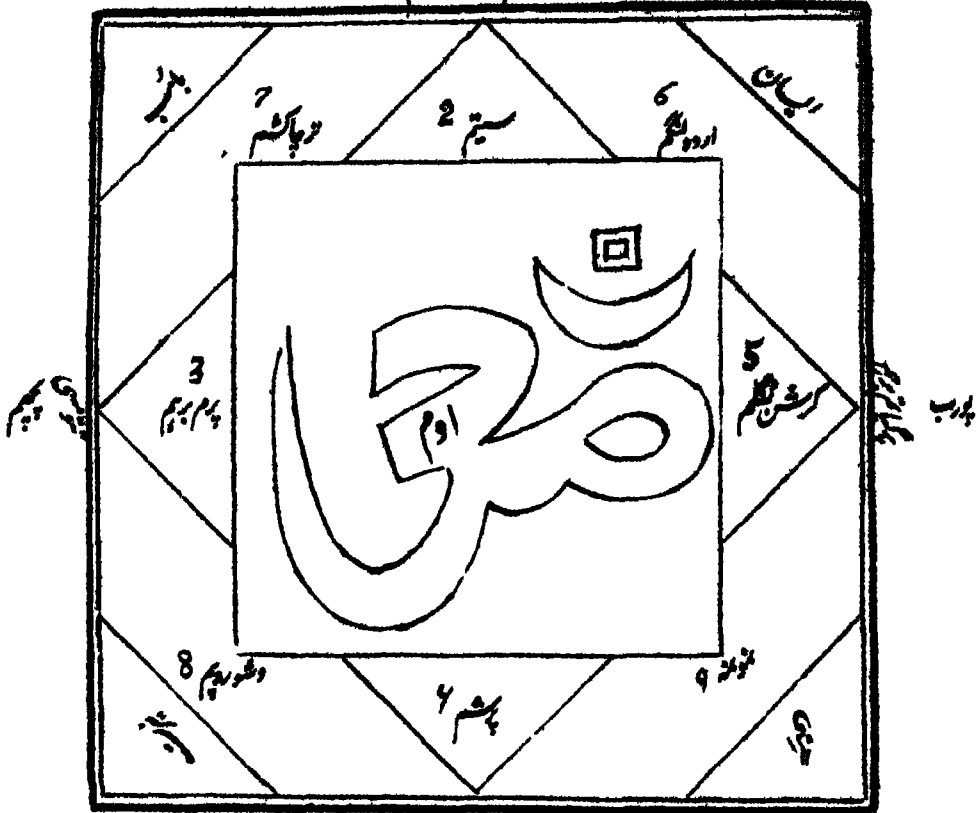
اوم مالا

اوم ہی مہا منتر ہے ہردے مانز پرویش — اوم ہی کا سب جپ کریں رشی منی درویش
اوم برہما - اوم وشنو - اوم ردور مہیشرم — اوم گنگا - اوم جمنا - اوم بدری ناتھ بشمبرم
اوم گاڈ - اوم اللہ - اوم ہی پرمیشورم — اوم گرجا - اوم مسجد - اوم مندر چدمبرم
اوم رام - اوم کرشن - اوم کنس مدمبرم — اوم گیتا - اوم ستیا - اوم گائتری منترم

یہ کوٹ کوٹ کر بر بانڈ بھرا ۔۔۔ کرتار تمہاری آنکھوں میں
ہے وہ ایک بڑھا چراچر میں ۔۔۔ جڑ جیو جنت ناری نر میں
کمتی نے اپنی جان لیو ۔۔۔ بھگوان ہماری آنکھوں میں

مناجات

اے ذات کبریائی تو قابل ثنا ہے ۔۔۔ اپنے میں آپ قائم یکتا ہے دائما ہے
ہیں تو سے دور مولد صدق و صفا کا معدن ۔۔۔ کبر و ریا سے برتر بے چون و بے چرا ہے
سب چیزوں کی تو ہستی امکاں بلند پستی ۔۔۔ تو سب طرف ہویدا سبحان تو خدا ہے
آغاز سے معترا۔ انجام سے مبترا ۔۔۔ تیرا جلوہ زیر و بالا سو دل دل میں تیری جا ہے
ذات واجب بے عیب عالیجناب بے ریب ۔۔۔ دانندہ غیب تو ہے سب کا سبب بنا ہے
یارب بے سبب تو سب کا سبب بنا ہے ۔۔۔ مایا سے اپنے تو نے یہ کھیل رچ دیا ہے
یارب بے سبب تو رنج و تعب سے فارغ ۔۔۔ بے حد حدود سے اول والا لقب ترا ہے
محبوب سب کا مرغوب تکیہ ہے کل جہان کا ۔۔۔ مشکل کشائے برحق ہر درد کی دوا ہے
شمس و قمر کا موجب بحر و زمیں کا موید ۔۔۔ طیر و وحوش و انسان سبکی تو ہی پناہ ہے
اے منبع حسن و خوبی سب بر [illegible] ۔۔۔ فضل و کرم کا مصدر غفار تو بجا ہے
ہر صوب جلوہ فرما حمد و نعت سے بالا ۔۔۔ کمتی کے دل کا دلبر مسجود شہ گدا ہے

بھجن

کیشو کہی نہ جائے کیا کہیے

دیکھت تو رچنا بچتر ہری ۔۔۔ سمجھ من ہی من رہیے
شونیہ بھیت پہ چتر رنگ ہو ۔۔۔ بن تنو لکھا چتر رے
دھوئے مٹیں نہ ڈرائے بہتی ترنگ ۔۔۔ پائے یہی تن ہیرے
کوئی کہے ستیہ جھوٹ کہے کو ۔۔۔ بجل تج بل کر نانے

وایو۔ یم۔ اگنی۔ ورن۔ برہما۔ مہیش اور چندر ما
آپکی شکلوں کو میرے لاکھ سجدے ہیں بجا

آپکو ہے پشت در دا اور ہر طرف سے بندگی
ساری دنیا میں عیاں ہے ایک ہستی آپکی

شان اور قوت کے لحاظ سے برتر آپ ہیں
آپ ہی سب ہیں کہ اندر اور باہر آپ ہیں

دوستی میں آپ کی عظمت نہیں پہچان کر
اپنی نادانی کے باعث دوستانہ طور پر

کرشن اور یادو کا پیارا نام میں لیتا رہا
دوست کہکر آپ کو میں نے پکارا بارہا

کھیل دعوت خوابگاہ و بزم میں بھی دل لگی
خلوت و جلوت میں جتنی مجھ سے گستاخی ہوئی

اے خداوند اب مجھے اسکی معافی دیجئے
ناتواں پر قادر مطلق عنایت کیجئے

ہر دو مخلوقات ساکن اور متحرک کے آپ
ہیں مربی قابل تعظیم مرشد اور باپ

آپ کے تابع ہیں سب از ماہ تا گاؤ زمیں
کون ہوسکتا ہے افضل آپ کا ثانی نہیں

ایک عالم میں ہے شہرہ آپکے اوصاف کا
آپ سے ہے بانیاز و عجز میری التجا

جیسے کوئی دوست فرزند اور بیوی کا قصور
بخشتا ہے آپ ویسے بخشدیں میرا قصور

جو کبھی دیکھا نہ تھا وہ معجزہ ہے سامنے
دل تو میرا خوش ہے لیکن کانپتا ہے خوف سے

اے خداوند اب وہی سج دھج مجھے دکھلائیے
اے بزرگ و مالک ہستی کرم فرمائیے

تاج برسر آپ کو میں چاہتا ہوں دیکھنا
اپنے ہاتھوں میں دوبارہ لیجئے چکر و گدا

اے محیط کل عیاں ہیں آپ کے بازو ہزار
کیجئے وہ چار بازو والی صورت اختیار

شکیتمان کی استتی!

کیا کیا جلوہ بھرا ہوا گھنشام تمہاری آنکھوں میں

تم نار بھی سکتے ہو پل میں
تم تار بھی سکتے ہو پل میں

ہے بھرا ہوا اوشیہ لعرت کا
بھنڈار تمہاری آنکھوں میں

یہ رچنا اور گمر گماٹ یہی ہے
کیا مورت روپ وراٹ کی ہے

سنسار کی آنکھوں میں تم ہو
سنسار تمہاری آنکھوں میں

چھن بھر میں وشو چلاتے ہو
پل بھر میں اسے مٹاتے ہو

الٰہی خاطرم را جمع گرداں
کہ مسکین و پریشاں روزگارم

الٰہی ابرِ رحمت بید ایماں گہبار
کہ ایں دست خطائے مستدامم

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

بدستِ مکرِ شیطانی مرا مسپار یا اللہ
ہوا و حرصِ نفسانی زمن بردار یا اللہ

خداوندا تو میدانی کہ بد کردم بنادانی
چنینم با دلِ پُرخوں غم و مگذار یا اللہ

منم درماندہ محزوں۔ توئی فریاد رس بیچوں
چو بگذارند خویشانم مرا مگذار یا اللہ

من آں ساعت کہ در مانم قفس خالی کنم جانم
نیم نا امید و ز رحمت من از دیدار یا اللہ

اگر ہستم تباہ از حرفت ستہ کردار پر حرفت
رہائی دہ ازیں کارم بہ استغفار یا اللہ

خداوندا گنہگارم۔ گناہاں بے عدد دارم
بہ بخشش از رحمت خویشم باستغفار یا اللہ

الٰہی اسفرے در پیشم۔ ندارم توشہ درویشم
ازیں زندانِ پُر خذلان برونم آر یا اللہ

دویدم در رہِ شیطان۔ فتادم در چہِ عصیاں
خلاصی از تو مے باید توئی غفار یا اللہ

من آں درویش مسکینم کہ نہ دنیاست نہ دینم
بروں از خرقہ پشمینم دروں در تار یا اللہ

نہ دنیا دوست میدارم نہ عقبیٰ را خبر دارم
مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ

منم آں کاکی کہ بد کردم ہر آنچہ بد سزد کردم
مکن چوں کاک رخ زردم دراں بازار یا اللہ

ارجن استتی

ہے شانِ قہاری کے شایاں ہیں جو اہلِ جہاں
آپ کی توصیف میں ہیں با ادب رطب اللساں

سب بھاگتے ہیں آپکی صورت سے ڈر کر بد خصال
آپ کو کرتے ہیں سجدہ عاشقانِ باکمال

کیوں نہ تعظیم دیں اس ذاتِ بابرکات کو
جو عدم سے کھینچ لاتی ہے موجودات کو

اے خداوند ملائک جلوہ آرائے جہاں
آپ ہی ہیں حق و باطل نیز بے نام و نشاں

علتِ اشکال کی پیدائش سے ازلی آپ ہیں
جملہ ہستی پہ فنا ماند ہے ابدی آپ ہیں

[illegible] سے بالا آپ ہیں
اے کثیر الشکل ہر صورت میں پیدا آپ ہیں

شرمنده و روسیه زانم جرم عظیم کردم — خود را بتو سپردم تو رحم کن رحیما
غیبت صبوح گفتم افزون ز شب نخفتم — توبه بشکستم تو رحم کن رحیما
اندر سلسله فاسق کردم گناه تو دانی — درمانده را بخوانی تو رحم کن رحیما
عمرے گذشت باطل کردم نہ ہیچ حاصل — بر این فقیر غافل تو رحم کن رحیما
از حق روم چو جانم بسته شود زبانم — بیچاره من نه دانم تو رحم کن رحیما
در گور چون بمانم تنها چو بیکسانم — آن دم ترا بخوانم تو رحم کن رحیما
جنت بده مکانم با جمله دوستانم — تا جاودان بمانم تو رحم کن رحیما
یا رب گنہگارم پر عیب شرمسارم — جز تو کسے ندارم - تو رحم کن رحیما

حضرت جنید بغدادیؒ

الٰہی واقفی بر حالِ زارم — ہمیدانی کہ جز تو کس ندارم
الٰہی کردہ ام بسیار تقصیر — وزاں حضرت بغایت شرمسارم
الٰہی رفتہ ام در خوابِ غفلت — بدہ بیداریٔ زین کار و بارم
الٰہی! اگر بخوانی۔ ور برانی — تو دانی بندۂ بے اختیارم
الٰہی! چوں عزیزم کردی امروز — مکن فردا بہ پیشِ خلق خوارم
الٰہی! غرقم اندر بحرِ عصیاں — ز دستِ رحمت افگن بر کنارم
الٰہی! از کمالِ ضعفِ پیری — دل سوزان و چشمِ اشکبارم
الٰہی نفس شیطان در کمین است — ز تقویٰ و عنایت کن حصارم
الٰہی! اگر نہ توفیق تو باشد — بر آرد و یو نفس از جان دمارم
الٰہی! اگرچہ مردن سخت راہ است — تو آساں بگذراں زیں رہ گذارم
الٰہی! بر یکے گفتن مدد بخش — کہ تا من جان بہ آسانی سپارم
الٰہی! چوں درینجا رستہ کردی — قیامت ہم چناں امیدوارم
الٰہی! در شبِ سرِ منزلِ گور — تو لطفِ خویش گرداں غمگسارم

مناجات فارسی حضرت شمس تبریز

از درد بیقرارم - فریادرس الٰہی　　کس نیست جز تو یارم فریادرس الٰہی

مسکین و دردمندم سودا زدہ چو بیمارم　　طبیب از تو دل نہ بندم فریادرس الٰہی

شبہا بے طبیبم غمہا بسے کشیدم　　اکنوں بجاں رسیدم فریادرس الٰہی

تلخ است زندگانی - زہرم شدہ جوانی　　تدبیرہا تو دانی - فریادرس الٰہی

دیدم بسے بلاہا - کردم بسے خطاہا　　بر نفس خود جفاہا فریادرس الٰہی

بیچارہ من فقیرم - در دست غم اسیرم　　پیوستہ من حقیرم فریادرس الٰہی

چوں نعمت بیابد - زحمت ز من رباید　　صحت عطا نماید - فریادرس الٰہی

ہر درد را دوائے ہر رنج را شفائے　　پیشت کنم گدائے فریادرس الٰہی

ہستم شکستہ خاطر و رنج گیست حاضر　　ہستی تو جملہ ناظر - فریادرس الٰہی

سلطان بے وزیری خلاق بے نظیری　　رزاق - دستگیری - فریادرس الٰہی

ہم عالم الغیوبی - ہم ساتر العیوبی　　ہم غافر الذنوبی - فریادرس الٰہی

معبود بے زوالی - موجود لایزالی　　دانائے ہر خیالی - فریادرس الٰہی

چرخ از تو شد معلق فرمان تست مطلق　　ہستی خدائے برحق - فریادرس الٰہی

درد مرا دوا کن ایماں بمن عطا کن　　زحمت ز من جدا کن فریادرس الٰہی

ہستم ضعیف خاکم در معصیت ہلاکم　　زاندوہ و درد ناکم - فریادرس الٰہی

ترسندہ از عذابم - لرزندہ از حسابم　　بیروں کن از عتابم فریادرس الٰہی

من بندۂ عجولم از لطف کن قبولم　　بنمائے لطف بے حد فریادرس الٰہی

از بس گناہ کردہ - عمرے تباہ کردہ　　نامہ سیاہ کردہ فریادرس الٰہی

حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

من بندہ پر گناہم تو رحم کن رحیما　　با فسق بے شمارم تو رحم کن رحیما

تیری مہا اچنت کیشو ترا ابھاؤ اپار ہے — بانکے بہاری کرشن مراری تجھے پرنام ہمارا ہے
تو ہی مول کارن تجھ سے بہت تتو اہنکار ہے — اہنکار سے پنچ سوکشم ستھول سرب سنسار ہے
سرشٹی پشٹی بھید لیہ جتنا کچھ روپ پسارا ہے — بیراٹ سگن پراک بھاؤ سب آپ ہی کا پسارا ہے
استھتی استتی تجھ سے گوبند تجھ سے ہی سنگھار ہے — بانکے بہاری کرشن مراری مکت آنند تمہارا ہے

دیگر

خاموش تو بیٹھا ہے کیوں سری رام کہہ یا رحیم کہہ — مثل بلبل شیریں سخن سری رام کہہ یا رحیم کہہ
دنیا میں تیرا نام ہو عقبیٰ میں خیر انجام ہو — دونوں جہاں میں ہو بھلا سری رام کہہ یا رحیم کہہ
تو وہ ذات لامحدود ہے معبود اور مقصود ہے — رٹ نام تو پھل پائیگا سری رام کہہ یا رحیم کہہ
جو نام میں لو بین ہیں اور رام کے آدھین ہیں — آنندکے سبھی آدھین ہیں سری رام کہہ یا رحیم کہہ
وہ رام جو سب میں رما۔ وہ رام جو ما اوشما — تو بھی تو وہی ہو جائے گا سری رام کہہ یا رحیم کہہ
وہ ہی یہاں جس کرگیا بسنسار ساگر ترگیا۔ — جس نے عمل اسپر کیا سری رام کہہ یا رحیم کہہ
رو رو کے تو پچھتائے گا۔ جبدن یہاں سے جائیگا — بس نام ہی کام آئے گا سری رام کہہ یا رحیم کہہ
مکت آنند کہنا مان تو رکھ دل میں اپنے دھیان تو — لے تو اسی کا آسرا۔ سری رام کہہ یا رحیم کہہ

دیگر

یارب لب پر ہے نام تیرا — کانوں میں بھرا کلام تیرا
عارف۔ عابد۔ حکیم مؤمن — سب کو دیکھا غلام تیرا
انسان پر ہی کچھ حد نہیں ہے — عالم میں بچھا ہے دام تیرا
حیوان و طائر کی نگاہ تجھ پر — گاتے ہیں صبح شام نام تیرا
برگ و اشجار و کوہ و دریا — جاری ہے ان پر بھی کام تیرا
کوئی تجھ سے نہیں ہے خالی — جپتے رہتے ہیں نام تیرا
اونچا ہے سر بہت فلک کا — گویا وہ ہے مقام تیرا

مکتا آنند گا ترانۂ حق
ہر دم لیتا ہے نام تیرا

ایک ہو کر سب ہو گئے تو سبھی کی آنکھوں [illegible] کے سمجھ [illegible] کرنے ایک [illegible]

(۳۶) پرماتما کے ان قدموں کے پیچھے آس [illegible] کرکے میں نمسکار کرتا ہوں جس سے [illegible]
سے مجھ سے خوفناک سنسار ساگر میں ہمیں گورو دیو نے دیکھ کر کمال کرپا سے گیان کے متھانی
سے وید کے سمندر کو متھا۔ اور سب کے ادھار کے واسطے اس کے اندر سے یہ امرت نکالا
جو دیوتاؤں کو بھی مشکل سے میسر آتا ہے۔

(۳۷) سنسار کے خوف دور کرنے والے اس پرم گورو یعنی مرشد کامل کے متبرک قدموں میں میں صدق
دل سے نمسکار کرتا ہوں جس کے گیان کی روشنی سے میرے دل کا اندھیرا دور ہوا ہے۔ جو خوفناک
اور لگاتار آواگون کے گھور سمندر میں کبھی میرے لئے ظاہر ہوتا تھا۔ اور کبھی مخفی رہتا تھا۔ اور اسی گورو
کے قدم کے آسرا لینے والوں کو اعلیٰ درجہ کا پھل گیان شانتی اور بے تغیب ہوتی ہے۔

استتی یعنی مناجات نظم میں

دینا ناتھ دیا ندھ سوامی کون جتن کر تمہیں سجاؤں ۔۔۔ آپ کے پگ سے سری گنگا جی نکسی شد نیر میں کہاں سے لاؤں
انہد باجے بجیں تمہارے جھانج سنکھ میں کہاں بجاؤں ۔۔۔ کوٹ یہاں ایک نخ کی سوبھا دیپک کیا میں تمیں دکھاؤں
چاروں وید آپ نے بھاکھے سوامی کیا میں گا کے سناؤں ۔۔۔ لچھمی داسی ہر چرنن کی درب کہو کیا تمہیں چڑھاؤں
کام دھین کلپ برچھ تمہارے کون پدارتھ بھوگ لگاؤں ۔۔۔ ساری بسودھا ناتھ آپ کی لپنے کر میں کہاں سے لاؤں
تم ہو تر لوکی کے پربھو کرتا دھرتا تمہیں چھوڑ کہاں جاؤں ۔۔۔ مکت آنند سوامی سرن آپ کی اپنا کر او ستک نواؤں

دیگر

چد آنند گھن روپ انادی نام ادا اونکارا ہے ۔۔۔ بانکے بہاری کرشن مراری تجھے پرنام ہمارا ہے
چاروں وید نے گایا اٹھارہ پرانوں نے للکارا ہے ۔۔۔ جتنا کچھ ہے کرشن ارتھ نارائن پھیلا سارا ہے
برہما وشنو مہیش نے بھی بار م بار پکارا ہے ۔۔۔ نرگن آتنک ہم دھیان کا ہو دیو تو ہی آدھارا ہے
سب جوتن کی جوت سا تمہی سوم پرکاش ادھارا ہے ۔۔۔ بانکے بہاری کرشن مراری تجھے پرنام ہمارا ہے
سیس گنیش سور بیش بتاویں گیان امر گیہ تمہارا ہے ۔۔۔ [illegible] کو ہر مرت کہت ہے [illegible] تمہارا ہے
شنکادک نارد وشسٹ گوتم نے بھی پکارا ہے ۔۔۔ کہاں [illegible] نہیں [illegible]

(۱۹) میرے پاپ اتفاق پانی میں بہاویں۔ جسم شمشان کی آگ میں جل کر خاک ہو جائے ۰ ۱۰ ادم ۰
اے میرے شنکلپ کرنے والے من یاد کر اپنے کئے کو یاد کر۔ اے من یاد کر۔ اپنے کئے کو یاد کر۔
اے اگنی مجھے اچھے رستہ سے کرم پھل بھوگنے کو لے چل۔ اے دیوتا تو میری تمام کرموں کو
جانتا ہے۔ میں نے جو دھوکا دینے وغیرہ کے پاپ کئے ہیں۔ انکو مجھ سے دُور کر دے۔ میں تجھ کو
منہ سے بہت بہت نمسکار کرتا ہوں۔

اخیر کی حمد و ثنائے

(۲۰) اے دیوتاؤ ہم کانوں سے مبارک باتیں سنیں۔ اور آنکھوں سے مبارک چیزیں دیکھیں۔ ہمارے اعضا
طاقتور ہوں۔ اور تمہیں ستتیوں یعنی حمد و ثنا سے خوش کرتے ہوئے جتنی عمر مقدر میں ہو بسر کریں
(۲۱) جو اندر دیوتاؤں میں اعلیٰ ہے۔ سب صورتوں والا ہے۔ اور افضل ہے۔ وہ مجھے عقل سے طاقتور
بنائے۔ اے دیو میں امرت کا دھارن کرنے والا بنوں۔ میرا جسم قابل ہو۔ میری زبان شیریں ہو۔
کانوں سے بہت کچھ سنوں۔ تو عقل سے ڈھکا ہوا برہم کا غلاف ہے میرے سُنے ہوئے علم کی حفاظت
(۲۲) میں آدمیوں میں جس والا بنوں۔ سواہا۔ اے بھگوان میں دولتمندوں میں افضل بنوں۔ سواہا۔
اے علیم میں تجھ میں داخل ہوں۔ سواہا۔ آ اے کریم تو مجھ میں داخل ہو۔ سواہا۔ اے رحیم تجھ ہزار
شاخ والے میں متبرک ہوں۔ سواہا۔ جس طرح ندیاں ڈھلان کی طرف بہتی ہیں اور مہینے سال کی
طرف۔ اسی طرح ہر طرف سے خوشحالی رُو نما ہو۔ سواہا۔ تو ہی جائے قیام ہے۔ مجھے روشنی دکھلا مجھے پہنچ
(۲۳) متر میرے لئے سکھ روپ ہو۔ اندر میرے لئے سکھ روپ ہو۔ برہسپتی میرے لئے سکھ روپ ہو۔
بڑے قدموں والا۔ وشنو میرے لئے سکھ روپ ہو۔ برہم کو نمسکار ہے۔
(۲۴) اے وایو تجکو نمسکار ہے۔ اے وایو تجکو ہی میں پرتکش برہم کہونگا۔ رت کہونگا۔ ستیہ کہونگا۔ سو میری
رکشا کر۔ گورو کی رکشا کر۔ رکشا کر میری رکشا کر گرو کی۔ ادم۔ شانتیہ۔ شانتیہ۔ شانتیہ۔

(۲۵) ہم دونوں گرو چیلہ کا ساتھ ساتھ جس ہو۔ ہم دونوں کا ساتھ ساتھ برہم تیج ہو۔
ستتی یعنی حمد کرنے والوں کے خوف کو دُور کرنے والے۔ اس برہم یعنے خدا کو میں نمسکار یعنے
سجدہ کرتا ہوں۔ جو بے پیدائش ہو کر اپنی قدرت سے پیدا ہوتا ہے۔ بیحرکت ہو کر متحرک بنتا ہے۔ اور

(۱۶) اے سب کے رکھنے والے۔ واے واقف وہ سب کے۔ واے رہنے والے سب میں۔ واے پیدا کنندہ
واے پاک وصاحب۔ واے روشن۔ واے علیم۔ واے تمام آرام۔ جو کچھ ہے سو تو ہے۔ تجھے بار
بار نمسکار ہے۔

(۱۷) اے جبار وہ جس سے کہ خاک۔ و آب۔ و آتش۔ و باد۔ و خلا۔ و رجوگن۔ ستوگن۔ ستوگن۔ و پرکرتی و
پرش۔ و کہم و بہوم کا قیام ہے۔ وہ توہی ہے۔ تجھے سجدہ واجب ہے۔ تو کیسا ہے کہ پاک او بیلوث
ہے۔ سوائے تیرے کون ہے کہ تجھے جان سکے۔ توہی ہے کہ سب کچھ جانتا ہے اور سب سے بزرگ ہے
اندر سے لیکر مور ضعیف تک ہوا کی طرح محیط واقع ہوا ہے۔ تجھے خدا سے عز و جل کہتے ہیں۔ تمام موجودات
کا ظہور دینے والا۔ اور تمام حواس ظاہری و باطنی کا توہی تکیہ گاہ ہے۔ اپنے آپ کو توہی کہتا ہے
اور توہی جستجو کرتا ہے۔ تجھ میں طول و عرض کا دخل نہیں ہے تجھے پرہم آتما کہتے ہیں۔ جس کا دھیان
کہ یوگی اپنے دل میں دھرتے ہیں۔ تجھے سجدہ ہے۔ اے بھگوان یہ تمام اعضا۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔
ہاتھ۔ پاؤں۔ کہ ظاہری موجود ہے۔ سب توہی ہے۔ میں نادانی سے تیری جستجو و تلاش میں ہر طرف
پریشان و سرگردان رہا تھا۔ اب جان لیا کہ تو خانہ دل میں پوشیدہ موجود ہے۔ اب یقین کامل ہوا
کہ تمام عالم ظاہر و باطن میں توہی تو ہے۔ آفتاب کی مانند تمام تعینات کو تونے اپنے ظہور سے روشن
کر رکھا ہے۔ اور باطن میں جملہ صفات میں تیری ہی ذات درخشاں ہے۔ متحرک اور غیر متحرک تیرا ہی
روپ ہے۔ تیری حمد و ثنا کون کر سکتا ہے۔ وراٹ۔ و سوراٹ و سمراٹ۔ تیرا نام ہے۔ یعنی تجھ سے
ہی تمام عالم قائم ہے۔ اور خود بخود ہے۔ تمام عالم میں ہوا کی مانند محیط ہے۔ یہ سب صفتیں تیری ہیں۔
برہما سے لیکر چیونٹی تک سب میں تیری ہی ذات درخشاں ہے۔ جسقدر یہ نام و صورت کا ظہور ہے
تیری ہی ذات سے ہے۔ پس جو کچھ ہستی ہے توہی ہے۔ تجھے بار بار سجدہ و نمسکار ہے۔

قریب المرگ پڑھنے کیواسطے اس ستتی کو ضرور یاد کر لینا چاہیئے

(۱۸) اے پرکاش کرنے والے۔ چلانے والے۔ انتظام میں رکھنے والے۔ ہواؤں کے بیٹے اپنی شعاعوں
کو دور دور پھیلا دے۔ اپنی تجلی کو سمیٹ لے۔ تاکہ میں تیرے اس جلال کو دیکھوں جو تیرا نہایت مبارک روپ
ہے۔ جو یہ پرش ہے۔ وہی میں ہوں۔

عقل کا ہے۔ تو بیمثال اور لاثانی ہے۔ تو پیدا کرنیوالا سب کا ہے۔ تو سب کی جان ہے۔

(۱۱) اول و آخر تیرا نہیں ہے۔ بے انتہا تو ہے۔ لاتعین اور ناپید اکنار تو ہے کسی کے اختیار میں تو نہیں ہے۔ خود مختیار ہے۔ بے نشان اور بے نشان ہے۔ صاحب قدرت اور بے نہایت ہے۔ پالنے والا سب کا ہے۔ روشن کرنے والا عالم کا ہے۔

(۱۲) تو گفتار سے منزہ ہے۔ عین آرام ہے۔ تو حرف و اسم و فعل و ضمیر سے باہر ہے۔ تو بے غم و بے فکر ہے تو بے اندوہ ہے۔ تو عین سرور ہے۔ تو عین آسودگی ہے۔ اور غنی ہے اور قائم و ساکن ہے۔ تو حرکت دہ متحرک ہے۔ تو بے زوال و بے خطا و بے خطر ہے۔ تو ثابت ہے۔ تو بشن یعنے پالنے والا عالم کا ہے اور سب سے بہتر اور برتر ہے۔

(۱۳) تو صاحب ہے۔ تو پاک ہے۔ تو بے صفت و عین آرام ہے۔ تُو بے پران ہے۔ اور بذات خود زندہ ہے اور بے نہایت ہے۔

(۱۴) تیرا نام پر تو ہے۔ تحریک کرنے والا سب کا ہے۔ نور محض ہے۔ زحل و راہ و کیتت و نارو ہے۔ تو جان اور جہان کا نگہبان ہے۔ آدمی۔ پرند۔ درند۔ گزند۔ غرض تمام یعنے سرب تو ہے۔

(۱۵) وہ نور جو آفتاب میں ہے وہی آتما ہے۔ اور ہر جسم کے اندر دل ہے۔ اُس میں مثل شعلہ چراغ روشن ہے اور حد سے زیادہ چھوٹا ہے۔ اور لطیف ہے۔ اور تمام عالم اُس کا عکس ہے۔ بلکہ صورت ہے۔ اور جو کچھ محسوسات میں آتا ہے تیری غذا ہے۔ اور جسکو تلاش کرو اُس میں موجود ہے۔ پیری۔ و ناتوانی و مرگ و اندوہ۔ اور بھوک۔ و پیاس سے مبرا ہے۔ جو گفتگو میں آتا ہے سب کا تو صاحب ہے۔ عناصر کا وجود تجھسے ہے۔ تو پرورش کرنے والا تمام جانداروں کا ہے۔ اور سب کو نگاہ رکھتا ہے۔ نفس ناطقہ ہے۔ اور سب سے بڑا ہے۔ اور سب پر غالب ہے۔ خوشی کا دینے والا۔ اور فعل پیدائیش سب کا ہے۔ اور فنا کرنیوالا اور صاحب عالم کا ہے۔ اور پیدا کرنے والا تمام عالم کا ہے۔ تیرا نام ہرن گربھ یعنے مجموعۂ معدن ارواح کا ہے ست یعنی حق ہے۔ اور سب کا پران ہے۔ تو نہیں ہے یعنے جان عالم اور نصیحت کرنے والا سب کا ہے اور بے نقصان ہے۔ تو بشن یعنے پالنے والا عالم ہے سمجھو وہی ایک ذات ہے جو دل میں ہے۔ اور آفتاب میں ہے۔ اور نارائن ہے۔ یعنی سب میں تو اور سب تجھ میں ہیں۔ آگ میں تو ہی ہے۔ اور کل عالم تیری صورت ہے۔ اور تو ہی چدآکاس ہے یعنی مطلق۔ اور تجھکو نمسکار ہے۔

محسوسات عالم کے واسے ظاہر واسے باطن والے۔ کیا نئے والے تمام عالم کے۔ یہ سب
کچھ جو نظر آرہا ہے تیرا کھیل ہے۔ اور تو بے نہایت ہوا ہے سراپا سرور ہے۔ تجکو سجدہ ہے۔

(۶) اے پوشیدہ سے زیادہ پوشیدہ۔ واسے اندیشہ و وہم وخیال سے بالاتر۔ واسے ادراک معقولات
سے برتر۔ واسے محاصرۂ محسوسات سے باہر۔ تیرا نہ اول ہے نہ آخر۔ نہ تیرا وار ہے نہ پار۔ مجھے نمسکار ہو

(۷) اے پرم مجھے است یعنی کذب سے کہ یہی گناہ ہے جدا کر۔ اور ست یعنی حق اور راستی سے کہ
یہی ثواب ہے ملا دے۔ کہ وہی عین ثواب ہے۔ تم سے یہی اسباب دغا اور نفاق کا ہے جدا کرے
اور نور وحدت سے ملادے۔ سچ سے کہ یہی اسباب موت اور نادانی اور گمراہی ہے جدا کر کے گیان
بخشدے۔

(۸) اے نور دائمی واسے نور بے زوال۔ واسے سب سے برتر مجھے جہل۔ اور شہوت۔ اور غضب اور ظلم سے
دور کر اور عفت اور شجاعت اور حکمت اور عدالت سے قریب کرے۔ فانی اسباب کی خواہش
دل سے خارج کرے۔ جاودانی نور کو موجود کرے۔ اور خود بیحجاب ہو۔ جو ہر شے ظاہر اور ہر ظاہر میں
پوشیدہ ہے اسکو نمسکار اور سجدہ ہے۔

(۹) وہ جوش جو پانی اور نطفہ میں ہے۔ اور آگ و گویائی میں ہے۔ اور صوت آکاس و پردے میں ہے۔
ہوا اور پران میں ہے۔ آفتاب اور آنکھ میں ہے۔ چاند اور دل میں ہے جہات و کان میں ہے۔
برق و حرارت خورشید میں ہے۔ ابر و زمین میں ہے۔ نیک ارضائی [illegible] نتیجہ میں ہے۔ راستی و نتیجہ
راستی میں ہے۔ مردی و استغنا میں ہے۔ جیو آتما میں ہے۔ اور لطیف ہے اور عین نور جاودانی ہے۔
وہ تو ہی ہے۔

(۱۰) تو اتنا بڑا ہے کہ ذکر و فکر میں نہیں سما سکتا۔ تو بے صورت ہے۔ تو احاطہ میں حواسوں ظاہری و باطنی کے
نہیں آتا۔ تو عذاب و ثواب سے منزہ ہے۔ تو تقسیم نہیں ہوسکتا۔ تیری کوئی صفت نہیں ہے تیری صفت
کا بیان ہو نہیں سکتا۔ تو صاف مختلفات ہے۔ تو تمام روشنیوں سے [illegible] روشن ہے۔ تو دینے والا تمام
لذتوں کا ہے۔ تو ان صفتوں سے پہچان میں آتا ہے کہ [illegible] ہے۔ تو نیک
راہ چلنے والوں کا صاحب ہے۔ تو [illegible] والا [illegible] کا ہے۔ تو [illegible] کرنے والا عقل کا ہے
عقل تجھے پکڑ نہیں سکتی۔ ابتدا اور انتہا تیرا کچھ نہیں ہے۔ تو کسی سے پیدا نہیں ہوا ہے۔ تو [illegible] کرنے والا

مناجات نثر

(۱) اے منتری یعنے محبت کے دیوتا و اے برن یعنے پانی کے دیوتا و اے ارجمان یعنی روزی کے دیوتا

و اے اندر۔ دیوتاؤں کے بادشاہ و اے برہسپت۔ عارفوں کے استاد۔ و اے برہما۔ پیدا کرنے

والے خلق کے و اے بشن۔ پالنے والے تمام عالم کے تمکو نمسکار ہے۔ اور جو کچھ میں بیان کرتا ہوں

اس کا پھل مجھے اور میرے گورو اور پڑھنے اور سننے والوں کو بخش۔ اور برہم کا مجھے گیان ہو۔ اور گیان

سے مکت ہو اور نفاق و دوئی دل سے دور ہو۔

(۲) اے راہ دکھلانے والے گمراہوں کے۔ والے صاحب آبحیات کے۔ والے منزہ سبز و سرخ رنگوں

سے۔ والے بلند تر چون و چرا سے تم کسیکو نہیں ڈراتے ہو۔ اور نہ آزار دیتے ہو۔ اب بھی کسیکو آزار

نہ دو۔ اور ہمیشہ صحت و تندرستی دیتے رہو۔ اور ایسی دوا مجھے بخشو جس سے صحت حاصل ہو۔ اور ہمیشہ زندہ

رہوں۔ میری عقل کو اپنی طرف رجوع کرو کہ تم قادر ہر فعل پر ہو اور محافظ ہر چیز کے ہو۔ میری التماس یہ ہے

کہ تمام دوپائے و چارپائے۔ اور پردار۔ اور بے پر۔ اور انسان اور حیوان۔ و جنگلی و شہری کو آسودہ

اور تندرست رکھو کہ بیمار و ناتوان نہو ویں۔ اور سب سے ممتاز کرو۔ تمام پیر و جوان۔ بالغ و نابالغ۔ و

گاؤ و اسپ۔ اور تمام ذوات جگ کو تمہارے روبرو پیش کر کے تمکو نمسکار کرتا ہوں۔ تم مجھے سرور

دائمی عطا کرو۔ اور اپنے سلاحات سے میرے دشمنوں کو دفع کرو۔ اور جو کچھ ہو تم ہو۔ پس مجھ پر مہربان رہو۔

(۳) اے آگ و اے پرجاپت و اے اندر۔ و اے ہوا۔ و اے برہما۔ و اے بشن۔ و اے [illegible] مجھے وہ علم

و عقل دے کہ برہم کو پہچانوں۔ و اے برہم اپنی معرفت اور اپنی محبت مجھے دے کہ میں نے سبکو [illegible] کیا۔

(۴) برہما تو ہے۔ بشن تو ہے۔ رُدر تو ہے۔ پرجاپت تو ہے۔ آگ روشن تو ہے۔ برن تو ہے۔ پران تو ہے

دیوتا تو ہے۔ [illegible] تو ہے۔ اندر تو ہے۔ بجلی تو ہے۔ غذا تو ہے۔ جسم تو ہے۔ زمین تو ہے۔ تمام عالم تو

ہے۔ پس تجکو سجدہ کرتا ہوں۔

(۵) [illegible] تو ہے کہ سب [illegible] کے اعمال کا تو ہے۔ صاحب عالم کا تو ہے۔ پس تجکو سجدہ کرتا ہوں۔

[illegible] جان عالم اور [illegible] تمام [illegible] کے۔ و اے [illegible] عالم کے و اے لذت دینے والے۔

کام بھی چل سکتا ہے اسواسطے بہ نسبت پانی کے تالاب بہتر ہوا چاہو اگر تالاب سے زیادہ کام بھی چل سکتا ہے کیونکہ وہ تالاب پانی کا کام بھی دے سکتی ہے۔ اور چونکہ نہر دریا سے نکلی ہے اور اس میں کشتی بھی چل سکتی ہے۔ اِس وجہ سے نہر کی نسبت دریا زیادہ مفید و کارآمد ہوا۔ مگر دریا و نہر وغیرہ سب کی منزل مقصود سمندر ہی ہے کیونکہ سمندر میں جا کر سب گم ہو جاتی ہیں۔ اور اپنی ہستی کو کھو دیتی ہیں۔ اِسی طرح علم معرفت بھی بطور بحر محیط کے ہے۔ جس میں کرم کانڈ۔ اور اپاسنا وغیرہ کی ندیاں گر کر معدوم ہو جاتی ہیں۔ گو عارف کی انیت یعنی صفائی خواص سے آزاد رہتا ہے۔ تاہم وہ اُن خواہشات کو مساوات کی نظر سے کام میں لاتا ہے۔ اور ایسا کرنا بسر زندگی کے لئے لازمی جانتا ہے۔ اور افعال کو بلا ترک و اخذ برتنے کا خیال رکھتا ہے۔

جس طرح کہ پانی دستیاب ہونے کے مقامات۔ کنواں۔ و تالاب۔ و نہر و دریا وغیرہ ہیں۔ اِسی طرح حصولِ معرفت کے لئے ویدوں میں کرم۔ اپاسنا۔ اور گیان کانڈ موجود ہیں۔ عارف کی مثال ایسے شخص سے دی جاتی ہے جسکی پیاس بجھ گئی ہے۔ سالکان۔ و تارکان۔ و طالبان و پابندان فعل بمنزلہ پیاسوں کے ہیں۔

جو پیاسا نہیں ہے اسکو گو کنوئیں۔ تالاب۔ دریا۔ وغیرہ سے سروکار نہیں ہے۔ تو بھی وہ پیاسوں کی ضرورت کو سمجھتا ہے۔ اور جو پیاسے ہیں اُن کا مدعا پیاس کا بجھانا ہے۔ اور اُن کو کنوئے۔ تالاب۔ دریا۔ سے سروکار ہے۔

پس یہ نمونہ حقیقت کہ متلاشیانِ راہِ حقیقت کو مشعل کا کام دیگا۔ مثل تحفہ کے پیش کرتا ہوں۔ چونکہ اِس میں بہم گیان (حقیقت۔ معرفت) کا اپدیش کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اِس لئے اسکو بحرِ عرفان یعنے (گیان کا سمندر) نامزد کیا گیا ہے۔

اُس آنند نے بھگوان کو جو کُل چراچر میں مقناطیسی طاقت بخش رہا ہے۔ اور جسکے آنند کی جھلک سے گل و غنچہ لہلہا رہے ہیں۔ اور ہمالہ جیسی عظیم چٹانوں پر سبزہ و گلزار دکھائی دیتا ہے۔ اور اہلِ فقرا و عارف و گیانی۔ مہاپرش دُھونی رمائے ہوئے نشۂ حقیقت میں چور اور مستی معرفت میں مخمور ہو کر "اہم برہماسمی" و "اناالحق" و "دانشہ ہو" کے نعرے بلند کر رہے ہیں ساور طالبانِ طریقت و سالکانِ حقیقت کو جگا رہے ہیں۔ اور اسی کی چنگاری سے یہ نسخہ حقیقت جگمگا رہا ہے۔ پس اُس پورن برہم پرش کو بار بار اپنی ذات سمجھ کر نمسکار کرتا ہوں۔ چونکہ اس جہان ناپیدا کنار میں ہزار ہا کتب حقیقی و مقدس وید و یدانت قرآن۔ انجیل۔ توریت۔ زبور۔ کے علاوہ۔ ہمیشہ گیان۔ دھیان۔ یوگ۔ سمادھی۔ اور معرفت کے نسخے چھپے ہیں۔ اور چھپ رہے ہیں۔ کہ جو طالبِ شاہراہ حقیقت۔ و سالکان معرفت۔ و عاشقان و عارفان۔ و تارکان کے سفر جسمانی تسکین و راحت و سرور و جمعیت۔ آزادی سے طے کرنے میں روشنی کا کام دینے والے ہیں اس خیال سے تو آیندہ کو قلم اٹھانے کی گنجایش نہیں ہے۔ لیکن اِس امر کو مدِنظر رکھکر کہ "بیکار مباش کچھ کیا کر" کیونکہ سری بھگوان نے بھی گیتا میں کہا ہے۔ کہ مجھے گو کسی کام کے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر بھی میں کام کرتا ہی رہتا ہوں۔ دیکھو ادھیائے سوم منتر ۲۲۔ سری بھگوت گیتا

پھر بھی اے ارجن میں اپنا فرض کرتا ہوں ادا
عالم فانی سے گو مجھکو برّیت ہے سدا

اور ادھیائے دوم منتر ۴۶ میں یہی فرمایا ہے کہ برہم کے جاننے والے عارف کا ویدوں سے اتناہی مطلب باقی رہتا ہے کہ جتنا بے پیاس انسان کا کنوئیں۔ تالاب و دریا وغیرہ مقامات آبی سے۔
مطلب چاہ و چشمے کا جو رفع تشنگی سارے ویدوں سے ویدوں کا ثمر ہے علم و کیف باطنی انسان جس کام کو کنوئیں سے لیتا ہے۔ گو چاہ سے زیادہ کام تالاب دے سکتا ہے۔ کیونکہ تالاب سے تیرنے کا

Brihmnest Paramhans Phalahari Shri Swami MUKT ANAND SARSWATI, Rikhikesh.

ALIAS
Ch. RAGHUNATH SAHAI Retired Dy. Magistrate Irrigation Branch U P.

Only Picture

فہرست مضامین

ام
بحر عرفان
گیان کا بھنڈار
مرتب کیا